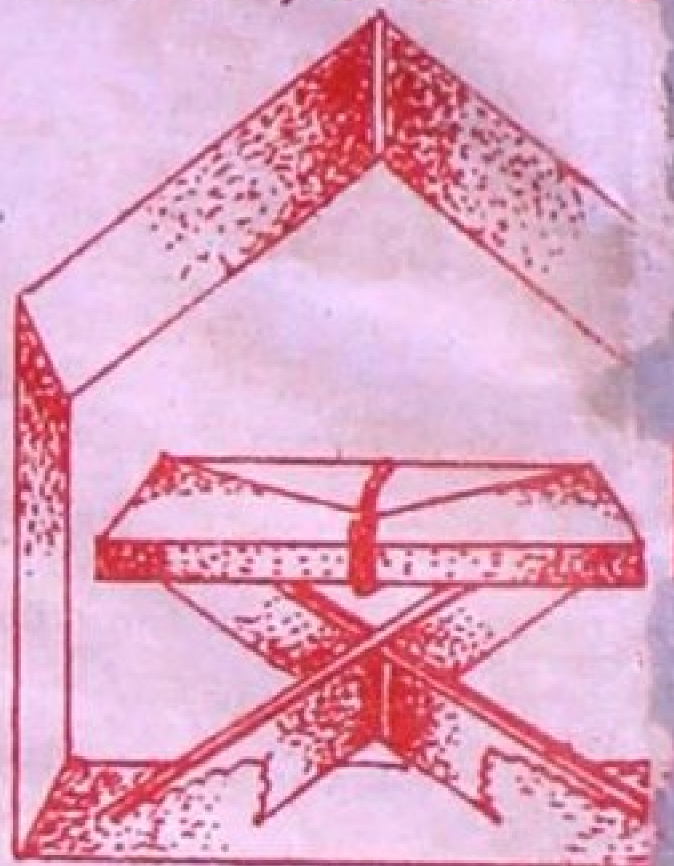
قوالی

اور

اسلام





کے
مسئلہ پر
مدلّل و مفصّل اور
کن
ب

اشفاق حسین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؒ

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

تفصیلات بابت کتاب

نام کتاب	قوالی اور اسلام
نام مصنف	محمد اشفاق حسین
صفحات	۲۲۰
قیمت	چار روپے
تعداد اشاعت	ایک ہزار
تاریخ طباعت	دسمبر ۱۹۷۶ء
ٹائٹل وابتدائی صفحات	شاگرد شاہ عبدالکلیم
کتابت	جناب محمد غالب صاحب خوشنویس

کتاب ملنے کے پتے :

○ کوثر ایجنسی، چھتہ بازار، حیدرآباد ۲

○ ادارۂ اہل سنت وجماعت، ۹۷-۱-۴م اسیتارام پیٹھ، روبرو گیان باغ، حیدرآباد

○ مکتبۂ نشاط ثانیہ، معظم جاہی مارکٹ، حیدرآباد ۱

مصنف کتاب محمد اشفاق حسین کے نام خط و کتابت کا پتہ :

17-5-386,
Alawa-Bee-Bee,
Hyderabad-25- A.P.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قوالی

اور

اسلام

اس
کتاب میں
قوالی، راگ، گانا، موسیقی
وجد و حال اور شاعری وغیرہ کے بارے
میں قرآن، حدیث، اسوہ صحابہ، آئمہ فقہ اور جلیل القدر
علمائے سلف و خلف کی روشنی میں مفصل، مدلل اور فیصلہ کن
بحث کی گئی، مخالف دلائل کا جائزہ لیا اور حقیقی اسلامی سماع کی حقیقت
واضح کی گئی ہے....؟

قیمت: چار روپے

کتاب ملنے کا پتہ

ادارۂ اہل سنّت و جماعت
۱۔۱۴۔۷۹۴، سیتارام پیٹھ، روبرو گیان باغ حیدرآباد۔

مطبوعہ: نیشنل فائن پرنٹنگ پریس، چارکمان حیدرآباد - ۱۔۷

کیا مُردے سُنتے ہیں؟

از محمد اشفاق حسین (زیرِ طبع)

- انبیاء اولیاء اور بزرگانِ دین قبر یا عالم برزخ میں ہماری دعا و فریاد سُنتے ہیں یا نہیں؟ یہ ایک اہم مسئلہ اور بنیادی عقیدہ ہے جس کا توحید و شرک سے انتہائی قریبی اور منطقی ربط و تعلق ہے!
- سماعِ موتیٰ کا غیر اسلامی عقیدہ، توحید خالص کا دشمن اور شرکِ جلی کا دوست، ذریعۂ وسیلہ اور چور دروازہ ہے۔
- مردے سنتے ہیں یا نہیں؟ (مسئلہ سمع موتیٰ) اور اس سے متعلقہ عقائد و مسائل پر قرآن، حدیث، اجماع صحابہؓ — اسلامی فقہ اور جلیل القدر علمائے سلف و خلف کی روشنی میں مفصّل، مدلّل اور فیصلہ کُن بحث کی گئی۔ اور مخالف دلائل و اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست عنوانات

قوالی اور اسلام

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ہ

مقدّمۂ کتاب

مسئلہ کی اہمیت

یہ کتاب ـــــ جس کا آپ مطالعہ فرما رہے ہیں، امیر ادارۂ اہل سنت و جماعت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کی گراں قدر اصلاحات و اضافات کے ساتھ ادارہ کے ترجمان اور ملک کے قدیم اور معروف ماہنامہ الحق حیدرآباد کے شمارہ ۳۲۶ میں مقالہ کے طور پر شائع ہوئی تھی جسے چند اضافوں کے ساتھ کتابی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے ـــــ!

قوالی دورِ حاضر کا ایک نمایاں اور اہم ترین فتنہ عظیم گمراہی اور قطعی طور پر ایک حرام اور غیر اسلامی شغل ہے جس نے اسلام اور مسلمانوں کو کافی نقصان پہنچایا۔ ان کے قوائے عمل کو معطل و مفلوج کیا اور جس نے غیر مسلموں میں اسلام اور مسلمانوں کو کافی رسوا و بدنام کیا ہے۔

ایک جرمن صحافی لیو پولڈ ویس، جو اسلام قبول کرنے کے بعد محمد اسد کہلائے، لکھتے ہیں:

"مجھے اس بات پر تعجب بھی ہوا اور افسوس بھی۔ مگر یہ بات ذہن

میں بیٹھ گئی کہ یورپ والوں کے دماغ میں جو اسلام کی تصویر ہے وہ اسی لیے بگڑی ہوئی ہے کہ وہ مسلمانوں کو دیکھتے ہیں اسلام کو نہیں"۔ (روڈ ٹو مکہ)

اسلام کے نادان دوستوں نے اسلام میں، جو کہ ایک فطری۔ عقلی اور سنجیدہ دین ہے۔ ایسی جاہلانہ اور احمقانہ چیزوں کو زبردستی لا ٹھونس دیا ہے۔ جس سے اس کی علمیت، فطرت، عظمت، فضیلت اور رفعت پر بٹہ اور عقلا و فضلا میں اس کی رسوائی و بدنامی ــــ اور صحیح الفکر مسلمانوں کی سبکی ہوتی ہے! مجالسِ قوالی کو دیکھ کر وہ اسلام کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہی وہ مذہب ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ایک عقلی، فطری اور سنجیدہ دین ہے! آخر اسلام اور یہودیت، اسلام اور عیسائیت، اسلام اور ہندومت غرض کہ اسلام اور جاہلیت میں کیا فرق و امتیاز ہے جبکہ ان مذاہب میں بھی راگ گانے اور موسیقی کو خاص اہمیت حاصل ہے اور ان چیزوں کو توجہ الی اللہ اور تزکیۂ نفس کا ذریعہ سمجھا جاتا۔ اور عبادت کے نام پر شور و غوغا اور ہنگامہ مچایا جاتا ہے۔

قوالی کے تمام اجزاء ــــ یعنی مشرکانہ و غلو آمیز اشعار، راگ گانا موسیقی، قوالی، ہر عمر، ہر صنف اور ہر قسم کے سامعین، مجلس قوالی میں مسند پر جلوہ افروز بزرگ غرض کہ محفل قوالی کی ہر چیز اور پورا ماحول دین و ایمان اور نفس و اخلاق کے لیے ایک عظیم فتنے اور شدید گمراہی کی حیثیت رکھتا ہے۔ قوالی حرام ہے۔ لہو و لعب ہے۔ بدعت ضلالت ہے شرک کے پھیلنے کا ایک موثر و پرکشش ذریعہ اور سرچشمہ ہے۔ جس کی اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کی خاطر جتنی بھی تردید اور مخالفت

کی جائے کم ہے!

قائلینِ قوّالی کی گم راہی اس لحاظ سے بھی بڑی سنگین اور دل آشنہ ہے کہ وہ اجزائے قوّالی یعنی غنا اور موسیقی جیسی حرام چیزوں کو نہ صرف جائز قرار دے لیے ہیں بلکہ اسے مفید بھی سمجھتے ہیں۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسا کوئی شراب جیسی حرام اور مضر چیز کو نہ صرف جائز بلکہ مفید بھی قرار دے لے۔ حرام کو حرام سمجھتے ہوئے اسے اختیار کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ لیکن قطعی اور صریح حرام شئے کو حلال کرلینا اور اسے دین و آخرت کے لیے مفید سمجھنا پرلے درجہ کی ضلالت اور گم راہی ہے!

قوّالی کی حیثیت فقہ کے کسی اختلافی، جزوی اور فروعی مسئلہ کی نہیں کہ اس سے تعرّض نہ کیا جائے۔ جب ایک حرام (ناجائز) اور مضر چیز کو اہلِ حق اور علمائے سلف پر طعن کرتے ہوئے بڑے شد و مد کے ساتھ جائز مسنون اور اصلاح باطن و ترقیٔ درجات کے لیے مفید قرار دے لیا گیا ہو اور جن کے ملّت اور معاشرے پر وسیع اور عمیق اثرات مرتب ہو رہے ہوں تو ایسی صورت میں کسی اہلِ ایمان کا خاموش تماشائی بنے رہنا اس تعلق سے مداہنت اور نرمی برتنا یا وسعت قلبی کا نامعقول مظاہرہ کرنا قطعی نامناسب بات ہے۔ ہر مسلمان کا اپنے علم اور صلاحیت کے بقدر اصلاح کی کوشش کرنا فرض ہے!

اس کتاب میں قوّالی سے متعلقہ تمام امور راگ، گانا اور موسیقی وغیرہ کی حرمت میں قرآن و حدیث آثار صحابہ و تابعین اور اقوال علما و فقہا اور دیگر علمی۔ عقلی و نقلی اس قدر کثیر اور ناقابل تردید دلائل و شواہد پیش کیے گئے ہیں کہ شاید ہی کسی کتاب میں ایک جگہ دستیاب ہو سکیں۔ ویسے یہ ایک عامی

کی کوشش ہے۔ علما اور وسیع المطالعہ حضرات سے میں درخواست کروں گا کہ اس کتاب میں وہ جن باتوں کی کمی اور کمزوری محسوس کریں ان سے آگاہ فرمائیں تاکہ دوسرے ایڈیشن میں اس کمی اور نقص کو دور کرکے کتاب کو زیادہ سے زیادہ مفید اور موثر بنایا جاسکے۔

اس کتاب میں قائلین قوالی کے مشہور دلائل اور حرمتِ موسیقی غنا ودف سے متعلقہ احادیث کی غلط تاویلات اور گمراہ کن تشریحات کا بھی ازالہ کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں سماع، بصائر، جاءالحق اور بدعت حسنہ وغیرہ قائلین وحامیینِ قوالی کی کتابیں ہمارے پیشِ نظر ہیں جن میں انھوں نے اس کے جواز اور افادیت کے دلائل پیش کیے ہیں۔

یہ کتاب اللہ کے فضل سے قائلین قوالی کے حق میں اتمام حُجّت اور قول فیصل کے طور پر سامنے آئی ہے۔ ہماری یہ قوی اُمّید ہے کہ جو صاحب بھی اس کتاب کا تلاش وقبولیتِ حق کی نیّت سے، غیر جانب دار اور صاف ذہن کے ساتھ مطالعہ فرمائیں گے ـــــ انشاءاللہ وہ ضرور قوّالی کی حرمت اور مضرّت کے قائل ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے ـــ!

اس کتاب میں قوّالی اور اجزائے قوّالی کی حلت وحرمت پر ہی بحث نہیں کی گئی بلکہ اسلام کے ایسے اصول ونظریات کی بھی جگہ جگہ وضاحت کرتے ہوئے وہ علم وفہم کی کسوٹی اور برہان فراہم کردی گئی ہے کہ حق وباطل، سُنّت وبدعت اور جائز وناجائز کی تمیز آسانی سے کی جاسکے اور دل ودماغ نہ صرف طاغوتی تاویلات اور مغالطوں کو قبول نہ کرسکے بلکہ ان گمراہیوں کا ازالہ اور تدارک بھی کرسکے۔ وما توفیقی الا باللہ۔ فقط

محمد اشفاق حسین

Alawa Bee Bee 17-5-386 Hyderabad 23

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فصل (۱)

قوّالی ـــــــ ایک عظیم گمراہی

قربِ قیامت کا ایک مہلک فتنہ:

تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جوں جوں زمانہ نزولِ وحی اور بعثت نبوی سے دُور ہوتا گیا قوم حق سے دُور اور باطل سے قریب تر ہوتی گئی اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی اصلاح، تجدیدِ ایمان و اسلام اور الٰہی و نبوی علم و ہدایت کو پھر سے تازہ اور زندہ کرنے کے لیے ایک اور نبی اور کتاب کو نازل کرتا گیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآنِ مجید اس سلسلہ کی آخری کڑی ہے اور قیامت تک علماء اُمّت پر یہ ذمّہ داری عاید ہے کہ وہ انبیاءؑ علیہم السّلام کے فریضہ منصبی یعنی مسلمانوں اور دیگر انسانوں میں اشاعت و اقامتِ دین کا کام انجام دیں۔!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور قرآن مجید کو دنیائے انسانیت کی تعمیر اور ہدایت کے لیے نازل ہوئے یہ چودہ سو برس بیت گئے۔ اس طویل مدّت میں اُمّت مسلمہ سینکڑوں غیر اسلامی فتنوں اور فکری و عملی گمراہیوں اور متعدد باطل فرقوں میں منقسم ہو چکی ہے۔ احادیث نبوی ﷺ سے بھی اس حقیقت کی تائید و وضاحت ہوتی ہے کہ سب سے بہتر زمانہ رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ اس کے

بعد دورِ صحابہ، پھر تابعین کا زمانہ، اس کے بعد فتنوں کا آغاز ہو جائے گا اور رفتہ رفتہ ان میں کثرت اور شدت پیدا ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ مسلمان یہود و نصاریٰ اور مشرکین جیسی معتوب اور مغضوب اقوام و امم کی روش اور طریقوں کو اختیار کر کے ان کی طرح گمراہ ہو جائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربِ قیامت کے فتنوں کا بھی تفصیلی ذکر فرمایا ہے، جس کے آئینہ میں اس دور کے مسلمانوں کی فکری اور عملی گمراہیوں کو بخوبی دیکھا جا سکتا ہے۔

موجودہ سماع یا قوالی آثار اور علاماتِ قیامت میں سے ایک اہم علامت اور قربِ قیامت کے فتنوں میں سے ایک عظیم فتنہ اور کھلی گمراہی ہے۔ جس کا اشارہ اس باب کی احادیث میں موجود ہے!

قوالی کی ابتداء:

جب کوئی قوم، زوال، پستی اور انحطاط کی طرف مائل ہوتی ہے تو اپنی صفات اور خصوصیات کو چھوڑ کر پڑوس اور ماحول کے بُرے اثرات اور گمراہیوں کو اختیار کر لیتی ہیں۔ ہندوستان میں قوالی کے آغاز کی تاریخ یوں بیان کی جاتی ہے کہ جب مسلمان ہندوستان آئے تو انھوں نے دیکھا کہ یہاں کے باشندوں کی عبادت میں بھجن، راگ گانا، موسیقی، رقص اور ناچ کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔ اس لیے انھوں نے اس ملک میں دین کی تبلیغ و اشاعت کے لیے اہل ہنود کے ذوق اور نفسیات کے پیشِ نظر اسلام کو منظوم طور پر پیش کیا۔ وہ صرف دینی اشعار کو خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ اس میں راگ، دف اور موسیقی

کا نام ونشان نہ تھا۔ اس چیز کو جامع اصطلاح میں سماع سے تعبیر کیا جاتا ہے اور وہ سماع جس میں گانا اور موسیقی نہ ہو، اسلامی نقطۂ نظر سے کوئی قابل اعتراض چیز نہیں بلکہ عمدہ اشعار خوش الحانی اور ترنّم سے پڑھنا جائز ہے۔

قوّالی، کل اور آج کا فرق:

اس طریقۂ تبلیغ واصلاح یعنی سماع بلا غنا و مزامیر اور ستھرے ذوق شعری نے بگڑتے بگڑتے مروجّہ قوالی کی صورت اختیار کرلی، جس کی حیثیت گویا سماع مع راگ و موسیقی کی ہے۔

حضرت نور محمد قادری، چشتی و نقشبندی اس سلسلے میں وضاحت کرتے ہیں:

"قدیم زمانہ میں بزرگانِ چشتیہ کے اہل دل چند خاص بزرگ عوام سے خالی، خلوت خانہ میں جمع ہو کر اپنے درمیان میں ایک باشرع خوش آواز بزرگ سے نظم یا نثر میں خدا کی تعریف عالمِ برزخ و آخرت کا حال بلا مزامیر (باجوں کے بغیر) سن لیا کرتے تھے تاکہ ان کی وجدانی حالت میں تموّج حاصل ہو سکے۔ پس اب کیا تھا۔ ہندوؤں کے بت کے آگے گانے بجانے کی نقل اُتارنے کے لیے اس کی آڑ لے کر مزاروں پر گانا بجانا شروع کر دیا گیا۔ جیسا کہ پجاریوں کی آمدنی ہوتی تھی۔ ان کو بھی بے وقوفوں سے خاص آمدنی ہونے لگی۔"

(معجز نما عکسی قرآن مجید)

یہ ایک تاریخی اٹل اور ناقابل تردید حقیقت ہے کہ بزرگوں نے جس سماع کو رائج کیا تھا اس میں آلات موسیقی کا وجود نہ تھا۔ وہ غیر مسلموں میں دین کی تبلیغ واشاعت کے لیے خوش الحانی سے اشعار پڑھتے تھے۔ لیکن راگ اور موسیقی وغیرہ مروجہ قوالی کے لازمی اور ضروری اجزاء ہیں اور اس کے ذریعہ غیر مسلموں میں اسلام کی اشاعت کا جذبہ بھی مفقود ہے۔ مشائخ چشت اگرچیکہ اپنی نجی محفلوں میں بھی سماع سنتے تھے لیکن اس سماع میں بھی موسیقی کا وجود نہ تھا وہ سخت شرائط اور پابندیوں کے ساتھ محفل سماع منعقد کرتے تھے۔ ان محفلوں میں سنانے والوں اور سننے والوں میں نابالغ مرد اور عورت کا وجود نہ ہوتا تھا اور تمام حاضرین پابند شریعت ہوتے!

لیکن آج کل جو قوالی ہوتی ہے وہ کھلے مقامات پر بغیر کسی شرط وقید، راگوں اور باجوں کے ساتھ ہوتی ہے اور محفل قوالی میں ہر عمر، صنف اور مذہب کے افراد موجود ہوتے ہیں۔ نہ قوالی سنانے والے پابند شریعت ہوتے ہیں اور نہ سننے والے بزرگانِ چشت کے ہاں سماع میں جو اشعار سنائے جاتے تھے وہ شعری وادبی حسن سے مالامال، اثرانگیز ہوتے اور ان کا مضمون بھی اسلام کی اعتدال پذیر تعلیمات پر مشتمل ہوتا تھا۔ سماع میں ایسا کوئی شعر نہ ہوتا جو شریعت سے ٹکرانے والا ہو لیکن مروجہ قوالی میں جو اشعار گائے جاتے ہیں وہ نہ صرف فنی لحاظ سے گھٹیا اور بوج ہوتے ہیں بلکہ یہ اشعار اسلام کے بنیادی تصورات، توحید، رسالت آخرت اور شفاعت وغیرہ سے راست طور پر ٹکراتے اور مشرکانہ اوہام وخرافات سے بھرپور ہوتے ہیں۔

بزرگوں کی شہادتیں:

چناں چہ شیخ المشائخ حضرت شہاب الدین سہروردی رح فرماتے ہیں:-

"چوں کہ اس طریقہ سماع میں فتنہ بہت بڑھ گیا اور احتیاط نہیں رہی اور ایسے لوگ اس میں لگ گئے جن کے اعمال و عبادات بہت کم۔ جن کے حالات خراب و خستہ اور سماع میں بکثرت مجمع کرتے ہیں اور بعض اوقات بڑی تعداد کے لیے کھانے کا بھی سامان کرتے ہیں۔ جس کے لیے نفس پرور لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ ان کو ایسے سماع کی رغبت بھی نہیں ہوتی تھی جو کہ صادق الحال لوگوں کا طریقہ تھا۔ پس سماع میں علت آگئی۔ نفس کی خواہشوں کے حاصل کرنے کے لیے اور کھیل تماشوں کے موقعوں پر مزا لینے کے لیے اس طرف میلان ہوتا ہے اور ایسا سماع مرید کی ترقی کا راہزن ہے اور اس طریقہ میں بالکل اوقات ضائع کرنا اور عبادت کا حصہ گھٹا دینا ہے۔ اس مجمع میں جانے کی صرف اسی وجہ سے رغبت ہوتی ہے کہ نفسانی خواہشوں کو حاصل کرنے اور طرب و لہو، عیش و عشرت کے شوقیوں کو راحت و فرحت ہو اور صاف ظاہر ہے کہ اس طرح جمع ہونا اہلِ صدق کے نزدیک مردود ہے۔" (عوارف المعارف)

وہ خرابیاں جن کا حضرت شیخ المشائخ رحہ نے مذکورہ بیان میں ذکر فرمایا ہے۔ آج ان میں کافی وسعت اور عروج واقع ہوا ہے!

حضرت امام غزالی رحہ نے اپنی مشہور کتاب "احیاء العلوم" میں سماع کے شرائط و آداب اور ممنوعات کی صراحت فرمائی ہے مولانا عامر عثمانی رحہ ایک شرط کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"اب ذرا انصاف فرمائیے کہ یہ شرط آج کل کی مجالس سماع میں کہاں تک پائی جاتی ہے۔ اول تو اشعار کو صحیح طور پر سمجھنے والے ہی مفقود ہیں۔ جب سمجھ ہی میں نہ آئے تو دھیان کیا جمے گا۔ دوسرے خود گانے والے کسی درجے میں بھی دین دار اور زاہد و عابد نہیں ہوتے بلکہ ٹھیٹ دنیا دار۔ فاسق بے نمازی۔ مانگ پٹی جمائے راگ راگنیوں کے سروں میں ہارمونیم اور طبلوں پر کفر و جہالت کے مضامین پر مشتمل اشعار پڑھتے ہیں کہ جن کو بعید تر تاویلوں سے بھی شریعت کی منہاج پر پورا نہیں اتارا جا سکتا۔ بعض جگہ خوش رو جوان یا بازاری عورتیں اس "عبادت" کو انجام دیتی ہیں اور اہل مجلس جی بھر کر انہیں گھورتے ہیں۔ ایسی حالت میں کشود باطن اور پاکیزگی خیال کا تو ذکر کیا۔ ہوس و شہوت کی انگیزش ہوتی ہے۔ نفس امارہ آسودگی حاصل کرتا ہے اور قیامت یہ کہ ان خرافات باطلہ کو عبادت اور قرب الٰہی کا باعث سمجھا جاتا ہے۔ فرمائیے کہ ایسی حالت میں ایمان کی سلامتی کہاں تک ممکن ہے..... اگر بد قسمتی سے کوئی صاحب دل ان میں پھنس گیا تو اس کا بھی تمام لطف برباد۔ گویا ریا، نمائش، تصنع اور ایذا سے اہل مجلس کا پورا حق

ادا کیا جاتا ہے۔" (تجلی - اکتوبر ۱۹۵۳ء)

خود مولانا عامر عثمانی رح فاضل دیوبند رقم طراز ہیں:

"ہمارے مقدس بزرگوں نے صفائے باطن اور تزکیۂ نفس کے لیے مختلف وسائل کی تلاش کی تھی اور ان میں ایک یہ وسیلہ بھی تھا کہ علم و معرفت اور نعت و حمد پر مشتمل اشعار خوش الحانی کے ساتھ سنے جائیں۔ اس کا اصطلاحی نام "سماع" رکھا گیا تھا۔ لیکن اس اصطلاح کی آڑ میں بعد کے لوگوں نے جو کھیل کھیلا ہے اس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔ آج ہر طرف قوالیوں کا زور ہے۔ جن میں طبلہ اور ہارمونیم بجایا جاتا ہے۔۔ عرس کے نام پر گانا بجانا مستقل شغل بن گیا ہے اور عیاشی و فحاشی کو اسلام کا نام دے کر کھلم کھلا اختیار کر لیا گیا ہے۔

سچ پوچھیے تو اس سماع سے جو بزرگوں نے وضع فرمایا تھا آج کے مروجہ سماع کو وہی نسبت ہے جو شراب کو انگور سے ہے۔ وہ شخص کافر ہی کہلائے گا جو انگور کے جائز اور مفید ہونے کو انگوری شراب کے جائز اور مفید ہونے پر دلیل بنائے۔ اسی طرح وہ شخص جاہل یا منافق ہی ٹھیرے گا جو بزرگوں کے اختیار فرمود۔ مشروط سماع کو آج کے آزاد اور فاسقانہ سماع کے جواز و استحسان کی دلیل بنائے۔"

(وجد و سماع)

یہ ہے کل کے شرعی، سنجیدہ و موثر سماع اور آج کی غیر شرعی گھٹیا

اور مضر قوالی کا فرق آج کی باطل قوالی کو کل کے شرعی سماع کے مترادف ومساوی قرار دینا اور بزرگوں کے پاکیزہ اور مفید سماع کو فردِ جُبّہ سرتاپا فتنہ انگیز قوالی کے جواز اور تائید میں پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ بطور نمونہ اصلی گھی دکھا کر ڈالڈا فروخت کرنا۔ ظاہر ہے کہ جو شخص اصلی اور نقلی گھی کو یکساں قرار دیتا ہو اور جو اصلی گھی اور ڈالڈا میں فرق اور تمیز نہ رکھتا ہو اسے یا تو دھوکہ باز قرار دیا جائے گا یا احمق اور نادان!

مقصد اور محرکات:

جیسا کہ مذکورہ سطور میں وضاحت کی گئی کہ ہندوستان میں بندگانِ چشت نے غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لیے سماع کی ابتداء کی تھی اور تاریخ وسوانح سے اس بات کا بھی ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ بزرگانِ چشت اپنی ذاتی محفلوں میں بھی سماع سے شغف رکھتے تھے۔ لیکن عرصۂ دراز سے غیر مسلموں میں تبلیغ کے لیے اس کا استعمال متروک ہے قائلین قوالی (معہ راگ وموسیقی) اس کا مقصد فضائل اور برکات یہ بتلاتے ہیں قوالی مسلمانوں کی اصلاح وہدایت تعلیم وتربیت کا ایک مفید اور پُرکشش اور موثر ذریعہ ہے۔ اس سے رجوع الی اللہ، قربِ الٰہی اجر وثواب، تقویٰ، اور تزکیۂ نفس کے اعلیٰ مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ غنا اور موسیقی جذبۂ عبودیت کے لیے محرک کا کام کرتی ہے اور اس سے دینی جذبات اور احساسات کو مرتکز اور مجتمع کیا جاسکتا ہے۔ ان ہی اغراض ومقاصد کے تحت آج ہر طرف قوالی کی بڑی کثرت، شہرت اور شور وغوغا ہے۔ کوئی عرس ایسا نہیں جس میں

قوالی نہ ہوتی ہو۔ اس کے علاوہ دینی اور دنیاوی تقاریب اور خاص خاص موقعوں پر علماء، صوفیا اور مشائخ کے مکانوں۔ خانقاہوں اور درگاہوں میں قوالی کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں۔ عموماً یہ عقیدہ پایا جاتا ہے کہ دوکانوں اور نئے مکانوں میں قوالی کرانے سے خیر و برکت حاصل ہوتی ہے!

قوالی مشرق وسطیٰ میں:

ہندوستان کے علاوہ عرب اور مشرق وسطیٰ میں بھی کسی زمانہ میں قوالی کا بڑا زور وشور تھا۔ ان ممالک میں یہود و نصاریٰ بھی آباد ہیں جن کی عبادتوں میں اہل ہنود کی طرح موسیقی اور راگنی کو اہم مقام حاصل ہے۔ ان ممالک کے مسلمانوں نے اہل کتاب سے متاثر ہو کر ان مغضوب اور معتوب اقوام کی اتباع اور نقالی میں اپنے ہاں قوالی کو رائج کر لیا تھا۔ لیکن حافظ ابن تیمیہ رح، حافظ ابن قیم رح علامہ عماد الدین ابن کثیر رح، حضرت محمد بن عبدالوہاب نجدی رح اور مولانا عبدالعزیز رح فاتح اور والی سعودی عربیہ، علمائے جامعہ ازہر اور اخوان المسلمین وغیرہم کی کوششوں کے نتیجہ میں اب وہاں قوالی کا تقریباً خاتمہ ہو چکا ہے۔

افراط و تفریط:

مسلمانوں کے افراط و تفریط پسند دونوں طبقے موسیقی کے پُرزور حامی ہیں۔ ایک طبقہ جو صوفیا و مشائخ اور ان کے مقلدین پر مشتمل ہے

افراط کی راہ اختیار کیے ہوئے ہے اور دوسرا وہ جو مغرب زدہ تجدّد پسند قوم پرست، سوشلسٹ، کمیونسٹ اور ترقی پسند قسم کے "مسلمانوں" پر مشتمل ہے، اسلام کے معاملہ میں تفریط کی راہ پر گامزن ہے۔ مسلمانوں کے یہ دونوں طبقے مختلف مقاصد اور نقطہ نظر سے موسیقی کو جائز سمجھتے ہیں۔ اوّل الذکر گروہ روحانیت توجہ الی اللہ، حصول تقویٰ اور تزکیۂ نفس کے لیے اور ثانی الذکر اسے ایک جائز تفریح، دنیاوی لطف وسرور اور اسلامی تہذیب وثقافت قرار دیتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ موسیقی ایک فطری اور طبعی چیز ہے جس کی اسلام میں اجازت ہونی چاہیے اور جو لوگ موسیقی کو حرام قرار دیتے ہیں انھیں یہ طبقہ تنگ نظر "مُلّا" کہتا ہے!

قابلِ اعتراض اُمور:

جن بزرگوں نے ہندوستان میں یہاں کے باشندوں کی نفسیات اور مذہبی طور طریق کے پیشِ نظر بطورِ حکمت تبلیغ واشاعتِ دین کی غرض سے اسلام کو منظوم اور پُرکشش انداز میں پیش کیا تھا۔ وہ ماحول اور حالات کے لحاظ سے ان کا اپنا ذاتی اجتہاد اور موقتی اقدام تھا۔ اسلام میں پاکیزہ اور با مقصد شاعری کی اجازت ہے جسے موسیقی کے بغیر صرف ترنّم اور خوش الحانی سے پڑھا جا سکتا ہے۔ اس لیے اس کی غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام کی خاطر اجازت ہو سکتی ہے اور ستھرے ذوق اور وجدان کی تسکین بھی حاصل کی جا سکتی ہے۔ لیکن سماع کو عمومی اور دائمی طور پر اصلاح وہدایت کا وسیلہ اور طریقہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ جن بزرگوں نے سماع بلا موسیقی کو مسلمانوں کی اصلاح وہدایت کا

کا ذریعہ بنایا، انھوں نے بلاشبہ ایک غلطی کی اور الٰہی و نبوی ۳ طریقوں کے علاوہ ایک اور نئے طریقہ کا اختراع و اضافہ کیا جس کی نہ اسلام میں ضرورت ہے اور نہ اجازت! مزید براں ان بزرگوں کے سماع میں اگرچہ کہ سازوں اور موسیقی کا وجود نہ تھا اور ہمارے اسلاف ان چیزوں کو متفقہ طور پر حرام اور نفس انسانی کے لیے مضر ہی سمجھتے تھے۔ تاہم ان کے سماع میں راگ کی آمیزش ضرور تھی، یہ اور بات ہے کہ اکثر بزرگوں نے راگ سے اختلاف کیا اور اسے بھی ناجائز ہی قرار دیا۔

مروجہ قوالی کے تمام اجزاء حرام، مضر اور منافی اسلام ہیں جو امور سب سے زیادہ سنگین اور قابل اعتراض ہیں وہ :

(۱) غالی اور مشرکانہ اشعار (۲) راگ۔ گانا (۳) موسیقی (۴) قوالوں کی غیر شرعی حیثیت۔ (۵) اور ہر قسم کے سامعین ہیں اس لیے مروجہ قوالی صرف اسی صورت میں جائز ہو سکتی ہے جبکہ قرآن و سنت اور اسوۂ صحابہ سے دینی شعار کو۔ گانے بجانے کے انداز میں۔ موسیقی کے ساتھ۔۔ رجوع الی اللہ اور تزکیۂ نفس کی نیت اور مقصد کے تحت سننے سنانے کا ثبوت فراہم ہو۔ لیکن قوالی اور اس کے ان متعلقات کو جائز اور مفید ثابت کرنا ایسا ہی ناممکن ہے جیسا کہ شراب جوئے اور زنا کو جائز اور مفید قرار دینا!

مغالطے اور وضاحتیں :

قائلین قوالی نے قوالی کو جائز، مسنون اور مفید ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور اس سلسلہ میں کافی خلا بازیوں

دھاندلیوں اور علمی مکروفریب کے مرتکب ہوئے اور بھولے و ناواقف عوام کو بے وقوف بنانے اور گمراہ کرنے کی ناروا کوشش کی ہے۔ ہم اللہ کے فضل و توفیق سے اس سلسلہ کے تمام مغالطوں، خیانتوں اور غلط فہمیوں کا بھرپور ازالہ کرنے، جہالت، ضلالت اور شرارت کا پردہ چاک کرنے اور قرآن و سنت، اسوۂ صحابہ، ائمۂ فقہ اور علمائے حقانی پر مشتمل صحیح علم و ہدایت اور کافی، شافی اور وافی دلائل و شواہد پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں گے!

حق و باطل کی کسوٹی:

قبل اس کے کہ قوالی اور اس کے متعلقات کی حرمت اور مضرت کے دلائل و شواہد پیش کیے جائیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں حق و باطل کے ایک معیار اور کسوٹی کو متعین کر لیا جائے اور اختلافات اور گمراہی کے دور میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے راہِ حق اور صراطِ مستقیم کی دریافت کا جو اصول اور طریقہ مقرر فرمایا ہے اور اس سلسلے میں جو ہدایت و رہنمائی کی گئی ہے، اسے ملحوظ رکھا اور ان ہی خطوط پر غور و تحقیق کی جائے!

یہ ایک عام بات ہے کہ جب کوئی طریقہ یا عمل کسی قوم یا خاندان میں رواج پذیر ہوتا ہے تو وہ اسی قوم یا خاندان کا طریقہ سمجھا جاتا ہے اگر اس کو عبادت کا رنگ دے دیا جائے تو ایک مذہبی اور مقدس چیز سمجھی جاتی ہے۔ قوالی کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ قوالی کا مسلم معاشرہ میں وہ شور و غوغا ہے کہ غیر مسلم اس کو مسلمانوں کا ایک مذہبی شعار اور

طریقہ سمجھتے ہیں اور وہ مسلمان جو علمی و فکری لحاظ سے پست، گم راہ علما اور مرشدوں کی اندھی تقلید، ذہنی غلامی، جاہلانہ عقیدت اور غلوِ محبت میں گرفتار ہیں اور جنھیں اتنی صلاحیت، فرصت اور توفیق حاصل نہیں کہ مروجہ عقائد و اعمال کے اسلامی یا غیر اسلامی، حق و باطل ہونے کی تحقیق و جستجو کرسکیں، وہ خود بھی اس فریب اور مغالطے کا شکار ہیں۔ ان کے حاشیہ خیال میں بھی قوالی کی حرمت اور مضرت کا تصور نہیں آسکتا۔ اس لیے کہ ان کے بڑوں اور بزرگوں نے یہ مغالطہ دیا کہ قوالی کا جواز اور اس کی افادیت قرآن و حدیث، اسوۂ صحابہ اور طریقۂ اولیا سے ثابت ہے۔ حالاں کہ یہ ایک سفید جھوٹ ہے۔!

دلیل شرعی:

یوں تو ہر باطل فرقے اور گم راہ عمل کے جواز و تائید میں قرآن و حدیث سے دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ان کا جو مفہوم اخذ کیا جاتا اور ان سے جو مراد لی جاتی ہے وہ کہاں تک مبنی بر حق ہے۔ علمائے سوء قوالی کی تائید کے دوران خلط مبحث کرتے، مغالطے دیتے اور کچھ ایسی تاویلات پیش کرتے ہیں کہ کم علم اور بے بصیرت عوام کا ان سے دھوکہ کھاجانا ایک فطری امر ہے!

لیکن اللہ اور اس کے رسول نے اختلافاتِ امت اور دورِ ضلالت میں ایک ایسا معیار اور کسوٹی عنایت فرمادی ہے کہ حق و باطل میں تمیز اور فرق بآسانی کیا جاسکتا ہے اور گم راہ علما و مشائخ کی تمام باطل تاویلات اور نامعقول دلائل دھرے کے دھرے رہ

جاتے اور وہ خود اپنے بنائے اور پھیلائے ہوئے جال میں گرفتار ہو جاتے ہیں ـــ!

یوں تو ہر معاملہ میں قرآن و سنّت کی طرف رجوع کرنے اور اس مآخذ دین، سرچشمۂ ہدایت اور دلیل شرعی کو حجت بنانے کی ہدایت دی گئی ہے کہ جب کسی مسئلہ میں نزاع اور اختلاف واقع ہو تو پہلے قرآن میں اس کی حلت و حرمت کی تحقیق کی جائے اور اس کے بعد حدیث یا سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کیا جائے۔ لیکن اختلافات اور دورپر فتن میں خاص طور پر خلفاء راشدین اور صحابۂ کرام کی روش اور ان کے اجتماعی اسوہ و عمل کو دریافت کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔!

اجماع صحابہ کی اہمیت :

اس دورِ اختلافات میں حق و باطل کی تمیز کا ایک آسان اور عام فہم طریقہ بھی یہی ہے کہ نزاعی امور کے بارے میں تحقیق کی جائے کہ آیا اس کا وجود دور خلفاء راشدین اور صحابہ کرام میں تھا یا نہیں؟۔ روشِ صحابہ، قرآن و سنت پر عمل کا ایک مکمل معیاری اور بہترین نمونہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لیے ذکر و عبادت، تزکیۂ نفس اور رجوع اِلَی اللہ کا ہر وہ طریقہ جو دور صحابہ میں موجود نہ تھا اور آج موجود ہے تو وہ بلا تکلّف رد کرنے، باطل قرار دینے اور دیوار پر دے مارنے کے لائق ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلے میں ارشاد فرماتے ہیں:

"تحقیق کہ جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا قریب ہے کہ وہ

کثیر اختلافات دیکھے گا ایسے اختلافات کے زمانے میں تم پر لازم ہے کہ میرا اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کا طریقہ اختیار کرو اسی پر جمے رہو اور اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑے رہو۔"

(احمد ابوداؤد، ترمذی)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضؓ بیان کرتے ہیں:

"تم میں جس کو اقتداء کرنا ہو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہی کی اقتدا کرے ۔۔۔۔ اسی لیے خدا تعالیٰ نے اس سے بہترین جماعت کو اپنے آخری رسول صؐ کی صحبت اور دین کی حفاظت کے لیے انتخاب کیا تھا اس لیے تم بھی ان کی بزرگی اور مقام کو پہچانو اور ان کے ہی نقشِ قدم پر چلو، کیوں کہ وہ سیدھے اور صاف راستہ پر تھے۔"

(مشکوٰۃ - الموافقات - شاطبی رحؒ)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحؒ فرماتے ہیں:

"میری امت کے لیے بڑی بلا وہ لوگ ہوں گے جو اپنے دین کے کاموں کو اپنے فکروں پر قیاس کرتے ہیں اور حلال کو حرام کرتے ہیں اور حرام کو حلال کرتے ہیں (آپ ہدایت یافتہ اور ناجی گروہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ) صحابہ کرام رضؓ نے رسول اللہؐ سے دریافت کیا کہ اس

گروہ کی صفت کیا ہے؟" حضورؐ نے فرمایا کہ وہ لوگ اس طرح عمل کریں گے جیسے کہ میں اور میرے اصحاب کرتے ہیں۔"

(غنیۃ الطالبین)

حضرت امام غزالی رحؒ بیان کرتے ہیں:۔

"جو بات صالحین صحابہ رضؓ سے ثابت نہ ہو۔ اسی نئی بات پر ایک زمانہ کا اتفاق ہونا بھی تجھے دھوکہ میں نہ ڈال دے اور تو اسی طریقہ سلف پر مضبوطی اختیار کرے۔ اللہ تیرا مددگار ہے۔" (فتاویٰ عالمگیری، جلد اوّل)

مذکورہ احادیث اور علمائے حق کی تصریحات کی روشنی میں اگر قوالی کی تحقیق کی جائے تو نتیجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں برآمد ہوگا کہ نہ صرف قرآن وسنت میں قوالی کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں بلکہ آثار صحابہ سے بھی قوّالی کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں بلکہ آثار صحابہ سے بھی قوّالی اور اس کے اجزا راگ اور موسیقی کی حرمت، مذمّت اور مضرّت ہی ثابت ہوتی ہے۔ بنیادی اہمیت کے حامل عقائد اور مسائل کی تحقیق و جستجو سے متعلق یہ وہ اہم حکم اور ہدایت ہے جسے تسلیم کیے بغیر مفر نہیں۔ اس اصول اور قاعدہ کو نظر انداز کر کے من مانی طور پر اگر مسائل طے کر لیے جائیں تو حاصل نتیجہ جو کچھ بھی ہوگا اس پر باطل اور گمراہی کا اطلاق ہوگا!

بزرگوں کا عمل حجّت نہیں:

اس علم اور ہدایت کی روشنی میں علما اور بزرگوں کا وہ طرزِ فکر

وعمل جس کی تائید وتصدیق قرآن وسنت سے حاصل نہ ہو اور جس کی شہادت اور نظیر دورِ خلفا وصحابہ میں بھی نہ ملتی ہو وہ اسلام میں حجت اور قابلِ تقلید نہیں، بلکہ قابلِ رد اور لائق اصلاح ہے۔ اس سلسلہ میں ہمارا یہ تصور ہونا چاہیے کہ علما اور بزرگوں سے غلطی کا صدور ممکن ہے اور ہمارے لیے وہی کافی ہے جو ماخذِ دین اور دلیلِ شرعی سے حاصل ہو۔

کشف وکرامات، ولایت اور حقانیت کی دلیل نہیں۔ یہ خیال کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا کہ ایک بات دلیل شرعی کی رو سے حرام قرار پاتی ہو تو اسے کسی کے کشف وکرامت سے متاثر ہو کر جائز سمجھ لی جائے کہ صاحبِ کرامت سے کسی غیر اسلامی عمل کا صدور ناممکن ہے حضرت بایزید بسطامیؒ اور دیگر جلیل القدر علماء اور بزرگوں کا یہ کہنا ہے کہ اگر تم کسی کو پانی پر چلتے، ہوا میں اڑتے اور آگ پر دوڑتے ہوئے بھی دیکھو تو اس کی بات پر اس وقت تک عمل نہ کرو جب تک کہ اس کی تائید وتصدیق ماخذِ دین وشریعت سے نہ حاصل ہو جائے۔ صاحب کرامت معصوم نہیں ہو جاتے کہ ان سے کوئی خلاف اسلام امر سرزد نہ ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو قرآن، سنت اور اجماع صحابہ کے بعد صاحب کرامت بزرگ کا عمل بھی حجت اور معیار حق قرار پاتا!

یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ گم راہ علماء ومشائخ کی طرف ان کے اندھے معتقدین اپنے بزرگوں کی عزت اور شہرت کی خاطر بہت ساری فرضی کرامات منسوب کر دیے اور اس بنیاد پر اکڑتے پھرتے ہیں کہ ہمارے پیر ومرشد سے تو ایسی ایسی کرامات واقع ہوئی ہیں۔ بھلا ان کا

علم اور عمل کیسے خلافِ اسلام ہو سکتا ہے؟ حالانکہ یہ ایک انتہائی عامیانہ اور جاہلانہ طرزِ فکر ہے۔ اگر ان کے ہاں قرآن و سنت کو فوقیت اور اہمیت حاصل ہوتی تو وہ یوں اسلام پر اپنے پیر کا طریقہ لاگو نہ کرتے بلکہ اپنے پیر پر اور خود اپنے آپ پر شرعی علوم اور طریقوں کو جاری و نافذ کرتے!

اس میں شک نہیں کہ باپ دادا کے طریقوں، خاندانی اور موروثی رسموں اور ان علما اور بزرگوں کے طریقوں کو چھوڑتے دل آسانی سے آمادہ نہیں ہوتا جن سے انسان کو عقیدت اور محبت ہوتی ہے لیکن ظاہر ہے کہ یہ ایمان اور اسلام کا اوّلین تقاضہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی تعلیم اور ہدایت کے خلاف اور متضاد کسی کے طریقے کو فوقیت نہ دی جائے۔ خواہ وہ کتنے ہی بڑے بزرگ کا پیش کردہ ہو اور خواہ اسے مسلمانوں کی غالب ترین اکثریت اختیار کیے ہوئے ہو!

●●

فصل (۲)

حجۃ اللہ البالغہ

حرمتِ راگ وساز پر قرآنی دلائل :-

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

"انسانوں ہی میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو (لہو الحدیث) یعنی کلام دل فریب (یا کھیل تماشے کی باتیں) خرید کر لاتا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستہ سے علم کے بغیر بھٹکا دے اور اس راستے کی دعوت کو مذاق میں اڑا دے ۔"

(لقمان آیت - ٦)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ سے مذکورہ آیت کے بارے میں پوچھا گیا کہ "لہو الحدیث" سے کیا مراد ہے ؟ انھوں نے تین مرتبہ زور دے کر فرمایا :

"ھو واللہ الغناء ----- خدا کی قسم اس سے مراد گانا ہے ۔"

(ابن جریر - حاکم اور بیہقی)

حضرت ابن عباس رضؓ سے اللہ عزّ وجلّ کے اس قول (لھوالحدیث) کی تفسیر

میں مروی ہے کہ اس سے مراد غنا، (گانا۔ راگ) اور اس قسم کی باتیں ہیں
(الادب المفرد۔ امام بخاریؒ)

یہاں یہ بات واضح رہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ کو پوری امت مسلمہ میں قرآن دانی و قرآن فہمی میں درجہ اول کی حیثیت حاصل ہے۔!

حضرت امامہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ گانے والی لونڈی کو نہ بیچا کرو اور نہ انھیں خریدا کرو اور نہ انھیں گانا سکھایا کرو۔ ان کی قیمت حرام ہے اور ایسی ہی باتوں میں (لہو الحدیث والی آیت) نازل ہوئی"۔ (احمد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ اور مشکوۃ)

اکثر علماء اور مفسرین نے مذکورہ آیت کو گانے۔ اور باجے وغیرہ کی حرمت میں پیش فرمایا ہے جن میں حضرت مجاہدؒ۔ حضرت جابرؓ حضرت عکرمہؓ۔ حضرت سعید بن جبیرؓ۔ حضرت قتادہؓ۔ حضرت حسن بصریؒ۔ حضرت ابن جریرؒ۔ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ۔ حضرت امام ابن تیمیہؒ۔ حضرت امام ابن کثیر۔ حضرت سید محمود آلوسی بغدادیؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے بعض حضرات کے تفصیلی بیانات انشاء اللہ آگے آئیں گے۔ صرف چند بزرگوں کی تصریحات یہاں پیش کی جاتی ہیں:

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ لکھتے ہیں:

"بعض مفسرین نے قول خدائے عزّ وجلّ، "ومن الناس من یشتری لہو الحدیث کی یہ تفسیر فرمائی ہے،" اور بعض لوگ وہ ہیں کہ مول لیتے ہیں سخن بیہودہ جس سے مراد سرود

اور اشعار ہیں اور بعض احادیث میں ہے کہ سرود اگاتا ہے درخت نفاق کا بیج دل کے جیسے کہ سیلاب سبزہ کو اگاتا ہے۔ حضرت شبلیؒ پوچھا گیا کہ گانا سننا درست ہے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ وہ ایسی چیز ہے جو ہدایت سے گم راہی کی طرف پھیر دیتی ہے۔

سرود اس لیے مکروہ ہے کہ اس کے سننے سے طبیعت میں سوزش اور شہوت نفسانی اور عورتوں کی طرف رغبت اور نفسانی اور بے عقلی اور خوش حالی وسبکی اور خواری پیدا ہوتی ہے۔" (غنیۃ الطالبین)

علامہ ابن الجوزی رحؒ نے بھی تلبیس ابلیس میں لہوالحدیث سے غناء گانا مراد لیا ہے۔

حافظ عمادالدین ابن کثیر رحؒ لہوالحدیث کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ فرماتے ہیں کہ:

خدا کی قسم اس سے مراد گانا اور راگ ہے۔ آپ سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے تین دفعہ قسم کھا کر فرمایا کہ اس سے مقصود گانا راگ و راگنیاں ہیں۔ یہی قول حضرت ابن عباس رضؓ۔ حضرت عکرمہ۔ حضرت سعید بن جبیر رضؓ۔ حضرت مجاہد رضؓ۔ حضرت مکحول حضرت حسن بصری۔ حضرت عمرو بن شعیب، حضرت علی بن یزیمہ رحمۃ اللہ علیہم کا ہے۔ حضرت حسن بصری رحؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت راگ، گانے اور باجے کے بارے اتری ہے۔"

قتادہ رضؓ فرماتے ہیں کہ انسان کی یہی گمراہی کافی ہے کہ

وہ باطل کی بات کو حق بات پر پسند کرے اور نقصان کی چیز کو نفع کی بات پر مقدم کرلے۔" (تفسیر ابن کثیر سورہ لقمان آیت ۔۶)

اس تفسیر سے اس حقیقت کی وضاحت ہوتی ہے کہ نہ صرف راگ اور گانا اسلام میں حرام ہے بلکہ مضر بھی ــــ ایک ایسی چیز جس کو خدا نے حرام قرار دیا اور جس سے وہ سختی سے منع فرمایا ہے ــــ اس کے ذریعے ہدایت اور افادیت کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ جو چیز حرام ہے وہ یقیناً انسانیت کے لیے نقصان رساں ہی ہوگی۔!

علامہ عبدالحق حقانی رح نے بھی اپنی تفسیر حقانی "میں لہوالحدیث کے بارے میں اچھا مواد پیش فرمایا ہے۔ وہ عربی کی ایک قدیم معروف اور مستند تفسیر "مدارک" کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضا اور حضرت ابن مسعود رض قسم کھا کر کہتے تھے کہ "لہوالحدیث" سے مراد راگ ہے"۔ علامہ قرطبی رح کہتے ہیں لہوالحدیث کی تفسیر میں جو عمدہ بات کہی گئی ہے یہ ہے کہ اس سے مراد راگ ہے۔ اور یہی صحابہ اور تابعین کا قول ہے اور بخاری نے الادب المفرد" میں حضرت عبداللہ بن مسعود رض سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد غنا یعنی راگ و گانا ہے۔ اس کو وہ قسم کھا کر کہتے تھے۔ علامہ طبری رح کہتے ہیں کہ علما امصار راگ کے ممنوع اور مکروہ ہونے پر متفق ہیں ــــ اور بہت سے علما کے نزدیک راگ بھی قطعاً اس میں داخل ہے اور ستار، سارنگی وغیرہ تو بالاتفاق حرام ہیں۔ فقہا و محدثین کا اس پر اتفاق ہے۔"

(تفسیر حقانی ۔ سورہ لقمان)

سورہ انفال کی یہ آیت بھی قائلین اور شائقین قوالی پر پوری طرح چسپاں ہوتی ہے:

اور خانہ کعبہ میں ان کی نماز اس کے سوا اور کیا تھی کہ سیٹیاں بجانا اور تالیاں پیٹنا" (آیت ۳۵)

آیت سے صاف ظاہر ہے کہ مشرکین کسی خاص موقع پر ہی (کسی لڑکی یا دیوانے کو دیکھ کر) سیٹیاں اور تالیاں نہیں بجایا کرتے تھے بلکہ ان کے اس عمل کا ذکر خانہ کعبہ کے طواف اور مراسم عبادت ادا کرنے کے سلسلہ میں کیا جا رہا ہے گویا کہ وہ ان اُمور کو عبادت میں خشوع اور رجوع الی اللہ کا ایک اہم ذریعہ سمجھتے تھے اور قوالی کے قائلین کا بھی یہی تصور ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہر دور کے مشرکین کے ہاں گانے اور موسیقی کو عبادت میں ایک خاص مقام حاصل رہا ہے اور آج کے مشرکین، اہل ہنود اور اہل کتاب وغیرہ میں بھی یہ چیز دیکھی جا سکتی ہے۔ درحقیقت انسان کی گھڑی ہوئی اور مشرکانہ عبادتوں میں کوئی جان، اثر انگیزی اور کشش نہیں پائی جاتی۔ اس لیے ان میں جان ڈالنے اور اثر پیدا کرنے کے لیے راگ اور موسیقی جیسی پرکشش اور دل رُبا چیزوں کا سہارا لیا جاتا ہے۔ سورۂ انفال کی زیرِ گفتگو آیت کی تفسیر میں علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحؒ لکھتے ہیں:

"عرب جاہلیت میں برہنہ طواف کرتے تھے۔ انگلیوں میں انگلیاں ڈالے ہوئے سیٹی بھی بجاتے تھے اور تالیاں بھی پیٹتے جاتے تھے۔" (تفسیر روح المعانی)

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

یہود کے تجدد پسند طبقہ نے عبادت میں موسیقی کا خاص طور پر اہتمام کیا ہے اور نماز کے لیے مخصوص آہنگ اور نغمے وضع کیے ہیں تاکہ

یہ عبادت دلوں میں اچھی طرح اُتر سکے اور اپنا اثر کر سکے۔ یہودیوں کی نماز میں گانے اور موسیقی کی آمیزش نے نماز کے اہم اجزا اور اس کے مقاصد کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ تجدّد پسند اور قدامت پرست دونوں قسم کے افراد عبادت کی روح سے خالی اور محروم ہو گئے اور یہ سب ان نغموں اور سُروں کی وجہ سے ہے جس کو اس فن کے ماہرین نے جو خود یہودی پسند تھے۔ وضع کیا تھا اور جو یہودی ہیکلوں اور عبادات کی شکلوں پر ہولناک حد تک چھا گئے تھے۔"

([illegible] of Life)

مولانائے محترم "عیسائیوں کے پروٹسٹنٹ فرقہ میں نماز کا طریقہ" کے زیرِ عنوان لکھتے ہیں کہ:

"ان کی دعاؤں کے سارے صیغے ترانوں اور گانوں کی شکل میں ہیں اور ہر دعا کی لے اور آہنگ جدا اور مقرر ہے۔"

(ارکان اربعہ ص ۹۰)

چنانچہ تحریف شدہ زبور میں ہے:

"نرسنگے کی آواز کے ساتھ خدا کی حمد کرو۔ بربط اور ستار پر اس کی حمد کرو۔ تار دار سازوں اور بانسری کے ساتھ اس کی حمد کرو۔ زور سے جھنجھناتی جھانجھ کے ساتھ اس کی حمد کرو۔" (زبور ۱۵۰ آیت ۳ تا ۵)

"انجلیکانی کلیسا کی نماز میں عبادت سے پہلے گھنٹیاں بجائی جاتی ہیں۔ یہ نماز اور "ایمان کا کلمہ" ترانے اور کورس کے انداز میں پڑھا جاتا ہے۔" (ارکان اربعہ)

علامہ حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ "قرآن یہود کی اصل تو حضرت موسیٰ ع سے ملتی ہے کہ ڈھول بجانا ان کے عہد میں ثابت ہے۔ لیکن ناقوس نصاریٰ کی بدعت ہے..... اسلامی عبادات سکون و سکینت وقار و متانت سنجیدگی اور برگزیدگی کا نمونہ ہیں جبکہ عہدِ جاہلی اور عہدِ جدید کی قوموں میں بھی عبادت میں شور و شغف پایا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے کہ جاہلیت کی نماز تالیاں اور سیٹیاں بجانے کا نام تھا۔ لیکن اسلام نے دوسرا طرز اختیار کیا۔ حضرت قیس بن عبادہ۔ صحابہ کرام کا حال بتاتے ہیں کہ وہ ذکر کے وقت آواز کو پست رکھتے تھے۔ جنگ و جدال اور جنازہ کے وقت بھی وہ خاموشی اور سکون پسند کرتے تھے۔" (اقتضاء الصراط المستقیم)

یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں کی موسیقی نوازی پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رقم طراز ہیں:

"اگر ان دل سوز گانوں، پر سوز موسیقی اور ان دل نواز تالیوں سے بعض لوگوں کے خیال کے مطابق دلوں میں کچھ محبت و گداز ضرور پیدا ہوتا ہے تو دوسری طرف ان سے خشوع و خضوع سکینت و طمانیت اور وقار و سنجیدگی کے مقصد کو جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے بے حد ضروری ہے۔ بڑا نقصان پہنچایا ہے۔" (ارکان اربعہ)

اہلِ کتاب کی طرح اہلِ ہنود میں بھی عبادت میں گانے اور موسیقی کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور قوالی کے قائلین حقیقت میں ان مشرکانہ مذاہب کے اس باطل طریقہ سے بری طرح متاثر ہیں اور مروجہ قوالی ان ہی گم راہ اقوام و مذاہب کی نقالی اور اندھی تقلید کا مظہر اور کامل چربہ ہے۔!

اسلام جیسے پاکیزہ ستھرے۔ سنجیدہ اور سیدھے سادھے دین سے اس کا کوئی جوڑ اور تعلق نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اس سلسلہ میں وضاحت فرماتے ہیں:

"پہلی چیز موسیقی اور گانے سے حد سے بڑھی ہوئی دلچسپی ہے مشکل سے کوئی مندر اور معبد خاص طریقے سے تالی پیٹنے اور گانے بجانے سے خالی ملے گا۔ (اور آج ہر درگاہ خانقاہ اور عاشور خانے کا بھی یہی حال ہے)

موسیقی اور گانے ہندو مذہب کے خمیر میں شامل ہیں اس نظام میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ ہندو مذہب کے فلسفیوں پنڈتوں اور پروہتوں نے پوجا کرنے والوں میں سوز و گداز پیدا کرنے کے لیے ہمیشہ اس کا سہارا لیا۔ درحقیقت اس میں وہ تمام مذاہب شامل ہیں جو انسانی تجربات پر اپنی اساس رکھتے ہیں اور تحریف کا شکار ہو چکے ہیں اور ان میں شرک داخل ہو گیا ہے۔" (ارکان اربعہ)

دور رسالت، دور صحابہ اور تابعین میں گانا، راگ اور موسیقی کو غیر اسلامی سمجھا جاتا تھا جبکہ یہودیت، عیسائیت اور ہندو مت میں گانے اور موسیقی کو اہم مقام حاصل ہے۔ اب جبکہ مسلمانوں میں اسلام کے صدر اول اور دور ہدایت کے بعد گانوں، راگوں اور سازوں کا رواج شروع ہوا تو سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ یہ اسلامی چیز نہیں بلکہ مذکورہ مذاہب سے اخذ کردہ اور درآمد شدہ ہے اور مسلمانوں نے تزکیۂ نفس اور اصلاح باطن کے لیے

گانے بجانے کے فن کو اہلِ کتاب اور اہل ہنود ہی سے سیکھا ہے۔ صحابہؓ اور تابعین کے دور میں مسلمان گانے بجانے کے فن اور ذوق سے نابلد اور اس کی افادیت اور ثواب سے قطعی لاعلم اور بے خبر تھے!

طبرانی کی حدیث ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ "شیطان نے کہا اے رب! میرے لیے ایک گھر خاص کر دے۔ اللہ نے فرمایا: "تیرا گھر حمام ہے"۔ شیطان نے کہا: "میرے لیے ایک قرآن بنا دے" (قرآن کے لفظی معنی ہیں وہ کلام جو بار بار پڑھا جائے) اس پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا "تیرا قرآن شعر ہے" اس نے کہا: "میرے لیے ایک موذن مقرر کر دے"۔ تیرا موذن مزمار (یعنی آلات موسیقی) ہے"۔ اور اللہ تعالیٰ نے شیطان کو مخاطب کر کے فرمایا: "ان میں سے جس کسی کو تو اپنی صدائیں سنا کر بہکا سکتا بہکانے کی کوشش کر لے اپنے لشکر کے سواروں اور پیادوں سے حملہ کر کے دیکھ لے"۔

(بنی اسرائیل - ۶۴)

شیطان کی آواز کی تفسیر میں منقول ہے کہ وہ گانا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"مجھے دو احمق اور فاجر آوازوں سے منع کر دیا گیا ہے۔ لہو ولعب اور مزامیر شیطان کی آواز اور مصیبت اور گریباں پھاڑنے اور جاہلیت کے نعروں کی آواز"۔

(بحوالہ "وجد و سماع" از امام ابن تیمیہؒ)

اس حدیث کی تائید درج ذیل روایت سے ہو جاتی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

"دو آوازیں دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں۔ ایک مزمار کی آواز گانے میں، دوسرے چلّانے کی آواز مصیبت میں" (بیہقی)

متذکرہ قرآنی آیات کا مفہوم احادیث نبویؐ اور سلف صالحین کی تصریحات سے متعین اور واضح ہو جاتا ہے۔ جن سے گانے اور باجے وغیرہ قطعی حرام قرار پاتے ہیں۔ اس طرح یہ بات بھی کہ قوّالی کی مخالفت صرف اس دور کے وہابی اور دیوبندی ہی کرتے ہیں، شرعی اور تاریخی حیثیت سے غلط قرار پاتی ہے! یہ تو تھیں اجزائے قوّالی، راگوں، گانوں اور سازوں کی حرمت، مذمت اور مخالفت میں چند آیات قرآنی۔ اب ہم اس سلسلہ میں احادیث نبوی پیش کرتے ہیں:

کھانا۔ پینا۔ گانا بجانا

علامہ طیب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند نے ایک محفل میں ارشاد فرمایا! "یوں تو بدعتی، اختراعی اور بریلوی فکر و عمل کی وضاحت کے لیے ایک طویل دفتر درکار ہے۔ لیکن کھانا، پینا، گانا اور بجانا قبوری شریعت کے جلی عنوانات اہم ترین سرگرمیاں اور مرغوب و محبوب مشاغل ہیں۔!

فصل (۳)

سُنّتِ رسول اللہ

ایک اہم مسئلہ کی وضاحت :

دو چار نہیں بلکہ کثیر اور صحیح احادیث سے، مبہم اور غیر واضح نہیں بلکہ صاف اور صریح طور پر قوالی کے مرکزی اور اہم اجزاء، راگ، گانا اور موسیقی کی حرمت اور مذمت ثابت ہوتی ہے۔ لیکن احادیث پیش کرنے سے قبل ایک اہم بات کی وضاحت ضروری ہے۔

بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ حرام وہی ہے جسے اللہ نے قرآن میں حرام قرار دیا ہے۔ چونکہ راگ اور موسیقی کی حرمت کا ذکر قرآن میں نہیں، اس لیے حرام نہیں کہا جا سکتا۔" —— حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے بھی وحیٔ الٰہی اور خدا کے حکم و ہدایت کے مطابق بعض چیزوں کو حرام قرار دیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ خود قرآن سے بھی غنا اور موسیقی کی حرمت ثابت ہے، جس کی گذشتہ صفحات میں وضاحت کر دی گئی۔ وہ وحی جو قرآن میں نہیں اور جس کی باضابطہ تلاوت نہیں کی جاتی "وحی غیر متلو" کہلاتی ہے۔ جو احادیث کی صورت میں محفوظ ہے۔ البتہ حضور ان چیزوں کو حرام نہیں قرار دیا جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جائز قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں

ارشادِ الٰہی ہے:

"اور جو کچھ تم کو رسولؐ دیں اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو اور جس سے منع کریں اس سے رُک جاؤ۔" (حشر ع ۴)

اور خود حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں:

"تم میں سے ایک شخص اپنے گاؤ تکیہ پر ٹیک لگائے یہ گمان کرے گا کہ اللہ نے صرف انھیں چیزوں کو حرام کیا ہے جو قرآن میں ہیں۔ خبردار — ! اللہ کی قسم بے شک میں نے بھی بہت سی چیزوں کا حکم دیا اور نصیحت کی اور بہت سی چیزوں سے منع کیا ہے اور یہ بھی قرآن جیسی ہیں۔" (ابوداؤد۔ مشکوٰۃ)

چنانچہ متعدد ایسی احادیث ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض سازوں اور باجوں کی حرمت کا ذکر فرمایا ہے۔ ان الفاظ اور وضاحت کے ساتھ کہ اسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔

حرمتِ غنا و موسیقی:

حضرت سعید بن عبادہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"بے شک میرے رب نے فرمایا مجھ پر شراب اور قمار اور طنبورہ اور ڈھولک" (بیہقی۔ مشکوٰۃ)

حضرت ابنِ عباس رضؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے حرام کی شراب اور جوا اور کوبہ اور فرمایا کہ جو چیز نشہ کرے حرام ہے۔" (مشکوٰۃ)

کوبہ اس باجہ کو کہتے ہیں جو دونوں طرف سے منڈھا ہوا ہوتا ہے جیسے ڈھول ڈھولک اور ڈوروغیرہ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جیسے شراب، جوا اور ان کے اقسام حرام ہیں اسی طرح ڈھولک کی قسم کے باجے بجانا اور سننا حرام ہے۔ اور ان سازوں اور باجوں کے بغیر قوالی کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا! حضرت اُسامہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صؐ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے مجھے سارے عالموں پر رحمت اور ہدایت کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور حکم دیا ہے مجھ کو اللہ تعالےٰ نے "تار" کے باجوں اور "نے" کے باجوں کے دفع کرنے اور بتوں اور صلیب کو دفع کرنے اور نادانی کے کاموں کے دفع کرنے کا۔" (احمد۔ مشکوٰۃ)

ایسی ہی ایک اور حدیث ہے:

"اللہ نے مجھے سارے عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور مجھے حکم فرمایا ہے کہ مزامیر اور رباب (آلاتِ موسیقی) میں آگ لگا دوں۔" (احمد)

ان احادیث کی رو سے اسلام میں تار کے باجے جیسے ستار، طنبورہ، سرود سارنگی، بین اور رباب اور "نے" کے باجے، جیسے بانسری، الغوزہ شہنائی سرنائی وغیرہ حرام قرار پاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں کہ میرے اس دنیا میں مبعوث کیے جانے کا مقصد ان آلاتِ موسیقی کا خاتمہ کرنا ہے کہ لوگ ان سازوں کو نہ بنائیں، نہ فروخت کریں نہ خریدیں اور نہ بجائیں۔ اور نہ سنیں — جس چیز کو مٹانے کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے رسول مقبول صؐ کو مبعوث فرمایا۔ ظاہر ہے کہ وہ مفید نہیں بلکہ مضر اور

غضب الٰہی کا موجب ہوگی۔!

حرام میں افادیت نہیں :

قائلین و شائقین قوالی کے اس استدلال کا بھی ان احادیث سے بخوبی رد ہو جاتا ہے کہ موسیقی کا ناجائز امور میں استعمال حرام اور اس کا مفید استعمال جائز ہے ـــــ حالانکہ مذکورہ احادیث میں شراب اور جوئے کے ساتھ باجوں کی حرمت کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی جس طرح شراب اور جوئے کو اللہ تعالیٰ حرام قرار دیا ہے اسی طرح یہ باجے بھی حرام و ناجائز ہی ہیں۔ سازوں اور موسیقی کی حرمت شراب اور جوئے کی حرمت کے برابر ہے اور جس طرح جوئے اور شراب کا کوئی جائز، نیک، مفید اور مستحسن استعمال نہیں ہو سکتا۔ یہی حال راگ اور موسیقی کا بھی ہے۔ جس طرح شراب جسم میں داخل ہونے کے بعد اس کے اثراتِ بد سے محفوظ نہیں رہا جا سکتا۔ خواہ شراب پیتے وقت اس کا مقصد اور نیت کیسی ہی نیک اور پاک کیوں نہ ہو۔ اسی طرح چاہے موسیقی کو آپ کسی بھی مقصد کے تحت سنیں، اس کے نفس اور اخلاق پر لازماً بُرے اثرات ہی مرتب ہوں گے۔ نیت اور مقصد کے اعتبار سے اشیا کی فطری تاثیر اور ردِ عمل میں کوئی تبدیلی واقعہ نہیں ہو جاتی۔ اس سلسلہ میں ایک حدیث بھی ہے کہ حضور نے فرمایا: اللہ نے حرام چیزوں میں کوئی صحت اور افادیت نہیں رکھی۔" (بخاری)

سنیما، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور ہتھیار وغیرہ کا اچھا یا بُرا، جائز یا ناجائز، مفید یا مضر استعمال آپ کے اختیار میں ہے۔ یہ چیزیں بجائے خود اور

بالذات حرام اور خراب نہیں بلکہ ان کے محل اور نوعیتِ استعمال پر فتویٰ صادر کیا جا سکتا ہے۔ لیکن شراب، جوا، زنا اور موسیقی کا موقع و محل چہ معنیٰ دارد؟ کیا علمائے سوء، بدعت کی ایک قسم حسنہ قرار دینے اور موسیقی جیسی حرام شے کی افادیت ثابت کرنے کے بعد شراب، جوئے اور زنا کی کی بھی کوئی قسم حسنہ اور مفید ثابت کرنا چاہتے ہیں؟

چند مزید احادیث:

غنا اور موسیقی کی حرمت، مذمت اور مضرت کے سلسلے میں چند اور احادیث ملاحظہ فرمائیے:

"حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پینے، جوا کھیلنے سے منع فرمایا ہے اور نرد و شطرنج اور نقارہ اور بربط سے بھی منع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہر نشہ کرنے والی چیز حرام ہے۔" (ابوداود۔ مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے۔ راستے میں کسی چرواہے کی بانسری کی آواز سنائی دی۔ حضورؐ نے فوراً وہ راستہ چھوڑ دیا اور دور ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ آواز کا آنا بند ہو گیا۔" —— اس حدیث کی تائید اور وضاحت درجِ ذیل حدیث سے ہو جاتی ہے:

"حضرت نافع رضؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ تھا۔ ایک راہ میں انھوں نے ایک باجا

سنا تو اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں میں ڈال کر چلا گئے اور مجھ سے کہا کہ اے نافع رضؓ ____ تو کچھ سنتا ہے؟ ____ تو میں نے کہا کہ "نہیں" ____ تب انھوں نے اپنی دونوں انگلیاں دونوں کانوں سے نکالی اور کہا کہ میں ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تو انھوں نے بانسری کی آواز سنی اور ایسا کیا، جیسا کہ میں نے کیا تھا۔

(احمد۔ابوداؤد۔مشکوٰہ)

اس حدیث کی شرح میں علامہ جلال الدین سیوطی رحؒ المتوفی ۹۱۱ھ "عون المعبود" میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی متابعت کو تائید میں مسند ابو الیعلیٰ اور طبرانی کی روایات بھی موجود ہیں۔!

حضرت مجاہدرحؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ابن عمر رضؓ کے ہمراہ تھا راستہ میں کہیں سے طبل کی آواز (ان کے کانوں میں آئی) آپ فوراً اپنے کانوں میں انگلیاں دے کر دوسری طرف ہو لیے اور مجھ سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک بار ایسا ہی کیا تھا۔ (ابن ماجہ)

ان احادیث سے اس حقیقت کی وضاحت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضؓ ہلکی اور معمولی موسیقی کو بھی سُننا پسند نہیں فرماتے تھے۔ جہاں اس کی آواز آتی اس مقام سے یا تو دُور نکل جاتے یا کانوں میں انگلیاں ڈال لیتے تاکہ موسیقی کی حرام آواز سنائی نہ دے۔

لیکن آج کے نام نہاد عاشقانِ رسول پورے اہتمام، انہماک اور ہمہ تن گوش بن کر نہ صرف موسیقی سنتے ہیں بلکہ اسے اصلاحِ باطن اور تزکیۂ نفس کا

ذریعہ بھی سمجھتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلعم اور آپ کے صحابہ رض کا ہلکی موسیقی اور معمولی باجوں کے بارے میں یہ طرز فکر و عمل تھا تو طبلہ کی تھاپ اور گھنگھرو کی جھنکار کی حیثیت تو پُرشور موسیقی کی ہے جو کہ بدرجہ اولیٰ حرام اور نفسِ انسانی کے لیے مضر ہونی چاہیے۔!

حضور صلعم اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

"میری اُمت میں ایسے لوگ واقع ہوں گے جو حلال کریں گے ریشم، شراب اور معازف (یعنی آلات موسیقی) (بخاری)

اسی مفہوم کی ایک اور حدیث ہے :

"میری امت میں سے بعض لوگ شراب پیئیں گے اور اس کا نام کچھ اور رکھیں گے۔ ان کے سروں پر باجے بجائیں گے اور گانے والیاں گائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں دھنسا دے گا اور بعض کو بندر اور سؤر بنا دے گا۔" (بخاری)

کتنی صحیح ہے یہ حدیث اور کتنی سچی ہے رسول خدا صلعم کی پیشین گوئی۔ آج مسلمان بیر اور برانڈی جیسی شرابوں کو حلال سمجھتے ہوئے پی رہے ہیں اور آلات موسیقی بھی جو حرام ہیں جائز قرار دے لیے ہیں۔!

حضرت جابر رض روایت کرتے ہیں کہ حضور صلعم نے فرمایا:

"راگ و گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے جیسا کہ پانی سبزے یا کھیتی کو اُگاتا ہے۔" (بیہقی، شعب الایمان، مشکوٰۃ)

یہ حقیقت ہے کہ راگ اور موسیقی سے انسان کے علم و عمل۔ جذبات اور احساسات میں کسی چیز کا اضافہ نہیں ہوتا بلکہ وقتی طور پر اچھے یا برے جذبات اور احساسات تیز تر ہو جاتے ہیں۔ جنگی، اور طربیہ موسیقی سے میدان جنگ میں لڑنے والی فوجوں کی

ہمت، شجاعت اور دلیری میں تحریک پیدا ہوتی ہے۔ بزمیہ موسیقی سے آدمی میں مسرت اور خوشی کے جذبات غیر معمولی طور پر موجزن ہو جاتے ہیں۔ المیہ موسیقی سے اس کے رنج والم میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ عشقیہ و رومانی موسیقی اور گانوں سے عشاق کا جذبۂ عشق غیر معمولی پروان چڑھ جاتا ہے ــــــ "راگ اور گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔" ــــــ سے مراد یہی ہے کہ موسیقی سے انسان کے جذبات وقتیہ اور عارضی طور پر بڑھ چڑھ جاتے ہیں اور ان میں تحریک واقع ہوتی ہے۔ اور وہ ان میں اس قدر بہہ جاتا ہے کہ ہوش و حواس کھو بیٹھتا اور اس میں اچھے برے کی تمیز مشکل ہو جاتی ہے۔ ایک مشہور عربی مقولہ ہے "الغنا رقیۃ الزنا" "گانا زنا کا منتر ہے۔" یہی وجہ ہے کہ فلموں میں موسیقی کو خاص اہمیت حاصل ہے اور عشرت گاہوں میں بھی گانوں اور سازوں کا بڑا عمل دخل ہے جہاں جنسی جذبات کو ابھارنے اور تحریک پیدا کرنے کے وسائل استعمال کیے جاتے ہیں۔ ! حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا غنا سے اور سننے سے۔" طبرانی۔ خطیب بغدادیؒ)

جب میری امت کے افراد پندرہ کام کرنے لگے اس وقت اس پر بلائیں نازل ہوں گی۔ ان میں گانے والی لونڈیوں اور معازف (سازوں اور موسیقی) تیار کرنے کو بھی شمار فرمایا۔" (ترمذی)

"اللہ کی لعنت ہے گانے والے پر اور جس کے لیے گایا گیا۔" (طبرانی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ !

"جو شخص گاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دو شیاطین مسلط فرما دیتا ہے۔ جو اس کے کاندھوں پر لاتیں مارتے ہیں، جب تک کہ وہ خاموش ہو جائے۔"

(ابن ابی الدنیا۔ طبرانی)

"آخر زمانے میں میری امت کے افراد بندر اور سور بن جائیں گے۔

حالاں کہ وہ کلمۂ طیبہ کے پڑھنے والے اور نماز، روزہ اور حج وغیرہ ادا کرنے والے ہوں گے"۔ کسی کے دریافت کرنے پر کہ پھر ایسا کیوں ہوگا؟ حضور صلعم نے ارشاد فرمایا: "انھوں نے معازف اور گانے والیوں کا مشغلہ اختیار کر لیا ہوگا"۔ (ابن ابی الدنیا)

یہ حدیث بھی قائلین سماع پر چسپاں ہوتی ہے۔ گانا بجانا اسلام سے قبل فساق و فجار کا مشغلہ تھا اور آج کے بھی لہو و لعب کے رسیا کا یہی طریقہ ہے۔ وہ آلات موسیقی پر عورتوں کو نچاتے اور گواتے ہیں۔ اور محفل قوالی میں بھی راگ اور موسیقی سے لطف اٹھایا اور مزہ لیا جاتا ہے، صرف نام اور عنوان بدلا ہوا ہے۔ محفل لہو و لعب میں بھی نفس کو لذت اور دل کو سرور حاصل ہوتا ہے اور محفل قوالی میں بھی نفس کو لطف اور آسودگی حاصل ہوتی ہے۔!

بندر بن جانے سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ قوالی کے دوران بعض کو وجد و حال آجاتا اور وہ اچھلنے کودنے اور تھرکنے لگتے ہیں۔!

حضرت ابو ہریرہ رضہ کہتے ہیں کہ حضور صلعم نے فرمایا:

جب ..... زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جائے اور علم کو دین کے سوا دوسری چیز کے لیے حاصل کیا جائے ..... اور مسجد میں آوازیں بلند ہوں اور قبیلہ کی سرداری قبیلہ کا ایک فاسق شخص کرے اور قوم کا سربراہ قوم کا ارذل اور کمینہ شخص ہو اور آدمی کی تعظیم اس کے شر سے بچنے کے لیے کی جائے۔ اور گانے والی لونڈیاں اور باجے پھیل جائیں اور شرابیں پی جانی لگیں —— تو اس وقت انتظار کرو سرخ آندھی زلزلہ، زمین کے دھنسنے اور صورتوں کے مسخ ہونے کا"۔ (ترمذی)

اس حدیث میں چند علامات قیامت بتائی گئی ہیں ۔ جن میں سے ایک باجوں کا بکثرت پھیل جانا ہے ۔ قیامت کے جن جن آثار اور علامات کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے انھیں آج ایک اندھا بھی محسوس کر سکتا ہے !

حضرت ابن عمر رضؓ روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے شراب پینے ، جوا کھیلنے اور کوبہ بجانے اور غبیر پینے سے منع فرمایا ۔" (ابوداؤد ۔ مشکوٰۃ)

حضرت ابن زبیر رضؓ سے روایت ہے کہ ان کی ایک آزاد کردہ لونڈی زبیر رضؓ کی بیٹی کو حضرت عمر بن خطاب رضؓ کے پاس لے گئی اور وہ پاؤں میں گھنگرو پہنے ہوئے تھی حضرت عمر رضؓ نے وہ گھنگرو کاٹ ڈالے اور فرمایا :

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے ، آپؐ فرماتے تھے کہ ہر گھنگرو کے ساتھ شیطان ہے ۔" (ابوداؤد ۔ مشکوٰۃ)

لیکن ہم نے اپنی آنکھوں سے نام نہاد عاشقان رسولؐ اور محبان اولیاء کرام کو پاؤں میں گھنگرو پہنے قوالوں کے سامنے رقص کرتے اور تھرکتے دیکھا ہے ۔!

حضرت عبدالرحمٰن بن حیان انصاری رضؓ کی آزاد کی ہوئی لونڈی حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی خدمت میں تھی کہ یکایک ان کے پاس ایک لڑکی آئی اور وہ بجتے ہوئے گھنگرو پہنے ہوئے تھی ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ اس کے یہ گھنگرو کاٹے بغیر اسے میرے پاس نہ لانا کیونکہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے ، آپؐ فرماتے تھے کہ جس مکان میں باجا ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں جاتے ۔" (ابوداؤد ۔ مشکوٰۃ)

لیکن آج فکر کا یہ عالم اور عمل کا یہ حال ہے کہ محفل قوالی میں جہاں متعدد سازوں پر پُرشور موسیقی ۔ دل نواز راگ اور قوالی ہو رہی ہو ۔ وہاں رحمت خداوندی کی بارش اور انوار الٰہی کا نزول ہوتا ہے ۔ مذکورہ دونوں احادیث

سے گھنگرو کی حرمت واضح ہے اور یہ گھنگرو قوالی کا ایک اہم جز ہے۔ ان احادیث میں اس بات کی بھی وضاحت کی گئی ہے کہ گھنگرو بھی باجے کی ایک قسم ہے اور جہاں باجہ یا گھنگرو یا موسیقی کا کوئی بھی آلہ ہو اس کے ساتھ شیطان لگا رہتا ہے اور وہاں رحمت کے فرشتے نہیں جاتے۔ یہی وجہ ہے کہ محفل قوالی میں جہاں راگ اور ساز ہوتے ہیں شیاطین سامعین سے عجیب و غریب حرکتیں کرواتے ہیں۔!

یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ گھنگرو ایک چھوٹی اور معصوم بچی ہی باندھے ہوئے تھی۔ کوئی جوان لڑکی یا ناچنے گانے والی طوائف نہیں کہ موسیقی کے جائز و ناجائز اور مفید اور مضر استعمال کا باطل نکتہ پیدا کیا جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتے کی قیمت اور گانے بجانے والے کی کمائی سے منع فرماتے تھے۔" (شرح السنہ مشکوٰۃ)

لیکن آج گانے بجانے والے قوالوں کو ہمارے دین داروں کی جانب سے معاوضے۔ نذرانے اور انعامات دیئے جاتے ہیں!

حضرت حذیفہ رضؓ کی روایت ہے کہ حضور ؐ نے فرمایا:

"قرآن کو عربی لہجے اور عربی آواز میں پڑھو اور دیکھو خبردار۔۔! اہل عشق اور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ وغیرہ) کے لہجے اختیار نہ کرو۔ اور عنقریب میرے بعد ایسے لوگ آنے والے ہیں جو قرآن کو گا گا کر یا نوحے کے انداز میں پڑھیں گے۔ قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ ان کے دل بھی فتنے میں پڑے ہوں گے اور ان لوگوں کے بھی جو ان کے طرز ادا کو پسند کرنے والے ہوں گے۔" (بیہقی۔ رزین)

جب قرآن کو گانے کے انداز میں پڑھنا ممنوع قرار پایا تو شعراء کا کلام گانے کے

انداز میں پڑھنا ظاہر ہے کہ بدرجہ اولیٰ قابلِ مذمت ہوگا اور پھر اس کے ساتھ ساز بھی ہوں تو یہ دو آتشہ گمراہی ہے۔ جب گانا اچھی اور فطری چیز ہے تو پھر حضورؐ تلاوت کے وقت اس سے کیوں منع فرماتے ہیں۔؟

ایک اور حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"میں تم میں سے کسی شخص کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ وہ اپنی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھ کر گانے میں مشغول ہو جائے اور سورہ بقرہ پڑھنے سے گریز کرے۔" (طبرانی)

اس حدیث کی شرح میں مولانا عبد الغفار حسن لکھتے ہیں:

"موسیقی اور گانا بجانا شیطانی کام ہے۔ اگر کسی کو کچھ پڑھنا ہی ہے تو قرآن جیسی کتاب میں کیوں نہ وقت صرف کرے۔ اس حدیث میں سورہ بقرہ کا ذکر خاص طور پر بظاہر اس لیے کیا گیا ہے کہ گانے بجانے سے نفاق کی آلائش انسان میں پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ روایت میں ہے! "گانا نفاق پیدا کرتا ہے" اور سورہ بقرہ میں پوری تفصیل کے ساتھ نفاق کی مذمت اور اس کا علاج بیان ہوا ہے۔" (انتخاب حدیث)

ارشادِ نبویؐ ہے:

"دو آوازیں دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں۔ ایک مزمار کی آواز گانے کے وقت دوسرے چلّانے کی آواز مصیبت کے وقت۔" (بیہقی)

حضرت جابرؓ کی روایت ہے:

"تم لوگ گانے سے پرہیز کرو کہ وہ شیطان کی طرف سے ہے۔

اور وہ اللہ کے نزدیک شرک ہے اور سوائے شیطان کے کوئی نہیں گاتا۔"   (بحوالہ عینی الہدایہ جلد چہارم)

اللہ کے نزدیک شرک ہے" سے مراد یہ ہو سکتا ہے کہ شعر و سخن میں عموماً اعتدال کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا اور غلوِ عقیدت میں بہہ کر شرک کی سرحدوں میں قدم رکھا جاتا ہے!

سازوں اور موسیقی کی حرمت میں یہ حدیث بھی بہت مشہور ہے:

"جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی فکر ہوئی کہ نماز کے لیے لوگوں کو کس طرح جمع کیا جائے؟ بعض لوگوں نے سنکھ یا قرنا کا ذکر کیا جو یہود کے یہاں رائج تھا۔ آپ نے اس کو ناپسند کیا اور یہ فرمایا کہ یہ یہودیوں کا طریقہ ہے۔ پھر آپ کے سامنے ناقوس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ نصاریٰ کا شعار ہے۔"   (ابوداود)

اس واقعہ کو بخاری و مسلم نے بھی نقل کیا ہے جس کے راوی حضرت ابن عمرؓ ہیں۔ اسی زمانے میں حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہؓ نے ایک خواب دیکھا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص ہاتھ میں ناقوس لیے ہوئے ہے یہ دیکھ کر انھوں نے پوچھا، ناقوس فروخت کرو گے۔ ناقوس والے نے مقصد دریافت کیا۔ انھوں نے کہا کہ نمازیوں کو بلاؤں گا۔ اُس نے کہا تم کہو تو اس کام کے لیے اس سے اچھی صورت بتلا دوں۔ اس مرد خدا نے اذان و اقامت کے کلمات مرتب طور پر بتلا دیے۔ یہ جب نیند سے بیدار ہوئے تو اپنا خواب آنحضرتؐ کی خدمت میں بیان کیا آپ نے اس کی تصدیق فرمائی اور بعض صحابۂ کرام نے بھی ایسے ہی خواب کا ذکر کیا اور اذان منظور

کر لی گئی "۔ (مشکوۃ - باب اذان)

اس حدیث سے واضح ہے کہ ذکر و عبادت اور رجوع الی اللہ کے لیے یہود و نصاریٰ ساز وں کا استعمال کرتے تھے اور یہ چیز رسول اللہ ؐ کو ناپسند تھی ۔ تب ہی تو آپ ؐ نے اسلامی عبادت میں ان کو شامل نہیں فرمایا !۔۔۔ لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت اور محبّت کا دم بھرنے والے آپ کی ناپسندیدہ اور مسترد کردہ چیز کو تعلق باللہ اور رجوع الی اللہ کا وسیلہ اور ایک نوع کی عبادت سمجھتے ہیں ۔ غور کیا جائے کہ ذکر و عبادت میں جس چیز کو رسول اللہ ؐ نے رد کر دیا ' اس چیز سے بھلا کیسے فلاح نصیب ہو سکتی ہے ۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ مسلمانوں کا ایک گروہ ان مشروع اور منصوص عبادتوں سے علانیہ روگردانی کر رہا ہے جنھیں اسلام میں انسان کے نفس و اخلاق کی اصلاح و تربیت کے لیے فرض کیا گیا ہے اور غیر مشروع اور من گھڑت طریقوں اور عبادتوں کو فرض سے زیادہ اہمیت دے کر ان مسترد کردہ اور گمراہ اقوام و امم کے باطل طریقوں سے اصلاح و تربیت کے جھوٹے توقعات قائم کیے ہوے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اہل کتاب اور مشرکین کے طریقوں کو اختیار کرنے اور ان کی پیروی کرنے سختی سے منع کرتا ہے ۔ وہ مسلمان جو راگ ۔ گانا اور موسیقی کو نہ صرف جائز بلکہ مفید سمجھتے ہیں یقیناً وہ ترمذی کی اس حدیث کے مصداق بنتے ہیں کہ قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری (صلّی اللہ علیہ وسلم کی) جان ہے تم پہلی گمراہ قوموں کی راہ پر چلوگے "۔

حضرت امّ علقمہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے بھتیجوں کا ختنہ ہوا ۔ حضرت عائشہ رضؓ سے لوگوں نے کہا کہ ان بچوں کو بہلانے کسی

کو بلا نہ لیں؟ حضرت عائشہؓ نے اس کی اجازت دے دی۔ چناں چہ عدی نامی ایک شخص کو بلایا گیا۔ وہ آیا۔ گھر میں جب حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ آئیں تو دیکھا کہ وہ گا رہا ہے اور خوشی میں اپنا سر دھن رہا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا! "اف یہ تو شیطان ہے اسے نکال باہر کرو۔ نکال باہر کرو۔"

(الادب المفرد۔ امام بخاری)

بچوں کے لیے اور بچوں کی محفل میں فحش، عشقیہ اور رومانی گانوں کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن حضرت عائشہ رضؓ نے اسے بھی ناپسند فرمایا!

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے متعلق مشہور روایت ہے کہ آپ ایک بار اونٹوں کے قافلہ کے ساتھ سفر کر رہی تھیں اور سامنے سے گھنٹی کی آواز آ رہی تھی آپ نے اپنے اونٹ کو اتنا آگے یا پیچھے کر لینے فرمایا کہ گھنٹی کی آواز سنائی نہ دے۔ دریافت کرنے پر ارشاد ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موسیقی ناپسند تھی۔" ـــــــ لیکن اس ناپسندیدہ اور حرام کردہ چیز یعنی موسیقی پر اللہ اور رسولؐ کا نام لینا۔ اسے رجوع الی اللہ اور تزکیہ نفس کا ذریعہ اور وسیلہ سمجھنا کس حد تک مبنی بر حق ہو سکتا ہے؟

غنا و موسیقی کی نفی اور تردید کے سلسلہ میں . . . . اپنے بچپن کے واقعات کے متعلق ایک بار آپؐ نے تذکرۃً خود ارشاد فرمایا کہ میں نے لڑکپن میں بھی اہل جاہلیت کے لغو اور بے ہودہ مشاغل کا دوبارہ کے سوا کبھی ارادہ نہیں کیا اور ان دونوں بار بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے بچائے ہی رکھا۔

ہوا یہ کہ میں اور قریش کے لڑکے اپنی اپنی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ ایک روز میں نے اپنے ساتھ کے ایک لڑکے سے کہا "آج رات تم ذرا میری بکریوں کا بھی خیال رکھو تو میں اور لڑکوں کی طرح شہر میں کہانیاں سننے جاؤں۔ چناں چہ میں مکے کے زیریں حصّہ کے مکان کے پاس آیا وہاں میں نے گانے بجانے کی آواز سنی میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے تو مجھے معلوم ہوا کہ کسی کی شادی ہے۔ میں سننے لگا۔ مگر اسی آواز سے مجھے نیند آگئی تو میں ایسا سویا کہ صبح آفتاب کی تیزی سے آنکھ کھلی۔ میں نے اپنے دوست کے پاس آکر یہ قصّہ کہا۔ دوسری رات میں نے پھر یہی کیا اور گانا سننے گیا۔ مگر اس دن مجھے نیند آگئی اور سویا تو صبح جب دھوپ نکل آئی تب اُٹھا ...."

(خصائص کبریٰ ص۸۹ از جلال الدین سیوطی رحمہ)

غنا و موسیقی کی نفی اور تردید کے سلسلہ میں چند احادیث، قرآنی دلائل کے باب میں بھی گزر چکی ہیں اور انشاء اللہ چند مزید احادیث آئندہ ابواب میں بھی آنے والی ہیں۔ جنھیں ہم طوالت اور تکرار کے پیشِ نظر اس باب میں نہیں نقل کر رہے ہیں۔

فصل ۴

دف بھی حرام ہے

احکام کا حکیمانہ نفاذ:

دین تیئس ۲۳ سال میں مکمل ہوا۔ جس طرح ابتداءً شراب حرام نہیں تھی۔ رفتہ رفتہ تین مراحل میں اسے حرام قرار دیا گیا۔ اسی طرح گانے بجانے کو بھی ابتدائے اسلام میں حرام نہیں قرار دیا گیا۔ شادی۔ عیدین اور دیگر خوشی کے موقعوں پر چھوٹی بچیاں اظہارِ مسرت کے لیے دف بجایا کرتی تھیں۔ یہود و نصاریٰ اور مشرکین قریش کے ہاں راگوں، گانوں اور سازوں کو خدا کے ذکر و عبادت میں نمایاں مقام حاصل تھا اور اسے یک لخت بند کرا دینا غیر حکیمانہ طرزِ عمل ہوتا جس کے خاطر خواہ نتائج حاصل نہ ہوتے۔

دف اور شعرائے اسلام:

لیکن یہ بات بھی واضح رہے کہ اس وقت بھی دف یا کسی بھی آلۂ موسیقی کو تبلیغ دین اور اصلاح نفس کے لیے نہیں استعمال کیا گیا۔ احادیث میں دف کا ذکر آیا ہے تو کم سن بچیوں ہی کے ساتھ آیا ہے۔ حضرت حسان رض بن ثابت اور حضرت کعب بن مالک رض وغیرہم نے دورِ نبوی ؐ اور دورِ صحابہ رض

میں اللہ اور اس کے رسول، دین اسلام و اہل ایمان کی تعریف اور شان میں بہت سارے اشعار کہے اور انھوں نے حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضؓ کی محفلوں میں ان اشعار کو متعدد بار پڑھا بھی لیکن کسی روایت میں بھی یہ بات نہیں ملتی کہ دور نبوی ﷺ کے ان عظیم شعرائے اپنے اشعار کو دف پر گایا ہو اور نہ قرن اوّل اور درخشاں دورِ ہدایت میں اس بات کا ادنیٰ سا ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ اس دور کے کسی بھی ساز پر دینی اشعار کا گانا تزکیۂ نفس، حصولِ ثواب اور رجوع الی اللہ کا ذریعہ سمجھا گیا ہو۔

احادیث حرمتِ دف :

اب ان احادیث کو پیش کیا جاتا ہے جن میں دف کی اجازت منسوخ کردی گئی اور دف کو بھی حرام قرار دیا گیا:

حضرت ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"دف حرام ہے اور معازف حرام ہے اور ڈھولک حرام ہے"۔ (مشکوٰۃ)

یعنی معازف اور ڈھولک وغیرہ کی طرح دف بھی حرام ہے --- !

حضرت صفوان بن اُمیّہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ عمرو بن قرہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور یوں بولا کہ "اے اللہ کے رسول ﷺ، میرے مقسوم میں اللہ تعالیٰ نے بدبختی لکھ دی ہے۔ میرے لیے روزگار کی کوئی راہ نہیں بجز اس کے کہ اپنے ہاتھ سے دف بجا بجا کر کماؤں۔ مجھے اجازت دیجیے ایسے گانے کی جو فحش نہ ہو۔ حضور ﷺ نے

فرمایا: "تجھے نہ اجازت دوں گا نہ اجازت دے کر تجھے عزت دوں گا۔ اے اللہ کے دشمن تو جھوٹ بولتا ہے۔ اللہ نے تجھ کو حلال یا پاکیزہ روزی دی تھی۔ لیکن تو نے حلال کے بجائے وہ روزی اختیار کی جو تجھ پر حرام تھی اور میں پہلے روک چکا ہوتا تو تجھے سزا دیتا اور ضرور سزا دیتا ــــــ اُٹھ میرے پاس سے، دور ہو۔ خبردار! اگر تو نے پھر کبھی یہ کہا جس کو میں منع کر چکا تو تجھے سزا دوں گا اور بطور سزا کے تیرا سر منڈا دوں اور تجھ کو تیرے گھر والوں سے نکلوا دوں گا اور تیرا سامان مدینہ کے نوجوانوں سے لٹوا دوں گا" ــــــ جب وہ (عمرو بن قرہ) پیٹھ پھیر کر چلا تو حضور صلعم نے فرمایا:

"یہی لوگ گناہ گار ہیں۔ ان میں سے جو کوئی بغیر توبہ کیے مر جائے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے ویسا ہی اٹھائے گا جیسا وہ دنیا میں تھا۔" (سنن ابن ماجہ ۔ کتاب الحدود)

کتنی سخت ہے یہ حدیث اور وعید ان لوگوں کے حق میں جو نہ صرف دف کو جائز سمجھتے ہیں، بلکہ اس سے زیادہ پُر شور سازوں کو تزکیۂ نفس اور رجوع الی اللہ کا ذریعہ قرار دیتے اور خدا اور اس کے رسول صلعم اور دین اسلام کی ان حرام کردہ اور انتہائی ناپسندیدہ چیزوں پر خود ان کا نام لیتے اور ان کے گن گاتے ہیں!

اس حدیث میں انتہائی سخت الفاظ میں اچھے اشعار کو دف پر گانے سے منع فرمایا گیا ہے۔ آخر قوالی میں اچھے اشعار ہی تو گائے جاتے ہیں۔ جب دف جیسے ہلکے باجے سے یہ چیز منع ہے تو ڈھولک طبلہ، گھنگرو، ہارمونیم کے سروں اور تالیوں کی تال کے ساتھ تو بدرجہ اولیٰ منع اور حرام ہونی چاہیے جو لوگ قوالی کو اپنا پیشہ بنا لیے یا بطور تفریح

اس سے شغل کرتے اور جو پیشہ ور قوالوں کو انعام یا معاوضہ دیتے ہیں، غور کریں۔ اس حدیث میں ان سب باتوں سے کس قدر سختی کے ساتھ منع کیا گیا اور اجزائے قوالی کی شدت سے مخالفت کی گئی ہے، ایسے شخص کو خدا کا دشمن، جھوٹا اور گنہگار اور اگر بغیر توبہ کیے وہ مر گیا تو اس کے اخروی انجام بد کی بھی وعید سنائی گئی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ آج کل مسلمان موسیقی اور فلمی گانوں سے بہت شغف رکھتے ہیں، لیکن اسے جائز نہیں سمجھتے۔ ایسی صورت میں انھیں کبھی بھی توبہ کی توفیق حاصل ہو سکتی ہے۔ لیکن وہ مسلمان جو قوالی کے قطعی اور صریح حرام اور مضر اجزاء کو جائز اور مفید سمجھتے ہیں انھیں توبہ کی توفیق بھلا کیسے نصیب ہو سکتی ہے؟ ایک قطعی حرام چیز کو نہ صرف جائز بلکہ مفید قرار دینا انتہائی سنگین گمراہی ہے۔!

حضرت عائشہ صدیقہ رضہ فرماتی ہیں:

"عید الضحیٰ کے دن حضرت ابو بکر صدیق رضہ

میرے پاس تشریف لائے۔ میرے پاس دو لڑکیاں دف بجاتے ہوئے وہ اشعار گا رہی تھیں جو جنگ بعاث کے متعلق انصار نے کہے تھے۔ اور بخاری کی ایک روایت ہے کہ یہ لڑکیاں گانے کا پیشہ رکھنے والیاں نہ تھیں۔ (جبکہ قوال عموماً پیشہ ور گوتے ہوتے ہیں (ابش) اس وقت رسول اللہ صلعم چہرہ انور پر کپڑا ڈھانکے ہوئے تھے (دلچسپی اور انہماک کے ساتھ نہیں سن رہے تھے بلکہ بے رخی اور بے تعلقی کا اظہار کر رہے تھے)

حضرت ابو بکر صدیق رضہ نے ان لڑکیوں کو جھڑک دیا (کیوں؟ ——— اس لیے کہ یہ ایک غیر اسلامی، حرام اور ناپسندیدہ عمل تھا) اور ایک

روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضؓ نے یہ بھی فرمایا کہ شیطان کا گانا بجانا رسول اللہؐ کے گھر میں ہونا تعجب کی بات ہے! (اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اسے ناپسند فرماتے تھے۔ محض اس لیے کہ اس کی حرمت کے متعلق وہ حضورؐ سے سُن چکے تھے۔ ورنہ ایسی باتیں وہ بھی حضورؐ کی موجودگی میں خود اپنی جانب سے نہ کہتے بلکہ اس بارے میں دریافت کرتے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرۂ انور سے کپڑا اٹھا کر فرمایا کہ اے ابوبکر ان کو اپنی حالت میں چھوڑ دو (یعنی اگرچہ کہ یہ حرام اور غیر اسلامی عمل ضرور ہے۔ لیکن یہ چھوٹی لڑکیاں ہیں ان پر سختی نہ کرو کہ یہ) عید کا زمانہ ہے۔ یہ اس طرح خوشی کا اظہار کر رہی ہیں۔ (تزکیۂ نفس اور اصلاح باطن اور حصول ثواب کے لیے نہیں اور نہ ان کا یہ کام بطور دین داری اور عبادت کے ہے کہ اعتراض کیا جائے)۔ ایک اور روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے ابوبکر رضؓ! ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔" (بخاری)

یہی واقعہ بخاری میں یوں بھی بیان کیا گیا ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے۔ اس وقت دو لڑکیاں جنگ بعاث کے گانے گا رہی تھیں۔ حضورؐ بستر پر لیٹ گئے اور دوسری طرف کروٹ لے لی اور چہرۂ مبارک پھیر لیا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق تشریف لائے اور پھر مجھے (یعنی حضرت عائشہ رضؓ کو جو آپ کی صاحب زادی تھیں) ڈانٹتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلعم کی موجودگی میں یہ شیطانی گیت ــــ؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے فرمایا "ان کو رہنے دو ــ یہ عید کا

دن ہے (بخاری)

ان احادیث کے پیش نظر امام ابن تیمیہ رح لکھتے ہیں:۔

"وہ گیت جو بطور کھیل کے گائے جاتے ہیں، تو یہ عورتوں اور لڑکیوں کے خوش کرنے کی چیزیں ہیں۔ ان کے جواز میں بعض آثار بھی ملتے ہیں۔ کیوں کہ دین اسلام میں ایسی باتوں کی گنجایش ہے۔ کوئی حرج نہیں ہے۔" (الوصیۃ الکبریٰ)

یہ ایسی ہی بات ہے جیساکہ اسلام میں مورتی اور بت سازی حرام ہے۔ لیکن بچیوں کو کھیلنے کے لیے گڑیوں کی اجازت دے دی گئی —! مذکورہ حدیث کی شرح میں حضرت عبداللہ شاہ صاحب لکھتے ہیں:

"اس حدیث میں جاریہ کا لفظ ہے۔ اور جاریہ چھوٹی لڑکیوں کو کہتے ہیں۔ چھوٹی لڑکیاں بلوغ سے پہلے جو کچھ کریں ان کا قول وفعل قابل استدلال نہیں ہوتا۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب کہ دف کا بجانا منسوخ نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد دف بجانا منسوخ ہوگیا۔ جس حدیث سے منسوخ ہوا ہے اس کو حضرت خطیب رح اس طرح روایت کیے ہیں:

"حضرت علی رض سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے مزامیر کی طرح دف بجانے سے بھی منع فرماتے ہیں۔ اسی لیے حضرت شہاب الدین سہروردی رح نے حضرت حسن بصری رح سے روایت کی ہے کہ دف بجانا مسلمانوں کا طریقہ نہیں ہے اور علامہ تورپشتی رح نے لکھا ہے کہ:

"حضرت علی کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ابتدا اسلام

میں دف بجانے کی اجازت تھی بعد میں اس کو حضور ؐ نے منع فرما دیا، ظاہر الروایۃ میں ہے کہ حنفی مذہب میں مثل مزامیر کے دف بجانا بھی حرام ہے۔ ردالمختار میں لکھا ہے کہ: استماع ضرب ضرب الدّف المزمار وغیرہ ذالک حرام" ردالمختار میں لکھا ہے کہ مزامیر اور دف بجا کر سننا بھی حرام ہے۔"

(نور المصابیح جلد اوّل حصّہ سوم باب کتاب الصلوٰہ عیدین)

حدیث زیر بحث کی شرح میں علامہ سید محمود آلوسی بغدادی لکھتے ہیں:

"حضرت ابو بکرؓ کا اس موقع پر ٹوکنا ظاہر کرتا ہے کہ انھوں نے اس سے پہلے غنا (گانے) کی حرمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہو گی جس کی بنا پر ان کا خیال تھا کہ یہ مخالفت عمومی طور پر ہر موقع کے لیے ہے۔ حضورؐ نے اپنے ارشاد سے واضح کر دیا کہ عید جیسے خوشی کے موقع پر اس قسم کے تفریحی مشغلے پر قدغن لگانا (یعنی منع کرنا) اور تشدّد برتنا مناسب نہیں ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی واضح رہے کہ آپ کا اعراض اور بے التفاتی ظاہر کر رہی ہے کہ گھر کے ذمّہ داروں اور بزرگوں کو ایسے مشاغل سے بالاتری ہی بہتر ہے۔" (تفسیر روح المعانی جلد ٢١)

ابن تیمیہ وضاحت فرماتے ہیں:

"اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضؓ اس قسم کے سماع کے عادی نہ تھے۔ اسی لیے حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے اسے شیطان کی آواز قرار دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکیوں کو ان کے حال پر اس لیے رہنے

دیا تھا کہ وہ عید کا دن تھا اور بچوں کو ایسے موقعوں پر کھیلنے کی اجازت دے دی جاتی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ آپ ؐ نے فرمایا: "تاکہ مشرکین جان لیں کہ ہمارے دین میں آسانی ہے"۔ ـــــ اور معلوم ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ اپنی ہم سن لڑکیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھیں (اور وہ خود بھی اس وقت کم سِن ہی تھیں۔ ا۔ش) (وجد و سماع)

جس چیز کی اجازت نابالغ بچیوں کو شادی و عیدین اور پرمسرت موقعوں پر بطور رعایت دے دی گئی ہو۔ اور اس چیز کو عالموں، صوفیوں اور بزرگوں کا دین و آخرت کی فوز و فلاح کے لیے اختیار کرنا کیا درجہ اول کی جہالت، حماقت اور ضلالت نہیں؟

حضرت اشرف علی تھانوی رحؒ لکھتے ہیں:

"امام غزالی رحؒ جو شافعی مذہب ہیں، "احیاء العلوم" میں مزامیر اور تار جس میں ستار وغیرہ بھی داخل ہیں اور طبل کو جو ڈھولک کو بھی شامل ہے۔ ان سب کو حرام فرماتے ہیں اور دف کی نسبت صاحب عوارف (یعنی حضرت شہاب الدین سہروردی) کہ وہ بھی شافعی رحؒ کے مذہب پر ہیں، میں اس کی گنجائش ہے۔ تاہم ترک کرنا بہتر ہے اور احتیاط پر عمل کرنا اور اختلاف سے بچنا خوب ہے"۔ (رسالہ حق السماع)

امام ابن جوزیؒ امام غزالی کے ہم عصر ہیں۔ انھوں نے بھی اپنی مشہور کتاب "تلبیس ابلیس" میں امام غزالی رحؒ اور شہاب الدین سہروردی رحؒ کے حوالہ سے حرام و ناجائز قرار دیا ہے۔ حرمت دف پر ان کی یہ تصریحات ہم نے

"علمائے حق کے بیانات" کے تحت نقل کیا ہے۔ جو آگے پوری وضاحت کے ساتھ آئے گی۔

دف کے جواز میں عموماً یہ روایت پیش کی جاتی ہے:

"حلال اور حرام میں فرق یہ ہے کہ نکاح میں صوت اور دف ہے"۔
(احمد - ترمذی)

اگرچہ کہ یہ حدیث متذکرہ بالا احادیث سے منسوخ ہے۔ لیکن اس سے بھی قائلین و شائقین قوالی کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا اس حدیث سے صرف شادی بیاہ کے پر مسرت موقعوں پر ہی دف بجانے کی اجازت ہو سکتی ہے۔ یہاں دف کے استعمال کی اجازت مشروط اور مقید ہے نا کہ آزاد۔ اور پھر مروجہ قوالی میں دف سے زیادہ پُر شور آلات موسیقی کا استعمال کیا جاتا ہے۔ کیا آج کہیں ایسی قوالی بھی ہوتی ہے جس میں صرف دف ہی بجایا جاتا ہے؟ ــــ اگر یہ کہا جائے کہ جدید سازوں کو دف پر قیاس کیا جا سکتا ہے تو اس کا جواب ہم آگے دے رہے ہیں۔

دف سے متعلقہ ایک اور حدیث:

حضرت بریدہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض جنگوں سے فارغ ہو کر واپس لوٹے تو ایک سیاہ رنگ لڑکی آئی اور عرض کی یا رسول اللہؐ! "میں نے نذر کی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح وسلامت واپس لائے گا تو میں آپ کے سامنے دف بجاؤں گی۔ حضورؐ نے اس لڑکی سے فرمایا،

"اگر تو نے نذر کی ہے تو بجا لے ورنہ نہیں"۔ اس دوران حضرت ابوبکر رضؓ آئے وہ بجاتی رہی اور اسی طرح حضرت علی رضؓ، حضرت عثمان رضؓ

تشریف لائے اور وہ لڑکی دف برابر بجاتی رہی لیکن جب حضرت عمرؓ تشریف لائے تو اس نے دف کو نیچے رکھ لیا اور اس پر بیٹھ گئی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اے عمر ــــ! بے شک شیطان بھی تم سے ڈرتا ہے۔ میں تھا اور وہ بجاتی رہی اور ابو بکرؓ علیؓ اور عثمانؓ کی آمد پر بھی وہ دف برابر بجاتی رہی اور اے عمرؓ ــــ! تم آتے ہی اس نے دف کو زمین پر ڈال دیا ــ!

(بخاری و مسلم - احمد - ترمذی)

اس حدیث سے تمام وقتوں میں دف بجانے کی حرمت اور مذمت ثابت ہوتی ہے اور اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ دور نبوی ﷺ میں دف اور باجوں کو پسندیدہ چیز نہیں سمجھا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ لڑکی حضورؐ سے دف بجانے کی اجازت طلب کر رہی ہے اور حضورؐ بھی اس کی فوری اجازت نہیں دیتے بلکہ نذر کی شرط کو ملحوظ رکھتے ہوئے بے دلی سے دف بجا لینے کی اجازت بلکہ رخصت دیتے ہیں۔ لڑکی تزکیۂ نفس اور اصلاح باطن کے سلسلے میں دف نہیں بجا رہی تھی جیسا کہ ان اغراض و مقاصد کے تحت محفل قوالی منعقد کی جاتی ہے بلکہ اس کا یہ عمل اظہار مسرت کے طور پر تھا۔

صحیح تعبیر:

حضرت عمرؓ اس محفل میں آتے ہیں تو ان کی سخت طبیعت کے پیش نظر لڑکی انھیں دیکھتے ہی ان کے خوف اور ڈر سے دف بجانا بند کر دیتی ہے۔ اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے کہ بچے اپنے باپ سے نہیں لیکن بڑے بھائی سے ڈرتے ہیں۔ ایک شرارت وہ اپنے استاد کے سامنے تو کرتے ہیں لیکن اپنے والد

کے ایک دوست سے ڈر کی وجہ نہیں کر پاتے۔ بعض لڑکے ماں سے نہیں خوف کھاتے لیکن خالہ سے ڈرتے ہیں۔ اس سے والدین کے درجہ اور وقعت میں کوئی فرق اور کمی واقع نہیں ہوتی۔ ایسی ہی صورت حال اس حدیث میں درپیش ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ سب کے ساتھ انتہائی رحمدلی اور نرمی کا اور آپ کا طرز تبلیغ اور اصلاح انتہائی حکیمانہ تھا اور پھر حضرت عمرؓ کی روایت گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے کہ ہر باجے اور گھنگھرو کے ساتھ شیطان لگا رہتا ہے۔ دیگر احادیث سے جو گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہیں۔ ان امور کی وضاحت ہوتی ہے کہ گانا اور موسیقی شیطان کی آواز اور شیطانی کام ہے گانے بجانے والے پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے اور جہاں گانا اور ساز ہو وہاں شیطان موجود ہوتا ہے اور فرشتے وہاں سے چلا جاتے ہیں۔ خود حضورؐ بھی اس حدیث میں فرما رہے ہیں کہ اے عمرؓ! بے شک شیطان بھی تم سے ڈرتا ہے! — مطلب بالکل صاف ہے کہ دف کے ساتھ شیطان تھا۔ حضرت عمرؓ کو دیکھتے ہی وہ رفوچکر ہو گیا — اور جب شیطان نہ رہا تو شیطانی فعل یعنی دف کا بجانا بھی فوری بند ہو گیا —! بہت ممکن ہے کہ لڑکی دف نیچے رکھ کر اس پر اس لیے بیٹھ گئی کہ اسے اس بات خوف و خدشہ تھا کہ کہیں حضرت عمرؓ اس سے دف لے کر توڑ پھوڑ نہ دیں کہ ہر باطل اور شیطانی عمل کے خلاف آپ کا رویہ انتہائی سخت گیر تھا —!

اشکال کا ازالہ:

اس حدیث کو قوالی، دف اور دیگر سازوں کے جواز میں پیش کیا جاتا ہے قائلین قوالی کے ہاں حضورؐ کا لڑکی کے دف بجانے کی اجازت دینا گویا دف

کے جواز کے مترادف ہے۔ بعض نے یہاں تک لکھ مارا کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر صحابہ رضؓ سماع کے اہل تھے اس لیے کہ لڑکی دف بجاتی رہی۔ حضرت عمر رضؓ اس کے اہل نہ تھے۔ اس لیے لڑکی دف بجانا بند کر دیتی ہے" (جاء الحق) ــــــ اس کا مطلب یہ ہوا نا کہ اس دور ضلالت کے علماء و مشائخ اور عام مسلمانوں سے بھی حضرت عمر رضؓ گئے گزرے تھے کہ ان کا نفس اور تقوی اس لائق نہ تھا کہ وہ دف سن سکیں۔ حالانکہ حدیث میں صرف دف بجانے کا ذکر ہے، اشعار اور گانے کا نہیں۔ یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ "کیا اس وقت کی کم سن بچی جب کہ اسلام ابھی تکمیل کے مراحل طے کر رہا تھا۔ اتنی باریک بین اور نام نہاد تصوف اور طریقت کے نکات و رموز آشنا تھی جو قوالی کے اہل اور نا اہل میں تمیز کر سکتی؟ حالانکہ نہ اس دور میں تصوف مروجہ اور اس کے اسرار و رموز کا وجود تھا اور نہ ہی قوالی عالم وجود میں آئی تھی کہ اہل اور نا اہل کا سوال پیدا ہوتا۔!

اس سلسلہ کی ایک اور اہم بات یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عمر رضؓ کی آمد پر یہ نہیں فرماتے کہ (نعوذ باللہ) شیطان آ رہا ہے۔ کہ شیطان کے سامنے لڑکی بہت بڑی نیکی اور کار خیر کو بند کر دیتی ہے، بلکہ اس وقت حضور صلعم یہ فرماتے ہیں کہ اے عمر رضؓ! شیطان بھی تم سے ڈرتا ہے! ــــــ یعنی لڑکی کا فعل، اس کا دف بجانا ایک شیطانی کام تھا۔ شیطان لڑکی پر مسلط اور سوار تھا۔ حضرت عمر رضؓ آتے ہی وہاں سے بھاگ جاتا ہے۔ اور لڑکی دف بجانا بند کر دیتی ہے ــــــ اس طرح ــــــ

دشمنِ شیطان کی آمد سے بدی دور ہو جاتی ہے! حضرت عمر رضؓ کے بلند مقام و مرتبہ کا بھلا آج کا کون صوفی اور شیخ برابر ہو سکتا ہے؟ حضرت عمرؓ

جیسی ہستی ڈھول اڑانے اور انہیں نااہل قرار دینے والے افراد ہی رات رات بھر ... عشقیہ اشعار اور باجوں کو سن رہے اور شیطانی شغل میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ جسے ابتدائے اسلام میں صرف کم سن بچیاں ہی اختیار کرتی تھیں اور طرفہ تماشہ یہ کہ اس حرام، بچکانی، گھٹیا۔ غیر سنجیدہ، پوچ اور مضحکہ خیز عمل کو روحانیت اور دین کے اعلیٰ مقام کا نام دیا جا رہا ہے۔!

اس حدیث کی مزید وضاحت:

حدیث زیر بحث کی مزید وضاحت کے لیے ہم چند آیات اور احادیث پیش کرتے ہیں جن کی روشنی میں اس کا صحیح مفہوم بخوبی سمجھا جا سکتا اور اس سے اخذ کردہ باطل مفہوم اور غلط نکات کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معنیٰ خیز اور حکیمانہ خاموشی سے دف سننا درحقیقت ان آیتوں کے مصداق ہے:

اپنے رب کے راستے کی دعوت حکمت کے ساتھ دو" (نحل)

اور پھر رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"یہ اللہ کی رحمت ہے کہ تم ان کے ساتھ نرم ہو۔ ورنہ اگر تم زبان کے تیز اور دل کے سخت ہوتے تو یہ سب تمہارے گرد و پیش سے چھٹ کر الگ ہو جاتے۔" (آل عمران ۱۷)

حضرت انس رضی کہتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طبیعت کی نرمی کی وجہ سے کسی کو براہ راست کم ہی کسی ناپسندیدہ بات پر روکتے تھے۔

(الادب المفرد۔ امام بخاریؒ)

چناں چہ متعدد روایات اس بات پر شاہد ہیں کہ حضور صلعم نے بہت سی ناپسندیدہ باتوں کو راست طور پر نہیں ٹوکا۔ بلکہ بعد میں مناسب موقع پر اس سے اپنی ناراضگی اور بیزارگی کا اظہار فرمایا اور نصیحت و ہدایت فرمائی۔ مذکورہ حدیث ہی میں یہ واقعہ ہے کہ ایک صاحب زرد رنگ کا لباس پہن کر حضور صلعم کے سامنے حاضر ہوئے آپ کو یہ رنگ پسند نہ تھا لیکن آپ نے انھیں کچھ نہیں فرمایا۔ ان کے جانے کے بعد رسول اللہ صلعم نے صحابہ کرام سے فرمایا:

"کیا ہی اچھا ہوتا اگر یہ صاحب اس رنگ کو ترک کردیں۔"

(الادب المفرد)

یہ تو تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت اور طریقہ اصلاح و ہدایات۔ اب حضرت عمر رضؓ کے بارے میں سنیے، حضرت انس رضؓ کی روایت ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا:

"میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ مہربان ابوبکر رضؓ ہیں اور امر خداوندی میں سب سے زیادہ سخت عمر رضؓ ہیں اور ان میں سب سے زیادہ سچے حیادار عثمان رضؓ ہیں (احمد۔ ترمذی)

حضرت عائشہ حضرت عمر رضؓ کے بارے میں فرماتی ہیں کہ حضرت عمرؓ چلتے تو زور زور سے چلتے۔ بات کرتے تو بلند آواز میں۔ مارتے خوب زور سے

مارتے" (بحوالہ ترجمان السنہ)

حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ہم نے باہر سے بچّوں کی آواز سنی - آپ ؐ نے اٹھ کر دیکھا کہ ایک حبشن ناچ گا رہی - اور بچے آس پاس کھڑے تھے۔ آپ نے مجھ سے بھی کہا کہ عائشہ آ تماشا دیکھ -- ! چناں چہ میں آئی اور آپ - کے دوش مبارک پر ٹھوڑی رکھ کر کھڑی ہو گئی اور آپ کی آڑ میں دیکھتی رہی - آپ نے مجھ سے کئی بار پوچھا کہ اچھی طرح دل بھر کر دیکھ لیا یا نہیں - میں نے کہا نہیں :" بات یہ تھی کہ میں تماشے سے زیادہ یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ آپ ؐ کے دل میں میرا خیال اور محبت کس قدر ہے - اتنے میں حضرت عمر فاروق رضہ آگئے تو سب لوگ منتشر ہو گئے " - (ترمذی)

حضرت عمر رضہ سے متعلق ایک اور روایت ہے :

"ایک بار قرابت کی بہت سی خواتین بیٹھی ہوئی رسول اللہ ؐ سے بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہی تھیں - (اس محفل میں اللہ تعالیٰ کے حکم : نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو" کی علانیہ خلاف ورزی ہو رہی تھی - ایش) حضرت عمر رضہ آئے تو سب اٹھ کر چل دیں (تقریباً زیرِ تشریح حدیث ہی کی صورت حال درپیش ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے - حضرت عمر رضہ نے کہا : خدا آپ کو خوش رکھے ، کیوں ہنسے ؟"

حضور ؐ نے فرمایا :

"مجھے ان عورتوں پر تعجب ہوا کہ تمہاری آواز سنتے ہی سب آڑ میں چھپ

گئیں! حضرت عمر رضؓ نے ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: اے اپنی جان کی دشمنو! مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ صلعم سے نہیں ڈرتیں؟" ——سب نے کہا: "تم رسول اللہ کی نسبت سخت مزاج ہو!"

(بخاری)

مذکورہ واقعات اور حقائق کے پیش نظر حدیث زیر بحث سے متعلقہ لغو تاویلات اور نکتہ سنجیاں باطل ہو جاتی ہیں اور ہر اعتراض اور اشکال کا ان میں کافی اور شافی جواب مل جاتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضؓ کے اس باطل شکن مشہور و معروف سخت گیری کے پیش نظر زیر گفتگو حدیث پر غور کیا جائے تو مطلب کھل کر سامنے آجاتا ہے کہ وہ دف بجانے والی لڑکی بھی حضرت عمر رضؓ کی سخت مزاجی سے ڈر کر دف بجانا بند کر دیتی ہے۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسا کہ بچے نرم طبیعت رشتہ داروں کے سامنے سیٹی بجاتے ہیں اور ادھر کوئی سخت طبیعت کے رشتہ دار نکل آئیں تو سیٹی بجانا یکلخت بند کر دیتے ہیں۔! رہی حضور صلعم کی دف بجاتے وقت کی وقتیہ خاموشی تو اسے غایت درجہ رحم دلی یا وقتیہ مصلحت اور حکمت پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ حضور صلعم کو اس طرف حضرت عمر بن خطاب رضؓ کی آمد کا امکان تھا۔ جن کی باطل کے خلاف سخت گیری کے سبب شیطان بھی ڈرتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضؓ کی متوقع آمد پر شیطان بھاگ جاتا ہے اور دف کا بجانا فوراً بند ہو جاتا ہے۔ جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو توقع تھی——!

ہم نے گزشتہ صفحات میں دف کی حرمت کے سلسلے میں متعدد احادیث پیش کیا ہے۔ جن میں حضور صلعم نے دیگر باجوں کے ساتھ دف کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ اور فقہا اور علماء و صوفیا کی تصریحات سے بھی اس کی تائید اور تصدیق

ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں جبکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دف کو حرام قرار دیا اور صحابہ کرام نے اس کی مذمت اور مخالفت فرمائی۔ اس روایت سے دف اور موسیقی کا جواز کیسے اخذ کیا جا سکتا ہے؟ اس حدیث کی وہی تعبیر و تفہیم صحیح اور قابل قبول ہو سکتی ہے جو دیگر احادیث اور آثارِ صحابہؓ سے میل کھاتی اور مطابقت رکھتی ہے۔

حاصلِ تحقیق:

متذکرہ کثیر اور قوی احادیث نبویؐ سے حسب ذیل مسائل اور نکات اخذ ہوتے ہیں:۔

راگ، گانا اور موسیقی دل میں نفاق پیدا کرنے والی چیزیں ہیں جو نفسِ انسانی کے لیے نقصان رساں ہیں یہ شیطان کی آواز اور شیطانی شغل ہے۔ جہاں راگ، گانا اور ساز ہوں وہاں شیطان ہوتا ہے اور گانے بجانے والوں پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے اور فرشتے ایسی محفل میں نہیں آتے یہ فساق و فجار، مشرکین، اہل کتاب اور دیگر گمراہ اقوام و امم کا طریقہ ہے لہو و لعب ہے اور عورتوں اور بچیوں کا کام ہے۔ قرب قیامت کا ایک عظیم فتنہ ہے۔ حضورؐ کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک ان کا بھی قلع قمع کرنا ہے گانا بجانا مشرکین کی ایجاد اور ان کے طرز فکر و عمل سے ہم آہنگ ہے گانے بجانے والوں کو انعام یا معاوضہ دینا حرام ہے۔ دف بجانا اور دف کے ساتھ جائز اور اچھے اشعار گانا۔ اسے آمدنی کا ذریعہ بنانا بھی حرام ہے۔

موسیقی ایک غیر فطری اور غیر طبعی چیز ہے۔ اس کا بے ضرر اور

مفید استعمال بھی حرام ہے۔ راگوں گانوں اور سازوں میں کوئی فضیلت بھلائی اور افادیت نہیں پائی جاتی غنا اور موسیقی کی حرمت میں اگر صرف دو چار روایتیں ہوتیں تو قوالیں قوالی ایک دو کو غیر مستند اور غلط قرار دے کر اور باقی ایک دو کی باطل اور نامعقول تاویل کر کے خوش ہو سکتے تھے کہ چلو ہم نے دلیل شرعی کا صفایا کر دیا۔! لیکن متذکرہ کثیر، متواتر اور مستند احادیث نبوی میں سے کن کن کو غلط قرار دیا جائیگا اور کتنی حدیثوں کو توڑ مروڑ کر ان کی غلط اور من گھڑت تعبیر کی جائے گی؟ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر ان احادیث کو کیا کیا جائے جو غنا۔ دف اور موسیقی کی نفی اور تردید میں موجود ہیں؟ عقل مندی اور سلامت روی کا یہ عین تقاضہ ہے کہ ان احادیث کی رو سے گانوں راگوں اور سازوں وغیرہ کی حرمت اور قوالی کی نفی اور مضرت کو تسلیم کر لیا جائے اور ان شیطانی اور طاغوتی اعمال کو چھوڑ کر تقوی تزکیہ نفس، حصول ثواب اور رجوع الی اللہ کے اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لیے ان مشروع اور منصوص ذکر و عبادت کے اعمال اور طریقوں کو اختیار کیا جائے جو دور نبوی۔ دور خلفاء، اور دور صحابہ میں کارفرما تھے!

•••

فصل (۵)

قوّالی اور اسوۂ صحابہ

اجماعِ صحابہ:

صحابہ کرام کے اجماعی اسوہ وعمل کو اسلام کے تیرے ماخذ اور دلیل شرعی کی حیثیت حاصل ہے۔ صحابہ کرام کا کوئی قول یا فعل قرآن اور سنت کے خلاف نہیں ہو سکتا اور ان کا کسی شے کی حرمت اور مذمت پر متفق ہو جانا اس کے غیر اسلامی اور باطل ہونے کی ایک قوی دلیل ہے۔ قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب اول کے بارے میں۔ جنہوں نے براہ راست معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم سے علمی اور عملی فیوض و برکات حاصل کیں، یہ تصوّر ہی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کسی باطل اور منکر پر متفق ہو جائیں گے۔ خود اللہ اور اس کے رسولؐ نے بھی صحابہ کرام کے اسوہ کی پیروی کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اہل ایمان کو حکم دیتا ہے کہ ایمان لاؤ جس طرح صحابۂ کرام ایمان لائے تھے اور عمل کرو اس طرح کہ صحابہ کرام نے عمل کیا تھا۔۔۔!

دورِ صحابہ میں غنا کی حیثیت:

گزشتہ صفحات میں جو احادیث گذر چکی ہیں۔ ان سے غنا اور موسیقی کے بارے میں صحابہ کرام کے طرزِ فکر و عمل کی بھی وضاحت ہوتی ہے۔ قرآنی دلائل کے باب میں یہ بات تفصیل سے گزر چکی ہے کہ بخاری و مسلم۔ مسند احمد بیہقی اور ترمذی وغیرہم کی احادیث کے مطابق حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ حضرت عبداللہ ابن عباس رضؓ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضؓ۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضؓ۔ حضرت مجاہد رحؒ اور حضرت عکرمہ رحؒ وغیرہ کے پاس "لھوالحدیث" سے مراد راگ گانا اور موسیقی ہے۔ دیگر روایتوں سے جو احادیث کے باب میں گزر چکی ہیں۔ ان حقائق کی وضاحت ہوتی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ گاتی ہوئی بچیوں کو دیکھ کر اسے شیطانی فعل سے تعبیر کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضؓ کی آمد پر ایک لڑکی دف بجانا بند کر دیتی ہے اور حضورؐ دف بجانے کو ایک شیطانی عمل قرار دیتے ہیں۔ حضرت عمر رضؓ ہی ایک مرتبہ ایک لڑکی کے پیر میں بندھے ہوئے گھنگرو کاٹ دیتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ بھی ایک لڑکی کے پاؤں میں بندھے ہوئے گھنگرو کاٹنے کا حکم دیتی ہیں۔ اور وہ ایک بار دوران سفر گھنٹی کی آواز سن کر اونٹ بان کو حکم دیتی ہیں اپنے اونٹ کو اس آواز سے دور کر دیں کہ گھنٹی کی آواز سنائی نہ دے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ بانسری کی آواز سن کر کانوں میں انگلیاں ڈال لیتے ہیں۔ اس کی وجہ وہ یہ بتلاتے ہیں کہ حضورؐ نے بھی ایک بار ایسا ہی کیا تھا جبکہ بانسلی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ حضرت عامر بن سعد رضؓ وہ گاتی ہوئی لڑکیوں کو دیکھ کر اس کی مذمت کرتے ہیں۔

چند مزید آثار صحابہ:

حضرت عبداللہ بن دینار سے مروی ہے کہ میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے ساتھ بازار گیا تو ایک چھوٹی لڑکی کے پاس سے گزرے۔ لڑکی گا رہی تھی اس پر ابن عمرؓ نے کہا کہ شیطان اگر کسی کو چھوڑ دیتا تو اسے چھوڑ دیتا ہے"۔

(الادب المفرد۔ امام بخاری)

حضرت عمرؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ اسلام کو برباد کر ڈالا لہو باطل اور گانے نے"۔

دیگر صحابہؓ کے اقوال ہیں کہ:

"گانا اور کان لگا کر سننا دونوں گناہ ہیں اور نبی صلعم نے ان کو حرام اور ممنوع قرار دیا ہے۔ گانا اور تالیاں بجانا اور دونوں کا سننا حرام ہے اور ان کو حلال خیال کرنے والا کافر ہے"۔

(آثار صحابہ بحوالہ صراط مستقیم از جناب خواجہ معین الدین صاحب ایم۔ اے)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحؒ اپنی مشہور و معروف کتاب "غنیۃ الطالبین" میں ارشاد فرماتے ہیں:

"حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک مرتبہ کوفہ کے نواح میں جا رہے تھے کہ ایک جگہ فساق کا مجمع ایک گھر میں جمع تھا۔ ایک گویا" جس کا نام زاذان تھا۔ گا رہا تھا اور سارنگی بجا رہا تھا۔ ابن مسعودؓ نے اس کی آواز سن کر فرمایا: کیا ہی اچھی آواز تھی اگر قرآن شریف

تلاوت میں ہوتی ..... زاذان کو جب معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ صحابیٔ رسول ہیں اور یہ ارشاد فرما گئے اس پر اس قول کی کچھ ایسی ہیبت طاری ہوی کہ حد نہیں اور قصّہ مختصر کہ وہ اپنے سب آلاتِ موسیقی توڑ کر ابن مسعود رضؓ کے پیچھے ہو لیے اور علامۂ وقت ہوئے"۔ (بحوالہ فضائل قرآن)

آلاتِ موسیقی کا اگر کوئی جائز، مفید اور مستحسن استعمال ہوتا تو زاذان ان سازوں کو توڑ پھوڑ نہ دیتے، بلکہ ان کا ناجائز اور خلاف شریعت استعمال چھوڑ کر جائز اور شریعت کے مطابق ان سازوں کا استعمال کرتے۔!

اگر قرآن وسنت سے غنا، موسیقی اور سازوں کی اجازت، افادیت اور فضیلت ثابت ہوتی تو ہم سے پہلے ان اُمور سے صحابہ کرام واقف ہوتے اور وہ آلاتِ موسیقی کو بنانے اور بجانے میں مہارت حاصل کرتے اور وہ ان چیزوں کو فروغ دینے میں پیش پیش ہوتے۔ وہ میدانِ شعر وسخن کے شہسوار تو تھے ہی۔

دورِ صحابہ میں قوالی کے اسباب اور محرکات موجود تھے لیکن اس کے باوجود اسلام کے اس معیاری اور مثالی دور میں قوالی کی محفلیں نہیں ہوتی تھیں۔ اور اس کے سیکھنے سکھانے کا اس دورِ مسعود میں کوئی رواج موجود نہ تھا۔ حالانکہ صدرِ اول کے یہ مسلمان علمی۔ فکری اور عملی ہر لحاظ سے ہم سے برتر ہی تھے۔!

ایک سوال:

جب صحابہ کرام اللہ اور اس کے رسول صؐ کے حکم اور ہدایت کے

مطابق دین و آخرت کی فوز و فلاح کے لیے تیراکی، شہسواری، تیر اندازی اور تیغ زنی میں مہارت پیدا کر سکتے تھے۔ ہتھیار بناتے اور جہاد کے سلسلے میں سواریوں کا اہتمام کر سکتے تھے۔ قرآن سننے سنانے۔ اس کا علم و فہم حاصل کرنے اور اسے حفظ کرنے کا ان میں ذوق و شوق پایا جاتا تھا۔ وہ دین کی خاطر مختلف زبانوں اور علوم و فنون کو حاصل کر سکتے تھے۔ اور اگر راگ گانا اور موسیقی میں بھی کوئی افادیت اور فضیلت ہوتی تو دین کی اصلاح و ترقی، تعمیر سیرت و اخلاق کے سلسلے میں اس کی کوئی ضرورت اور اہمیت ہوتی تو یہاں فطری طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اس فن میں بھی کیوں نہیں مہارت پیدا کیے؟ لیکن اس میں مہارت تو دور کی بات ہے وہ ان امور کی مذمت اور مخالفت ہی کیا کرتے تھے۔ اور آج کے نام نہاد عاشقانِ رسول اور اہل اسلام اور مسلمانوں کے نادان دوستوں کا عالم یہ ہے کہ وہ ان سازوں اور اوزاروں پر رات رات بھر قوالی سنتے ہیں جن سے رسول خدا ﷺ اور صحابہ کرام سخت پرہیز اور نفرت کرتے تھے۔

OOO

فصل (۶)

قوالی اور فقہ اسلامی

تقلید سے منحرف کون :

اکثر مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ وہ قرآن و سنت، عظمت صحابہؓ فقہ اسلامی اور ائمہ اربعہ کا نام تو لیتے اور ان کی عقیدت و محبت کا دم تو بھرتے ہیں لیکن ان میں سے کسی کی بھی صحیح معنوں میں پیروی اور تقلید نہیں کرتے اور حق عقیدت ادا نہیں کرتے۔ اور طرفہ تماشہ یہ کہ وہ اہل حق پر ائمہ اربعہ اور ان کی مخالفت کا بے سروپا الزام عائد کرتے اور پروپگنڈہ کرتے ہیں حالانکہ وہ خود ہی متعدد اہم عقائد اور بنیادی مسائل میں ان کی تقلید سے گریز کرتے اور زبانی نہیں تو عملاً ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ یہ بات پورے وثوق سے اور چیلنج کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ تمام ائمہ اسلام کے پاس راگ۔ گانا، موسیقی اور قوالی قطعی حرام ہے۔ ائمہ کرام قوالی اور اس کے اجزاء کی حرمت و مضرت پر پوری طرح متحد و متفق ہیں ان حضرات کے ہاں اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ اس لحاظ سے مانعین قوالی ہی حقیقی معنوں میں ائمہ کے مقلد اور عقیدت مند کہے جاسکتے ہیں۔ اب ہم یہاں قوالی

اور اس کے متعلقات کے بارے میں چند مشہور و معروف ائمہ فقہ کی آراء اور فتاویٰ فقہ کی قدیم و معروف اور مستند ترین کتابوں سے پیش کرتے ہیں۔

راگ و موسیقی فقہ کی روشنی میں:

"علم راگ حرام ہے" (درِ مختار جلد اوّل)

حضرت ابن مسعود رضؓ فرماتے ہیں:

"لہو اور گانے کی آواز قلب میں نفاق پیدا کرتی ہے۔ اسی طرح کہ پانی گھاس اگاتا ہے"۔ پہلا گانے والا شیطان ہے۔" (در مختار جلد چہارم)

"اُس شخص کی گواہی بھی قبول نہیں جو مجمع عام میں گاتا ہو۔ کیونکہ وہ شخص لوگوں کو گناہ کبیرہ پر جمع کرتا ہے۔" (در مختار)

"باجے کی آواز سننا گناہ ہے۔ وہاں بیٹھنا فسق ہے اور اس سے لذت اندوزی کفر ہے۔"

(در مختار معہ الشامی جلد پنجم اور فتاویٰ رحیمیہ جلد دوم)

علامہ شامی رحؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ بُرا ہے منت کرنا، مولود پڑھنے کا۔ مغائر ہے کہ اس میں راگ اور لعب ہوتا ہے اور اس کا ثواب حضورؐ کو بخشا جاتا ہے۔"

(غایۃ الاوطار ترجمہ در مختار جلد اول)

"حرام ہے وہ مال جس کو باجا بجانے والے لیتے ہیں۔"

(غایۃ الاوطار اردو ترجمہ در مختار جلد ۴)

"گانے والی عورت کی گواہی مقبول نہیں۔"

(درمختار جلد ۳، شرح وقایہ۔ قدوری اور عالمگیری)

"طنبورہ بجانے والے کی گواہی قبول نہیں اور راگ سننے والے والے کی گواہی قبول نہیں۔"

(درمختار جلد ۳، شرح وقایہ، قدوری، عالمگیری)

"مزامیر اور دف کا سننا بھی حرام ہے۔"

(ردالمختار بحوالہ نور المصابیح جلد اول حصہ دوم)

"نے کا راگ، باجوں اور بانسری کی آواز سننا حرام ہے۔"

(درمختار جلد ۴، ہدایہ جلد ۴)

"گانا حرام ہے اور سننا معصیت۔ اسی طرح قوالی۔" (ایضاً)

"گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔" (ہدایہ جلد ۴)

"جو لوگ مجلس میلاد میں راگ کے اشعار پڑھتے ہیں اس کا پڑھنا اور سننا حرام ہے اور پڑھنے والوں پر خوف شدید ہے (کفر کا)" (عین الہدایہ جلد ۴)

"اکثر جاہل میلاد خواں ایسے اشعار پڑھتے ہیں کہ (اُن اشعار کو پڑھنے سے) کفر ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں۔"

(عین الہدایہ جلد ۴)

"قوالی، جس کو ہمارے زمانے میں صوفیا کرتے ہیں، یہ حرام ہے اور اس کی جانب قصد کرنا اور وہاں بیٹھنا جائز نہیں۔"

(عین الہدایہ)

"مولود میں راگنی سے اشعار سننا اور پڑھنا حرام ہے۔" (ہدایہ جلد ۴)

مجن و گنگری کے ساتھ قرآن سننا معصیت ہے اور پڑھنے و سننے والا گنہگار ہے۔" (ہدایہ جلد ۴)

حضرت امام شافعی رح کا مشہور قول ہے:

"قوالی زندیقوں کی ایجاد ہے تاکہ قرآن مجید میں عوام کا دل نہ لگے۔"

"طبلہ، تنبورہ - اور معازف وملاہی (یعنی لہو ولعب کھیل اور گانے بجانے) کی چیزوں میں سے کوئی (بھی گھر میں) رکھی تو یہ مکروہ (تحریمی) ہے - گنہگار ہو گا، اگرچہ ان کو استعمال نہ کرتا ہو۔" (فتاویٰ عالمگیری جلد چہارم)

جب آلات موسیقی جیسے طبلہ، ڈھولک، گھنگرو اور ہارمونیم وغیرہ کو صرف گھر میں رکھ چھوڑنا گناہ ہے تو انہیں بجانا اور موسیقی کو رجوع الی اللہ، تزکیہ نفس اور قرب الٰہی کا ذریعہ اور وسیلہ قرار دینا کیا پرلے درجہ کی جہالت اور ضلالت نہیں؟

فتاویٰ عالمگیری میں ایک اور فتویٰ ہے:-

"قوالی سے بھیک مانگنا حرام ہے۔" (جلد اول)

"گانا اور قوالی اور ناچ جو ہمارے زمانے کے صوفی لوگ کرتے ہیں وہ حرام ہے اور اس کی طرف جانا اور وہاں بیٹھنا جائز نہیں ہے۔" (فتاویٰ عالمگیری جلد ۴)

"گانے والے کی گواہی مقبول نہیں۔" (فتاویٰ قاضی خاں)

حنفی مذہب میں دف بجانا بھی حرام ہے۔

(ظاہر الروایۃ بحوالہ نور المصابیح جلد اول حصہ سوم)

"سماع میں اگر گانا ہو تو وہ حرام ہے۔ کیونکہ تغنی اور اس کا سننا حرام ہے" (تاتارخانیہ)

آلات لہو اور تغنی (یعنی باجے اور راگ و گانا) سب حرام ہیں" (مبسوط)

"غنا اور اس میں تالیاں بجانا اور اس کا سننا حرام ہے"
(محیط)

سماع مزامیر کے ساتھ سننا حرام ہے۔" (فتاوی خیریہ)

"شامی جلد پنجم میں بھی سماع کی حرمت بیان کی گئی ہے۔"
(ملاحظہ ہو صفحہ ۳۰۶)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح اپنی فقہ اور مسائل کی معروف عالم کتاب "غنیۃ الطالبین" میں راگوں، گانوں اور سازوں کی پرزور مذمت کرتے ہیں ۔۔۔!

علامہ ابن جوزی رح نے "تلبیس ابلیس" میں ائمہ اربعہ اور ان کے شاگردوں کے اقوال، ان کی کتابوں اور ان کے ہم عصر بزرگوں کے حوالوں سے اس حقیقت کی وضاحت فرمائی ہے کہ ان حضرات کے پاس بھی مروجہ قوالی اور اس سے متعلقہ تمام امور حرام اور ناجائز تھے جس سے نفس انسانی اور اخلاق و کردار پر برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

مشہور حنفی عالم حضرت ظہیر الدین مرغینانی رح سے منقول ہے کہ "جو شخص ہمارے زمانے کی قرارت پڑھنے والے کی قرارت سنکر کہے کہ خوب پڑھا۔ وہ کافر ہو جاتا ہے۔"

"اسوۃ الصالحین" حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رح جنہوں نے دنیا میں پہلی مرتبہ قرآن مجید کا ترجمہ فارسی میں کیا تھا، کی ایک مشہور معروف کتاب ہے۔ اس میں وہ راگ۔ گانا اور دف وغیرہ سے متعلق فقہاء کرام کی آراء کو پیش فرمایا ہے:

"شامی میں ہے۔ بعض حضرات علمائے نے گانے کو مطلقاً مباح فرمایا ہے۔ اور بعض حضرات نے مطلقاً حرام اور منع فرمایا ہے اور بحر الرائق میں ہے کہ اصل مذہب (حنفیہ کا) اس کی حرمت ہی کا ہے۔ پس اختلاف ختم ہو گیا۔ اور "ہدایہ" کے ظاہری الفاظ اسی کو مشعر ہیں کہ گانا گناہ کبیرہ ہی ہے اگرچہ اپنے طور پر (یعنی اپنے لیے) گنگنائے (در مختار)۔۔۔۔ شامی میں ہے کہ دف اور جملہ مزامیر سننا حرام ہے۔ مالا بد منہ میں ہے کہ: مزامیر۔ طنبورہ۔ نقارہ، دف وغیرہ بالاتفاق حرام ہیں۔

مذہب شافعی میں بھی بتقریب نکاح و ختنہ دف کا مباح ہونا لکھا ہے تو وہ مطلقاً مباح نہیں ہے بلکہ چند قیود و شرائط کے ساتھ ہے۔ بدون ان کی رعایت کے ان کے یہاں بھی حرام ہے۔ علامہ ابن حجر مکی شافعی ان شرائط کو اپنے رسالہ کف الرعاع عن محرمات اللھو و سماع" میں مفصلاً تحریر فرمایا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شرط یہ ہے کہ دف کا جواز صرف لڑکیوں اور عورتوں کے لیے خاص ہے۔ مرد کے لیے ان کی عبارت یہ ہے:

"دوسری شرط یہ ہے کہ اس میں جھانجھ نہ ہو اور اس کے بجانے میں تکلف اور تصنع نہ کیا جائے جس سے خوش آوازی اور راگ پیدا ہو۔ بلکہ سادگی کے ساتھ ہاتھوں سے

پیٹا جائے۔ انگلیوں کے سرے سے نہ بجایا جائے کہ اس میں طرب ہے جو منع ہے۔" (اسوۃ الصالحین)

لیکن آج قوالی میں ——— نہ صرف دف بلکہ طبلہ، ڈھولک ہارمونیم و گھنگرو وغیرہ سے زیادہ سے زیادہ موسیقی پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔!

فقہ کا یہ مشہور مسئلہ ہے کہ جو موذن گانے کے انداز میں اذان دے اس کا جواب نہیں دینا چاہیے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رح کا فتوی ہے:

"غنا کو جو شخص مباح کہا وہ فاسق ہو گیا۔ حالانکہ گناہ کبیرہ ہے۔" (فتاوی عزیزی)

لہو ولعب سننا اور ایسی محفل میں بیٹھنا اور مزامیر کا بجانا اور رقص کرنا یہ سب باتیں حرام ہیں۔" (جامع الفتاوای)

جامعہ نظامیہ حیدر آباد سے مارچ ۱۹۷۵ء میں عرس اور قوالی وغیرہ سے متعلق ایک اہم فتوی جاری ہوا ہے:

"چراغاں کرنا، خوشی کی تقریبات سے بھی کہیں زیادہ روشنیوں کا کا اہتمام کرنا۔ ڈھول اور طبلے بجانا۔ میٹھی، شیریں اور اچھی آواز سے قوالی اور گانا گانا ہے۔ بے ریش لڑکوں اور عورتوں کا اکھٹا ہونا۔ . . . اور بھی بہت سے منکرات ہیں جن کا قبروں اور مزاروں پر ارتکاب کیا جاتا ہے۔ تو سمجھ لینا چاہیے کہ ان اعمال کے حرام ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے۔" (ردالمختار، شامی جلد اول صفحہ ۶۳۰)

اس فتوی پر مفتی جامعہ نظامیہ، شیخ التفسیر، شیخ الحدیث۔

شیخ العقائد اور شیخ الفقہ کے اسماء گرامی اور دستخط اور مہر جامعہ نظامیہ موجود ہے!

یہاں یہ بات واضح رہے کہ ہدایہ کی تدوین ۵۹۲ھ میں فتاوی قاضی خاں کی تدوین ۵۹۲ھ میں، بحر الرائق کی تدوین ۹۷۸ھ میں فتاوی عالمگیری کی تدوین ۱۱۱۸ھ میں اور درمختار کی تدوین ۱۰۴۵ھ میں عمل میں آئی اور یہ ۱۳۹۵ھ ہے۔!

لمحۂ فکر :

گزشتہ صفحات میں جن ائمۂ کرام اور مفتیان عظام کے فتاوے درج کیے گئے وہ کافی مشہور و معروف مستند اور قدیم ہیں۔ اتنے قدیم کہ انہیں تبلیغی۔ دیوبندی اور وہابی نہیں کہا جا سکتا۔

فقہ کی ان عظیم اور قدیم کتابوں کو نظر انداز کر کے جن پر عرصۂ دراز سے علماء اعتماد کرتے آ رہے ہیں جو ملک کی بڑی بڑی جامعات میں شامل نصاب ہیں، گلی کوچوں کے علماء اور غیر غلط فکر و عمل کو اختیار کرنا اور اس دور ضلالت کے گمراہ علما اور موروثی و خاندانی مشائخ کی اندھی تقلید اور ذہنی غلامی کے تحت قوالی اور اس کے حرام اجزا کو جائز اور مفید سمجھنا کس طرح صحیح و درست ہو سکتا ہے؟

قائلین قوالی جن میں علماء اور عوام سب ہی شامل ہیں تقلید کے قائل اور کسی نہ کسی امام کے مقلد ہیں۔ کیا ہم یہ دریافت کر سکتے ہیں کہ وہ قوالی کے سلسلے میں کس امام کی تقلید کرتے ہیں؟ کیا کوئی ایسا امام بھی ہے جو قوالی اور اس کے اجزاء، مشرکانہ اشعار، راگ، گانا اور موسیقی وغیرہ

کو جائز اور دین و آخرت کے لیے مفید بھی سمجھتا ہے؟ اس کا جواب سوائے نفی کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ کسی بھی امام کے پاس ان خرافات کا جواز نہیں۔ ایسی صورت میں ہم قائلین و شائقین قوالی سے یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ؎

شرم تمکو مگر نہیں آتی!

مشتبہ اور اختلافی اُمور سے متعلق فقہ کی ہدایت:

اگرچہ قوالی کے جز اعظم "موسیقی" کی حرمت میں کسی قسم کے شک و شبہ اور اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں اور "موسیقی" قرآن، حدیث، آثار صحابہ اور ائمہ فقہ اور ہر دور کے علمائے ربانی کی غالب ترین اکثریت سے حرام قرار پاتی ہے۔ لیکن بالفرض اسے اختلافی مسئلہ بھی قرار دیا جائے تو بھی موسیقی اور قوالی کی حرمت برقرار ہی رہتی ہے کہ حدیث اور فقہ میں مشتبہ امور سے بچنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سلسلہ میں ارشادات ہیں:

"حلال بالکل واضح ہے اور حرام بالکل واضح ہے اور ان کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے جو ان مشتبہ چیزوں سے بچا وہ ——— اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچائے گیا اور جو شبہات میں پڑا وہ حرام میں مبتلا ہو گیا۔ جس طرح وہ چرواہا جو سرکاری چراگاہ کے پاس اپنا گلہ چراتا ہے۔ اغلب ہے کہ اس کا گلہ اس چراگاہ میں پڑ جائے۔ آگاہ

ہر بادشاہ کے پاس محفوظ علاقہ ہوتا ہے۔ اور اللہ کا محفوظ علاقہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔" (متفق علیہ)

"جو چیز تمہیں شک اور شبہ میں ڈالے اس کو چھوڑ کر اس چیز کو اختیار کرو جس میں کوئی شک و شبہ نہیں پایا جاتا"

(ترمذی - احمد)

کوئی بندہ متقیوں میں سے نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اس چیز سے جس میں اس کو اندیشہ ہے بعض ان چیزوں سے احتراز نہ کرے جس میں بظاہر اندیشہ نہیں۔"

(ترمذی، ابن ماجہ)

ان احادیث کی بنیاد پر فقہا کرام نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ:

"اگر کسی چیز میں یہ شک و شبہ ہو کہ وہ واجب ہے یا بدعت تو احتیاطاً اس کو ادا کرے اور اگر یہ شک ہو کہ وہ سنت ہے یا بدعت تو اسے چھوڑ دے۔"

(عینی الہدایہ۔ فتاویٰ عالمگیری)

بدعت اور شبہ مکروہ تحریمی کے مانند ہے (یعنی بدعت اور شک والی باتوں پر عمل کرنا حرام کے نزدیک ہے۔"

(غایۃ الاوطار)

حضرت امام غزالی بھی اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

"اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ جب کوئی سنت شعار اہل بدعت کا ہوجائے تو اس سے مشابہت نہ ہوجائے۔" (احیاء العلوم)

احادیث کی روشنی میں اخذ کردہ فقہ کے اس متفقہ مسئلہ کی رو سے بھی قوالی کا ترک اسلام کا عین تقاضہ ہے!

ایک اور کاری ضرب:

آج علماء، صوفیا و مشائخ اور ان کے جاہل، غالی اور اندھے مقلدین جو قرآن، حدیث، اجماع صحابہ اور احکام فقہ کو یکسر نظرانداز کر کے اپنے پیر اور شیخ کے خلاف شرعیہ عقائد و اعمال کو اندھی تقلید اور ذہنی غلامی اور جاہلانہ عقیدت کی بنا پر اختیار کر لیتے ہیں۔ وہ انبیاء، شہدا اور مرحوم صالحین کو من جانب اللہ نافع و ضار سمجھتے اور انھیں مصائب و مشکلات میں مدد کے لیے پکارتے ہیں۔ بزرگوں کی مزاروں کے ساتھ اس گروہ کا ربط و تعلق ایسا ہی ہے جیسا کہ مشرکین اپنے بتوں کے ساتھ رکھتے ہیں۔ اس لیے قوالی نہ صرف اہل بدعت کا بلکہ اہل شرک کا بھی شعار و طریقہ ہے۔ جب اہل بدعت کے شعار کو ترک کرنے کی ہدایت دی گئی ہے تو اہل شرک کے شعار کو چھوڑنا بدرجہ اولیٰ ضروری ہو جاتا ہے!

فصل (۷)

قوالی اور بزرگانِ دین

بزرگوں کے سماع کی حقیقت:

مروجہ قوالی کے جواز اور تائید میں استدلال کیا جاتا ہے کہ فلاں فلاں اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کے پاس سماع جائز تھا اور وہ اس سے شغف رکھتے تھے۔ لیکن آج کے یہ وہابی اور دیوبندی لوگ بزرگوں اور ان کے طریقوں کی مخالفت میں قوالی کو حرام قرار دیتے ہیں ـــــ!
حالاں کہ نہ تو اس طرح کا استدلال صحیح ہو سکتا ہے اور نہ یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ بزرگانِ دین سازوں پر غزلیں اور مشرکانہ اشعار گاتے تھے۔
بالفرض اگر بزرگوں نے موسیقی وغیرہ کے ساتھ سماع سنا بھی تھا تو ان کا یہ عمل شرعی حجت اور قابل تقلید نہیں بلکہ قابل رد اور لائق اصلاح ہے۔
صرف وہی عقیدہ اور عمل بے چوں و چرا اختیار کیا جا سکتا ہے جس کا ثبوت قرآن و حدیث میں ملتا ہے۔ اور جس کی تصدیق اور تائید صحابہ کرام کے اجتماعی عمل سے ہوتی ہو!

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہی ہے کہ مشہور و معروف علماء، صوفیاء،

مشائخ اور بزرگوں نے مروجہ قوالی کی طرح راگ اور موسیقی کے ساتھ سماع نہیں سنا ان کے ہاں اس قوالی کی طرح کسی چیز کا وجود اور چلن نہ تھا۔

ہوا و آبا۔ کی اتباع :

وہ حضرات جو دین کامل میں بدعت حسنہ کے قائل ہیں اور جو بزرگوں کے اختراعات اور محدثات پر اندھے، بہرے اور گونگے بن کر گرتے ہیں، وہ ان آیات قرآنی کی زد میں آتے ہیں :

"اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہو گا جس نے خدا کی ہدایت کے بجائے اپنے نفس کی خواہش کی پیروی کی۔ ایسے ظالم لوگوں کو خدا ہدایت نہیں دیتا۔" (قصص)

اگر تو نے ان بہت سے لوگوں کی اطاعت کی جو زمین میں رہتے ہیں تو وہ تجھ کو خدا کے راستے سے بھٹکا دیں گے۔" (انعام)

"اور جب ان سے کہا گیا کہ آؤ اس فرمان کی طرف جو خدا نے بھیجا ہے اور آؤ رسول کے طریقوں کی طرف تو انھوں نے کہا کہ ہمارے لیے تو بس وہی طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا یہ باپ دادا ہی کی پیروی کیے چلے جائیں گے۔ چاہے ان کو کسی بات کا علم نہ ہو۔ اور وہ سیدھے راستے پر نہ ہوں۔" (مائدہ)

قوالی نہ شریعت کی دین ہے اور نہ حقیقی بزرگوں کا عطیہ، بلکہ یہ نفس و شیطان کی اختراع کردہ ہے۔ جو گم راہ علما کی اتباع میں اختیار کر لی گئی ہے۔ جس سے نفسانی لذت کے سوا اور کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب

جب کہا جاتا ہے کہ یہ ایک غیر اسلامی شغل ہے جس کا خدا اور رسول نے کوئی حکم نہیں دیا۔ تو جواب دیا جاتا ہے کہ ہم تو بس اپنے علماء اور آبا و اجداد ہی کی پیروی کریں گے۔ کیا انہیں اسلام کا علم نہیں تھا ــــ ؟ یہ وہی جواب ہے جو ہر دور کے مشرکین اور منکرین حق اپنے نبی کو دیا کرتے تھے۔

ایک اور علمی فریب :

چند تذکرہ نگاروں نے بعض بزرگوں کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ سماع سُنتے تھے۔ لیکن اس وقت ان کے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ اس سے قوالی (معہ راگ و موسیقی) مراد لی جائے گی۔ چوں کہ ان بزرگوں کے ہاں سماع میں راگوں اور سازوں کا رواج نہ تھا اور وہ دینی اشعار صرف خوش الحانی اور خوش آوازی سے پڑھ لیا کرتے تھے، اس لیے اس بات کے اظہار کے لیے انھوں نے لفظ "سماع" کا استعمال کیا تھا۔ گویا کہ بزرگوں کا سماع بلا راگ و موسیقی تھا، جن کتابوں میں لکھا ہے کہ فلاں فلاں حضرات سماع سے شغل فرماتے تھے، ان ہی کتابوں میں اس حقیقت کی بھی وضاحت موجود ہے کہ وہ سماع میں راگ و موسیقی کو حرام ہی سمجھتے تھے۔ اور خود ان بزرگوں نے اپنی کتابوں میں موسیقی کو ناجائز قرار دیا ہے۔ اس لیے یہ بات کہ علماء اور صوفیاء، راگوں اور باجوں کے ساتھ قوالی سنتے تھے:- بزرگوں پر ایک بھیانک الزام اور اتہام ہے جس سے اولیاء کرام کی عقیدت اور محبت کا دم بھرنے والوں - ان کے نادان دوستوں اور جاہل معتقدوں کو شرم آنی چاہیے ـــ !

ایک طرف تو بزرگوں کی عقیدت و احترام کا دعویٰ ہے تو دوسری طرف عمل کا یہ عالم ہے کہ وہ ان بزرگوں کی قبروں پر قوالی کرتے ہیں جو قوالی

کو حرام اور مضر سمجھتے تھے ۔ طبلے کی تھاپ ۔ پائل کی جھنکار اور تالیوں کی تال پر ان بزرگوں کی تعریف کی جاتی ہے جو ان باجوں گاجوں سے شدید نفرت کرتے تھے ۔ !

عقیدت کا ڈھونگ :

قائلین قوالی کا یہ جرم کتنا سنگین ہے کہ وہ بزرگوں کی شریعت کے مطابق حقیقی تعلیمات ـــــ سے نہ صرف جاہل اور غافل ہیں بلکہ ان کی طرف غلط باتوں کو منسوب کر کے ان کی روش کے خلاف عمل کرتے ہیں اگر انہیں بزرگوں کے نقش قدم پر نہ چلنا تھا تو کم از کم ان کی جانب غلط اور گمراہ کن باتوں کو منسوب کر کے ان کی صحیح تعلیمات کو مسخ اور عوام کو راہ حق سے محروم نہ کرتے ـــــ اور طرفہ تماشہ یہ کہ جو حضرات بزرگوں کے کتاب وسنت پر مبنی صحیح عقائد اور اعمال سے لگن شغف اور واقفیت رکھتے ہیں اور جو حقیقی معنوں میں ان کے عقیدت مند اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔ ان ہی حضرات پر بزرگوں کے یہ نادان دوست اولیاؑ اور بزرگوں کی اہانت اور مخالفت کا جھوٹا اور بیہودہ الزام عائد کرتے ہیں ۔ !

وہ لوگ جو بزرگوں کی طرف غلو آمیز اور مشرکانہ اشعار - قوالی معہ راگ وموسیقی اور رقص ، وجد اور حال کو منسوب کرتے ہیں ، وہ قرآن مجید کی اس آیت کے مصداق بنتے ہیں :

دیکھو ــ! ہم نے شیطانوں کو انھیں لوگوں کا دوست بنایا ہے جو ہمارے حکم کو نہیں مانتے اور وہ جب کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے اور اللہ نے ہمیں اسی

طرح کا حکم دیا ہے۔ (اے نبی ۔۔۔!) کہہ دو کہ خدا کبھی بے حیائی اور بے شرمی اور بیہودہ کام کرنے کا حکم نہیں دیتا۔ بھلا تم خدا کے لیے ایسی باتیں کیوں کہتے ہو جن کا تمہیں علم نہیں ۔" (اعراف ع ۳)

حقیقت تو یہ ہے کہ قوالی اور اس سے متعلقہ خرافات سلف صالحین اور بزرگانِ دین کے ہاں موجود نہ تھے ۔۔۔!

بُزرگان چشت کا سماع :

اس سلسلہ میں حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی رح صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ لکھتے ہیں :

"ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے معمار اولیں خواجہ بزرگ رح سے لے کر سلطان المشائخ کے بے شمار نمائندوں تک جو تمام اطراف ہندوستان میں پھیلے ہوئے تھے ۔سب حافظ قرآن تھے عالم حدیث تھے ۔ حدیث و فقہ کے جوہری تھے اور اساسی حقوق پر ان کی گہری نظر تھی اور ان کا عمل قرآن و حدیث پر مبنی تھا ۔۔۔۔" (ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت)

اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے جناب وحید احمد صاحب سابق پارلیمنٹری سکریٹری یو۔پی گورنمنٹ لکھتے ہیں :

"کتنا ظلم ہے کہ جن لوگوں نے اس ملک میں قرآن پھیلایا ان پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انھوں نے طبلہ و سارنگی اسلام میں داخل کر دیا ہے۔ ان حضرات نے سماع میں مزامیر کی سختی سے ممانعت کی ہے اور صاف کہا ہے کہ جن لوگوں کے قلوب مادی حسن و جمال سے مانوس ہیں ان کے لیے ہر قسم کا گانا حرام

ہے ..... " (بحوالہ تجلی جنوری ۱۹۵۴ء)

حضرت نور محمد قادری، چشتی و نقشبندی لکھتے ہیں:۔

"قدیم زمانہ میں بزرگان چشتیہ کے اہل دل چند خاص بزرگ عوام سے خالی خلوت خانہ میں جمع ہو کر اپنے درمیان میں ایک باشرع، خوش آواز بزرگ سے نظم یا نثر میں خدا کی تعریف عالم برزخ و آخرت کا حال بلا مزامیر سن کیا کرتے تھے ..... پس اب کیا تھا ہندوؤں کے بُت کے آگے گانے بجانے کی نقل اتارنے کے لیے اس کی آڑ لے کر مزاروں پر گانا بجانا شروع کر دیا جیسا کہ بجاریوں کو آمدنی ہوتی تھی۔ ان کو بھی بے وقوفوں سے خاص آمدنی ہونے لگی۔" (معجز نما عکسی قرآن مجید)

مشہور کر دیا گیا ہے کہ اکابر چشت سماع کے قائل تھے۔ اس لیے چشتیہ سلسلہ کے مرشدین بھی قوالی سنتے ہیں۔ حالانکہ بزرگان چشت حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ۔ حضرت بابا فریدالدینؒ، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ، حضرت خواجہ نصیر الدین محمودؒ وغیرہم میں اکثر سماع بلا مزامیر ہی کے قائل نہ تھے اور بعض حضرات میں اختلاف سماع بلا مزامیر کا تھا۔ یعنی تمام چشتیہ حضرات ساز و آلات اور موسیقی کی حرمت پر متفق ہی تھے۔ ان میں اختلاف اس بات پر تھا کہ آیا باجوں اور موسیقی کے بغیر بھی گانے کے انداز میں سماع سننا جائز ہے یا نہیں ..... جب سماع بلا موسیقی کے بارے میں ہی خود مشائخ چشت میں نزاع و اختلاف پایا جاتا ہے تو موسیقی کے ساتھ مروجہ قوالی تو بدرجہ اولیٰ منع اور حرام ہونی چاہیے۔!

ہم کس کے مقلّد ہیں ؟ :

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر ائمہ فقہ اور صوفیا کے مابین کسی مسئلہ میں نزاع و اختلاف ہو تو اقوال صوفیا پر ائمہ فقہ کو ترجیح دی جائے گی اور صوفیا کے مقابلہ میں ائمہ فقہ کی بات قبول کی جائے گی۔ یہ بات یوں بھی مبنی بر حق ہے کہ ہم ائمہ اربعہ میں سے کسی امام کے مقلّد ہیں نا کہ کسی صوفی اور شیخ کے۔ اور فقہ کا یہ بھی ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ اگر ایک شخص فعل مباح کرتا ہے اور دوسرا شخص اس کے عمل سے کسی عملی یا اعتقادی معصیت اور فتنے میں گرفتار ہو جاتا ہے تو اس فعل مباح کا ترک واجب ہے" اور پھر حدیث میں مشتبہات کو ترک کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور حرام سے بچنے کے لیے اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ جس چیز کے بارے میں اس بات کا تردد اور شبہ ہو کہ حلال ہے یا حرام تو اس سے پرہیز کیا جائے۔!

بزرگوں کا حقیقی عقیدہ و عمل :

اس دور پر فتن کے اکثر مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی باتوں اور آثار و اجماع صحابہ پر کم توجہ دیتے اور اولیاء، صوفیا اور کے اقوال اور طریقوں میں کافی وزن اور کشش محسوس کرتے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہی ہے کہ وہ تمام مشہور و معروف علما اور بزرگان دین جن سے خود قائلین و شائقین قوالی بھی کافی عقیدت اور محبت کا دعوی کرتے ہیں۔ قوالی اور اس کے اجزاء کو حرام اور مضر ہی قرار دیتے تھے۔ اس لیے اب ہم قوالی اور اس سے متعلقہ امور کے بارے میں جلیل القدر علماء اور بزرگوں کے عالمانہ اور بصیرت افروز بیانات اور تصریحات پیش کرتے ہیں تاکہ

یہ حجت بھی پوری ہو جائے اور عوام کے لیے اطمینان و تسکین کا سامان فراہم ہو اور وہ اس بات پر سوچنے پر آمادہ ہو جائیں کہ جب تمام معروف اور قدیم علماء کرام اور بزرگانِ ملت قوالی کی حرمت پر متفق ہیں تو ان کی عقیدت اور محبت کا دعویٰ کرتے ہوئے ان کے علم و عمل کے خلاف قوالی سننا اور اسے جائز اور مفید قرار دینا کس طرح مبنی بر حق ہو سکتا ہے؟

اب ہم ذیل میں جلیل القدر معروف و مستند علمائے سلف و خلف مفسرین و محدثین فقہا، صوفیا و مشائخ (جن میں قادری، چشتی، نقشبندی سہروردی اور رفاعی وغیرہ سب ہی سلسلوں کے علما شامل ہیں) اور مفکرین محققین و مورخینِ اسلام اور یورپ کے مشہور نومسلموں کے راگ، گانا، سازوں اور موسیقی و قوالی اور اس سے متعلقہ دیگر امور کے بارے میں مدلل، مفصل فکر انگیز اور بصیرت افروز بیانات درج کرتے ہیں۔

یہ نرے اقوال، بیانات اور خیالات ہی نہیں بلکہ ان میں قرآن، حدیث اور فقہ پر مشتمل مزید نئے نئے علمی اور عقلی دلائل و شواہد ملیں گے۔ انہیں بار بار غور سے پڑھیے اور اپنے فکر و عمل کی اصلاح کیجیے۔

اور بیانات کے آئینہ میں گمراہ علماء اور ان کی باطل تاویلات کی حقیقت، قوالی کی شرعی حیثیت اور اس کے مضر اثرات کو سمجھنے کی کوشش کیجیے علمائے حق کے درج ذیل بیانوں میں قوالی اور اس کے متعلقات کو سمجھنے کے لیے ہر نوع کے کافی، شافی اور وافی دلائل اور شواہد موجود ہیں۔!

قبولیت حق کے موانعات:

قبل اس کے کہ علماء کرام کے بیانات پیش کیے جائیں چند اہم باتوں کی وضاحت ضروری ہے تاکہ علماء حق کی ان تصریحات اور توضیحات سے زیادہ

سے زیادہ استفادہ کیا جا سکے اور قبولیتِ حق کے سلسلے میں کوئی چیز مانع اور مزاحم نہ بن سکے۔

علمائے بدعت اور ان کے زیرِ اثر عوام اپنی کم علمی اور کج فکری کی بنا پر شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدی رح کے عقائد اور اعمال کو ایک نئے دین اور فرقہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں وہابی عقاید کی تعلیم دی جاتی ہے اور وہابی اور دیوبندی عقائد کی "تبلیغی جماعت" حامل اور مبلغ ہے۔!

لاعلمی اور تعصّب:

اہلِ بدعت کا یہ علمی اور ذہنی فساد تعصّب اور ہٹ دھرمی، ہدایت اور قبولیت حق کے سلسلے میں سخت مانع اور سدّراہ بنا ہوا ہے۔ جب کسی بدعتی اور مشرکانہ عقیدہ و عمل کی نفی اور تردید میں کسی جیّد عالم کے معقول دلائل و شواہد پیش کیے جاتے ہیں تو اسے یہ کہہ کر ٹھکرا دیا جاتا ہے کہ وہ تو تبلیغی، دیوبندی، وہابی اور گمراہ ہیں۔ بھلا ان کی بات کیسے قبول کی جا سکتی ہے؟ حالاں کہ حکم یہ ہے کہ کون کہتا ہے یہ مت دیکھو بلکہ یہ دیکھو کہ وہ کیا کہتا ہے۔ اس کے عقائد، تعلیمات اور اس سلسلہ کے دلائل، کتاب وسنت اور اجماع صحابہ کے مطابق صحیح ہیں یا نہیں؟

اہلِ بدعت کو ان کی ہٹ دھرمی نامعقولیت اور گروہی عصبیت نے انھیں کافی علمی اور فکری نقصان پہنچایا۔ ایسی صورت میں ان کا گمراہی کے عمیق اور تاریک غار سے نکل کر ہدایت کی روشنی اور کھلی فضا میں آنا ناممکن ہوگیا ہے۔ حالاں کہ یہ ایک تاریخی اور علمی دونوں اعتبار سے ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ آج حاملینِ توحید و سنّت جس فکر و عمل کی حمایت اور

اشاعت میں مصروف ہیں وہ اس دور کے علماء، مفسرین، محدثین اور فقہاء کی کتابوں میں موجود ہیں ۔ جو تبلیغی، دیوبندی اور وہابی تحریک سے بہت زمانہ قبل کی ہیں ۔ مثلاً حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، امام غزالی، شیخ شہاب الدین سہروردی، حضرت نظام الدین اولیاء ۔ حضرت مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ دہلوی وغیرہم اور فقہ کی کتابوں میں ہدایہ ۔ شامی ۔ در مختار ۔ غایۃ الاوطار اور فتاوی عالم گیری وغیرہم کا وہابی تحریک اور عقائد سے دور کا بھی کوئی ربط و تعلق نہیں ہو سکتا ۔ !

اہل بدعت جن عقائد اور اعمال کو دیوبندی اور وہابی کہہ کر رد کر دیتے ہیں ۔ وہ در حقیقت ان علماء اور کتب کو ٹھکراتے ہیں جو قیام دارالعلوم دیوبند سے قبل کے اور تحریک وہابیت سے بہت قدیم ہیں اور جن کی عقیدت اور محبت کا خود اہل بدعت بھی دم بھرتے ہیں ۔!

حقیقت تو یہ ہے کہ وہابی عقائد کا تعلق مذکورہ قدیم علماء و کتب سے ہے اور ان علمائے ربانی کے علم و کتب کا ماخذ قرآن و سنت اور اجماع صحابہ ہے اس لیے جو شخص بھی وہابی عقائد کا مضحکہ اڑاتا ہے، وہ در اصل بالواسطہ طور پر قرآنی اور نبوی حقائق کی تکذیب کرتا ہے ۔ اہل بدعت کے دل و دماغ سے جاہلیت، ناواقفیت اور گروہی عصبیت کا پردہ ہٹانے کے لیے ہم نے امام ابن تیمیہ رح، محمد بن عبدالوہاب نجدی رح، اور دیگر علماء کرام کی تاریخ پیدائش و وفات کو بھی درج کر دیا ہے تاکہ ناظرین کو اس حقیقت کا علم ہو جائے اور وہ اس چیز کو محسوس کریں کہ امام ابن تیمیہ رح اور محمد بن عبدالوہاب رح کے عقائد اور ان کا دین وہی تھا جو ان کے پیشرو علماء و بزرگوں، مفسرین و محدثین، فقہاء، صوفیاء اور مشائخ کا تھا ۔ ان علمائے سلف اور محمد بن عبدالوہاب رح کے عقائد و افکار میں کوئی فرق نہیں پایا جاتا ہے ۔ !

فصل (۸)

علمائے حق کے بیانات

۱- حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح: پیدائش ۴۷۰ھ وفات ۵۶۱ھ

اگر حاضر ہو اس میں کوئی گناہ کی بات جیسے طبلہ اور نرد، نماز، عود اور بانسلی اور رباب اور معازف اور طنبورہ وغیرہ تو اس جگہ نہ بیٹھے کیونکہ یہ سب حرام ہیں۔" (غنیۃ الطالبین)

اسی کتاب میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح ایک دوسرے مقام پر مذکورہ سازوں اور ان کی موسیقی کا سننا، خوب صورت نامحرم عورتوں کے گھورنے اور شراب پینے کے مماثل قرار دیتے ہیں! بعض حضرات کی یہ نرالی منطق ہے کہ سماع شریعت میں ناجائز ہے لیکن تصوف، طریقت اور روحانیت کے ایک خاص مقام پر بہت مفید ہے جس کو علمائے ظاہر نہیں سمجھ سکتے۔ اس علمی فریب کی حضرت جیلانی رح کے درج ذیل بیان سے بخوبی وضاحت ہو جاتی ہے:

"اگر کوئی یہ کہے کہ وہ یاد الٰہی میں رغبت کو بڑھانے کے لیے گانا سنتا ہے جو بخشش کا باعث ہے تو یہ بالکل جھوٹ ہے کیوں کہ شریعت میں

راگ سننے کے بارے میں کوئی ایسا ذوق بیان نہیں کیا گیا جس سے ثابت ہو کہ یہ فلاں کے لیے جائز ہے۔ اگر گانا سننا جائز ہوتا جس کے سننے سے لذت نہ آتی اسی طرح ایسے افراد کو شراب پینا جائز ہوتا جو یہ ثابت کر سکے کہ اس کے پینے سے ان کو مستی نہیں آتی اور شراب پی کر ہم حرام سے بچ جاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص خوب صورت لڑکوں اور بے گانہ نامحرم عورتوں کے ساتھ خلوت میں بیٹھ کر یہ دعویٰ کرے کہ میں ان کی خوب صورتی اور حسن سے عبرت حاصل کرنے کے لیے ایسا کرتا ہوں تو یہ محض ایک حیلہ ہے ان کے ساتھ خلوت میں بیٹھنا ناجائز ہے کیوں کہ اس سے فساد کا اندیشہ ہے اور خرابی پیدا ہوتی ہے۔ جو شخص حرام چیز کے استعمال کو عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کا موجب بناتا ہے اس کا یہ فعل حرام کاری سے بھی زیادہ ہے۔ وہ آدمی درا صل اللہ کی راہ میں حرام کاری اور حرام خوری پر کمربستہ ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی خواہش کے مطابق کرتے ہیں اور مقبولیت اور توجہ کے لائق نہیں۔

(غنیۃ الطالبین)

فقہ کی کتابوں میں آپ کو یہ مسئلہ ملے گا کہ اگر موذن اذاں گانے کے انداز میں کہے تو اس کا جواب نہیں دینا چاہیے اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بیان کرتے ہیں:

"قرآن کو گویئے کی طرح گا کر پڑھنا مکروہ ہے۔ اگر راگ کی آواز خدا کے خوف اور اس شخص کے درمیان پردہ بن جاتی ہے۔ اس لیے قرآن راگ سے پڑھنا مکروہ ہے۔" (غنیۃ الطالبین)

حضرت جیلانی رحمہ لکھتے ہیں:

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (نماز میں امام کی غلطی پر) سبحان اللہ کہنا مردوں کا کام ہے اور تالی بجانا عورتوں کے لیے مخصوص ہے۔" (بحوالہ ایضاً)

لیکن قوالی میں تالیاں بجانا ایک اہم جز ہے جس سے قوالی کا لطف وسرور دوبالا ہو جاتا ہے۔ اور تالیاں بجانے والے اکثر مرد یعنی بے ریش لڑکے ہوتے ہیں۔

ایک اور روڑہ:

اسلام میں قرآن اور اشعار کو خوش الحانی سے پڑھنے کی اجازت ہے۔ لیکن راگ اور گانے کے انداز سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت شیخ جیلانی رحمۃ وہ بزرگ ہیں جنھیں اہل بدعت اور قائلین قوالی بڑے زور وشور سے مانتے ہیں لیکن ان کی تعلیمات کی صریح خلاف ورزی کرتے ہیں۔ حیرت اور تعجب کا مقام ہے کہ جو بزرگ راگوں، گانوں اور سازوں سے شدید نفرت کرتے تھے ان ہی کے مناقب و فضائل بیان کرتے وقت ان کی ناپسندیدہ چیزوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔! قائلین قوالی خصوصیت سے قادری حضرات کو چاہیے تھا کہ وہ حضرت پیران پیر رحمۃ کی مذکورہ تصریحات کے مطابق اپنی غلطی کو تسلیم کر لیتے اور ایک عظیم گمراہی سے باز آجاتے۔ لیکن۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ" ایک گناہ کو نبھانے اور چھپانے کے لیے کئی گناہ کرنے پڑتے ہیں۔" قائلین سماع پر یہ مقولہ پوری طرح چسپاں ہوتا ہے چناں چہ انھوں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ کی مشہور عالم کتاب" غنیۃ الطالبین" کے بارے میں یہ سفید جھوٹ گھڑ ڈالا کہ یہ کتاب درحقیقت ان کی ہوتی ہی نہیں، اگر ہے بھی تو ان میں کی اکثر باتیں "وہابیوں" کی اضافہ کردہ ہیں۔!" حالاں کہ یہ وہ کتاب ہے جو بلاد اسلامیہ میں سینکڑوں

برسوں سے لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو کر پھیل چکی ہے اور جسے خود وہ علماءؒ تسلیم کرتے ہیں جن کے اہل بدعت معتقد ہیں۔ اس کتاب کی اشاعت اس وقت سے عمل میں آ رہی ہے جبکہ ابھی تحریک وہابیت کے جد اعلیٰ بھی اس دنیا میں تشریف نہ لائے تھے۔ اس لیے یہ الزام قطعی احمقانہ ہے کہ اس کتاب میں وہابیوں نے اپنے مطلب کی بعض باتوں کا اضافہ کر دیا ہے۔

اس کتاب کی عظمت اور حقیقت کو گمراہ علماء و مشائخ اس لیے مجروح کرنا چاہتے ہیں کہ اس سے ان کے مذموم عقائد اور خود ساختہ اعمال کی تذلیل ہوتی ہے۔ حضرت جیلانی رح نے اس کتاب میں اہل بدعت، قبوری شریعت اور علماء سو کی خبر لی ہے۔ اگر اس کتاب میں ایسی باتیں نہ ہوتیں اور قبوری عقائد کی تائید کی جاتی اور ان کے ارکان و اعمال کی تائید اور وضاحت کی جاتی تو اہل بدعت اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیتے۔ یہی نہیں بلکہ اہل بدعت آپ کی دوسری کتابیں جیسے خطبات اور فتوح الغیب وغیرہ سے بھی کتراتے ہیں۔ اپنے مخصوص طرز فکر و عمل کے لحاظ سے وہ اس موقف میں نہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح کی کتابوں کا سامنا کر سکیں۔

۲۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ : پیدائش۔ سنہ ۵۹۳ھ وفات : سنہ ۹۳۲ھ

یہ جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ نے شعر سنا۔ یہ سننا کے مباح ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ کیوں کہ شعر ایک کلام منظوم کا نام ہے اور اس کا مقابل نثر کہلاتا ہے۔ اگر مضمون اچھا ہے تو شعر بھی اچھا ہے۔ اگر وہ برا ہے تو یہ بھی برا ہے اور غنا تو خاص نغمات اور الحان سے ہوتا ہے اور اگر کوئی متصف انصاف سے کام لے اور غور کرے کہ اہل زمانہ کس طرح جمع ہوتے ہیں اور گانے والا (یعنی قوال)

اپنا دف اور بانسلی والا بانسلی لے کر بیٹھتا ہے اور پھر دل میں سوچیے کہ آیا - اس ہیئت سے یہ جلسہ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ہوا ہے اور آیا ان حضرات نے کبھی قوال کو بلایا ہے اور اس کے سننے کو جمع ہوکر بیٹھے ہیں - بالضرور وہ انکار کر اٹھے گا کہ ہرگز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور صحابہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت نہیں ہوی اور اگر اسمیں عمل میں کوئی فضیلت مقصود ہوتی تو یہ حضرات اس کو ہرگز نہ چھوڑتے"

(عوارف المعارف بحوالہ حق السماع)

یہ ہے حقیقی تجزیہ اور سنت و بدعت کو سمجھنے کا احسن طریقہ جس سے حق و باطل میں آسانی سے تمیز اور فرق کیا جا سکتا ہے -!

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رح مروجہ قوالی کا ایک عمیق اور نفسیاتی جائزہ لیتے ہوئے اس کی قباحتیں بیان فرماتے ہیں :

"(دوران قوالی) ان میں بعض شخص کھڑا ہو جاتا ہے نہ سمجھتا ہے نہ جانتا ہے کہ کیوں کھڑا ہوا - اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جب نغمات موزون سنتا ہے تو اس کا اثر کانوں سے طبیعت تک پہنچا ہے - ادھر طبیعت موزوں اور ادھر آواز و نغمہ موزوں اس وقت ایک حرکت طبعی پیدا ہوتی ہے اور طبیعت کے کھلنے اسے نفس کا پردہ قلب پر آپڑتا ہے اور نشاط طبعی قلب کو ابھارتا ہے اور یہ شخص کھڑا ہو کر رقص کرنے لگتا ہے - لہذا اس میں تصنع نفسانی کی آمیزش ہوتی ہے - اور اہل حقیقت کے نزدیک یہ بالکل حرام ہے - اور یہ شخص اس کو قلبی سرور سمجھتا ہے - حالاں کہ قلبی سرور کا منہ دیکھنا بھی اسے کبھی نصیب نہیں ہوا - اور حالاں کہ یہ قلبی سرور ہی سہی مگر اس کے قلب میں نفس کا رنگ ملا ہوا ہے - جس میں

ہوا و ہوس کا میلان اور بربادی کا سامان موجود ہے۔ اس کو یہ بھی خبر نہیں کہ حرکات میں نیت کیا ہوتی ہے۔ نہ اس کو صحت نیت کی شرطوں کی اطلاع ہے۔ ایسے ہی رقص کے حق میں بزرگوں نے فرمایا ہے کہ رقص علامت نقص کی ہے۔ کیونکہ اس رقص کا منشا طبیعت ہے جس میں ارادہ نیک نہیں ۔ بالخصوص جبکہ ان حرکات میں کھلا ہوا نفاق بھی ملا ہوا ہو۔ اس طور سے کہ حاضرین مجلس میں کسی کی نظر میں محبوب و مقرب اور معزز ہونا مقصود ہو اور اس میں بھی کوئی صحیح نیت نہ ہو بلکہ نفسانی نشاط اس کا باعث ہوا ہے کہ کسی سے لپٹنا چمٹنا کسی کا ہاتھ چوم لیا کسی کا پاؤں چوم لیا اور اسی طرح کی خفیف حرکتیں جو صوفیا کے نزدیک محض مہمل اور لغو ہیں۔ البتہ جن لوگوں کو تصوف کی وضع اور نقل ہی بنانا نصیب ہوا ہے ان کی بات ہی الگ ہے۔

مثلاً قوال امرد (نابالغ و بے ریش لڑکا) ہے کہ نفس کو دیکھنے کی کوشش ہوتی ہے۔ اور اس سے لذت ملتی ہے اور پھر اس سے خیال فاسد پیدا ہوتے ہیں یا مثلاً عورتیں اس مجمع کو تاک جھانک رہی ہیں اور نفوس جو ہوا و ہوس سے بھرے رہتے ہیں اس طرف جھکے جاتے ہیں اور ان حرکات اور رقص اور اظہار وجد کو گویا سفیر و دلال بنا رکھا ہے۔ یہ سراسر فسق و فجور ہے جس کے حرام ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔" (عوارف المعارف بحوالہ وجد و سماع)

حاصل جائزہ:

قارئین کرام حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رح کے مذکورہ بیان کو بار بار ملاحظہ فرمائیں کہ اس میں محفل قوالی کا ایک نفسیاتی اور حقیقت پسندانہ

جائزہ لیا گیا ہے۔ قوالی کے دوران یہ "ہا، ہو" اور اچھل کود، مصنوعی اور ظاہری ہوا کرتی ہے۔ جس میں شیخ عوام اور دوستوں اور جھانکتی ہوئی عورتوں میں اپنے ذوقِ شعری اور دین داری کے اظہار کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ قوالی کے دوران کوئی صاحب زور سے بیچ مار کر رقص کرنے لگتے ہیں اور لوگ ان کے بارے میں یہ خیال کرتے ہیں شعر تیر بن کر ان کے دل میں اتر گیا ہے اور جنھیں وجد وحال آتا ہے ان کے بارے میں بھولے عوام کا یہ تاثر ہوتا ہے کہ کافی پہنچی ہوئی ہستی ہے۔ تبھی تو اتنا متاثر ہوا اور لوگ ان پر رشک اور اپنی حالت پر افسوس کرنے لگتے ہیں کہ ہم سے ایک آہ تک نہ نکل سکی۔ حالانکہ بھری محفل میں یہی "آہ، واہ" کے نعرے لگانے اور وجد و حال میں آکر رقص اور پا کوبی کرنے والے حضرات کو تنہائی میں ریڈیو گراموں یا ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ وہی یا اس سے زیادہ اچھی قوالی سنائی جائے تو اس وقت تنہائی میں ان کی زبان سے نہ آہ نکلتی ہے اور نہ انھیں وجد و حال آتا ہے بلکہ اس میں انہیں دلچسپی بھی پیدا نہیں ہوتی، شاید اونگھنے لگیں، حالانکہ چیز وہی یا اس سے بھی شاندار ہے۔ صرف مکان اور ماحول کا فرق ہے ــــــ وجہ اس کی صاف ہے کہ وہاں انہیں دیکھنے، تعریف کرنے اور رشک کرنے والے کوئی موجود نہیں ہوتے ــــــ!

۳۔ حضرت امام غزالی رح: پیدائش ۴۵۰ھ، وفات ۵۰۵ھ

امام موصوف زمان، مکان اور اخوان وغیرہ کی شرائط کے ساتھ سماع کو جائز قرار دیتے ہیں۔ لیکن ان سب شرائط و قیود میں سب سے بڑی اور اہم شرط یہ ہے کہ سماع میں ساز اور موسیقی نہ ہو بلکہ عمدہ اشعار رف

خوش الحانی سے پڑھ لیے جائیں، وہ لکھتے ہیں قاضی ابو الطیب طبری رح نے امام شافعی رح و امام مالک رح و امام ابو حنیفہ رح و امام سفیان رح اور ایک جماعت علماء سے ایسے الفاظ نقل کیے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان سب حضرات کی رائے سماع کی تحریم کی ہے۔" (احیاء العلوم)

امام غزالی سماع کے موانعات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جس آلہ کو سماع کے ساتھ استعمال کیا جا رہا ہو وہ شرابیوں یا مخنثوں کا شعار ہو اور تمام مزامیر (آلات موسیقی) اور جتنے اقسام تار کے ہیں اور طبلی جو ڈھول نما ہو۔" (احیاء العلوم)

یعنی سماع میں ان سازوں کا استعمال حرام ہے۔!

۴۔ حضرت جنید بغدادی رح: المتوفی ۲۹۸ھ

حضرت عبداللہ بن محمد رح فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جنید بغدادی رح کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم کسی مرید کو دیکھو کہ وہ سماع سے رغبت رکھتا ہے تو سمجھ لو کہ اس میں اب تک آوارگی کا بقیہ موجود ہے۔" (روح تصوف)

"عوام کے لیے سماع بالکل حرام ہے۔ اس لیے کہ ان کے نفس زندہ ہیں۔"

"عوارف المعارف" میں حضرت جنید بغدادی رح کا قول منقول ہے کہ میں نے ابلیس سے خواب میں پوچھا کہ ہمارے یاروں پر بھی تیرا قابو چلتا ہے؟ — اس نے جواب دیا کہ "میں ان کے حق میں دق ہوں۔ کسی طرح ان پر میرا داؤ نہیں چلتا مگر دو موقعوں پر" — میں نے ان موقعوں کو دریافت کیا تو کہنے لگا کہ ایک سماع کا وقت دوسرا کسی پر نظر ڈالنے کے وقت کہ ان میں ان کو لے اڑتا

ہوں۔ یعنی اس وقت ان کو گمراہ کر دیتا ہوں"۔ (فرح الاسماع)

"بلاشبہ بعض مشائخ نے اس میں شرکت کی ہے، لیکن انھوں نے بھی اسے طرح طرح کی بندشوں سے مقید کر دیا۔ مثلاً کہا ہے۔ "جگہ ایسی ہونی چاہیے۔ احباب ایسے ہونے چاہییں، شیخ ایسا ہونا چاہیے۔ مگر ان مشائخ میں سے اکثر نے آخر عمر میں اس سے توبہ اور کنارہ کشی اختیار کر لی۔ چنانچہ حضرت جنید بغدادی رح جوانی میں سماع کی مجلسوں میں شریک ہوا کرتے تھے۔ لیکن آخر عمر میں اس سے بالکل کنارہ کش ہو گئے۔ خود انہیں کا قول ہے: "جو کوئی بقصد و ارادہ سماع میں شرکت کرتا ہے، فتنہ میں پڑ جاتا ہے اور جو کوئی اتفاقیہ اسے سن لیتا ہے راحت حاصل کرتا ہے"۔ (وجد و سماع)

واضح رہے کہ یہ اس سماع کا ذکر ہے جس میں ساز اور موسیقی نہ ہو۔ا

۵۔ علامہ ابن جوزی بغدادیؒ:

پیدائش: ۵۰۸ھ
وفات: ۵۹۷ھ

گانے کا بڑا نقصان وہ پہلو یہ ہے کہ اس کی وجہ سے دل بے اختیار مادّی لذّتوں کی طرف مائل ہوتا ہے۔ مادّی لذتوں میں سب سے زیادہ طاقتور لذت مرد اور عورت کا اختلاط ہے۔ اور گانا خاص طور پر اس اختلاط کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ زنا اور گانے کے درمیان کافی حد تک مناسبت ہے۔ کیوں کہ گانا روح کے لیے مسرور کن ہے اور زنا سے نفس سب سے زیادہ لذت محسوس کرتا ہے"۔ (تلبیس ابلیس)

حسن ابن العزیز جیروی رح نے حضرت امام شافعی رح کو یہ فرماتے سنا کہ میں عراق میں ایک چیز چھوڑ کر آیا ہوں جو زنادقہ کی ایجاد ہے۔ جس کو تغبیر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کے ذریعے سے لوگوں کو قرآن سے باز رکھتے

ہیں ۔" (تلبیس ابلیس)

اس کتاب میں وہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رح نے غنا (راگ، گانا) سننے کو حرام قرار دیا ہے ـــ حضرت فضیل بن عیاض مالکی رح کا یہ قول نقل فرماتے ہیں کہ "الغناء رقیۃ الزنا" ـــ راگ، زنا کا رقیہ، منتر ہے۔

(تلبیس ابلیس)

امام مالک کے مذہب کی نسبت عبداللہ بن احمد نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ اسحٰق بن یحیٰی نے کہا میں نے مالک بن انس سے اس غنا کی نسبت سوال کیا جس کی اہل مدینہ اجازت دیتے ہیں۔ جواب دیا کہ یہ فعل فاسقوں کا ہے۔ ابوالطیب نے کہا مالک رح نے راگ اور اس کے سننے سے منع کیا۔

علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ امام احمد کے مذہب کی نسبت تو اصل یہ ہے کہ ان کے زمانے کا غنا زہدیہ قصیدے تھے۔ مگر ہاں لوگ ان قصیدوں کو بلا آلات مزامیر (موسیقی) الحان سے گاتے تھے۔ عبداللہ رح ان کے بیٹے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا غنا دل میں نفاق اگا دیتا ہے، مجھ کو اچھا نہیں معلوم ہوتا۔"

ابوالفرح ابن جوزی رح اس سلسلہ میں مزید وضاحت پیش فرماتے ہیں کہ حضرت ابوحفص عمر بن عبداللہ اموری نے کہا عمر بن عبدالعزیز رح نے اپنے بیٹے کے اتالیق کو تحریر کیا کہ تمہاری تعلیم میں سے پہلا عقیدہ ان لڑکوں کا یہ ہونا چاہیے کہ لہو کی چیزوں سے سخت نفرت رکھیں۔ لہو کی چیزوں کا آغاز شیطان کی طرف سے ہے۔ اور انجام اس کا خدا تعالیٰ کی ناراضی ہے۔ باجوں کی محفل میں جانا اور راگ سننا اور ان کا دلدادہ رہنا دل میں نفاق

اگا دیتا ہے۔ جس طرح گھاس کو پانی اگاتا ہے اور فضیل بن عیاض رحمہ کا قول ہے غنا منتر ہے زنا کا۔ ضحاک نے کہا غنا دل کو خراب اور خدا کو ناراض کرتا ہے"۔۔۔ عبداللہ بن صالح کہتے ہیں' مجھ سے حضرت جنید بغدادی رح نے کہا کہ جب تم مرید کو دیکھو کہ سماع سنتا ہے تو جان لو ابھی اس میں کچھ لہو لعب کا مادہ باقی ہے"۔

باقی رہا دف کا بجانا "تابعین کی ایک جماعت دفوں کو توڑ ڈالا کرتی تھی۔ حالاں کہ اس وقت ایسے دف نہ تھے۔ جیسے آج کل ہیں۔ اگر دفوں کو دیکھتے تو خدا جانے کیا کرتے۔ حسن بصری رح کہتے ہیں کہ پیغمبروں کی سنت میں دف کسی چیز میں داخل نہیں"۔

(تلبیس ابلیس)

۶۔ حضرت شیخ ابوالحسن علی ہجویریؒ:

پیدائش: ۴۰۰ھ
وفات: ۴۶۵ھ

اگرچہ بعض مشائخ چشت کے نزدیک گانا سننا جائز ہے۔۔۔۔ لیکن جماعت کثیر چناں کہ اس کو حرام جانتی ہے۔ اس لیے ہمارے نزدیک بھی ترک اولیٰ ہے۔ یہ اختلاف تو اس غنا کے متعلق تھا جو بغیر معازف اور مزامیر (یعنی آلات موسیقی کے بغیر) ہو رہا ہو۔ رہا وہ گانا جو مزامیر کے ساتھ ہو تو اس کو جائز کہنے والا امت اسلامیہ میں سے کوئی شخص بھی نہیں۔ تاشہ، باجہ، سہ تارا، یکہ تارا، ساز، رنگین بانسری، بین، ڈھولک، طبلہ وغیرہ تمام آلات لہو ہیں جن کی حلت علماء سلف میں سے کسی سے منقول نہیں"۔

(تفسیر احمدی)

دف کا جواز بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے مگر وہ بھی شادی یا عید یا جہاد یا کسی اور خوشی کے موقعہ پر (جیسا کہ احادیث سے واضح ہوتا

ہے کہ لڑکیوں نے دف کو ایسے ہی موقعوں پر بجایا تھا تزکیۂ نفس اور رجوع الی اللہ کے لئے دینی مجلسوں میں نہیں) لیکن مزامیر کا جواز تو کہیں بھی ثابت نہیں بلکہ عمرو بن قرہ کی حدیث (جسے ہم نے احادیث کے بیان میں نقل کیا ہے) میں تو گانے کی کمائی کی مخالفت صراحتاً وارد ہے۔ حضورؐ سے جب عمرو بن قرہ نے اُجرت غنا کے متعلق (جن میں صاف مُضمر ہے اشعار ہوں) دریافت کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ "اللہ نے تم کو حلال روزی دی تھی۔ مگر تم نے حرام روزی کو پسند کیا اور حلال کو چھوڑ دیا (بیضاوی)

(تفسیر بیان السبحان سورہ لقمان)

شیخ ہجویریؒ لکھتے ہیں:

سماع بلا ضرورت نہ سُنئے، طویل وقفے کے بعد سنئے۔ محفل سماع میں مرشد موجود ہو عوام شریک نہ ہوں۔ قوال فاسق نہ ہوں۔ آلات موسیقی موجود نہ ہوں۔ محفل سماع میں لڑکے نہ ہوں۔ سماع کے وقت رقص کو ہر حالت میں حرام اور ناجائز ہی سمجھتے تھے۔ (کشف المحجوب)

۷۔ شیخ تقی الدین سُبکی: المتوفی ۷۵۶ھ

شیخ تقی الدین سُبکی ابن تیمیہ کے ہم عصر اور ان کے شدید ترین مخالفین سے تھے۔ تاہم قوالی اور اس سے متعلقہ اُمور کے بارے میں جب ان سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے نظم میں جوابدیا جسکو مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب فاضل دیوبند نے اپنی کتاب "ثمرات الاوراق" صفحہ ۱۶۴ پر مع ترجمہ نقل فرمایا ہے جسے ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔

"سمجھ لو کہ رقص اور دف اور گانا وغیرہ جن کے متعلق تم نے سوال کیا

ہے۔ اس کے جواز میں ہم سے پہلے ایسے بزرگوں کا اختلاف ہے۔ جو ہدایت کی مجسّم شرح اور سرداروں کے سردار ہیں۔ لیکن آج تک کوئی شریعت الہی دنیا میں ایسی نہیں آئی جس نے اس کو مطلوب اور تقرب الہی کی چیز قرار دیا ہو۔ جو لوگ ان کے حلال ہونے کے قائل ہیں وہ بھی اسی درجہ میں جیسے دوسری عادات مباحات کو حلال کہا جاتا ہے (نہ کہ عبادت سمجھ کر) پس جس شخص نے اس کام کو اپنے دین کے لئے بطور عبادت و تقرب الی اللہ کے اختیار کیا تو سمجھ لو کہ یہ بڑی حسرت کی چیز ہے۔

علامہ سبکیؒ کے اس جواب کی توضیح کرتے ہوئے علامہ مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں کہ: "امام موصوف کے کلام میں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کسی شریعت اور دین میں اہل تصوّف کے کسی سلسلہ میں سماع کو عبادات کی طرح معمول کسی نے نہیں بنایا۔ یعنی جس طرح مریدین کو اذکار و عبادات کی تلقین کی جاتی ہے، اشتغالِ سماع کی تلقین کسی بزرگ سے کہیں منقول نہیں۔" (ص ۱۶۴)

۸۔ حضرت ابو القاسم قشیریؒ: پیدائش: ۳۷۶ھ وفات: ۴۶۵ھ

علامہ قشیری اپنی سند کے ساتھ حضرت جنیدؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ سماع اس شخص کے لئے تو فتنہ ہے جو اسکو طلب کرے اور اس شخص کے لئے راحت کا سبب ہے جو اس کو (اتفاق سے) پالے۔ حضرت جامع امت برکاتہم فرماتے ہیں کہ طلب کرنے سے مراد یہ ہے خود سماع کا قصد کرے اور (بلا اضطرار باطنی) کے تکلفاً اس میں مشغول ہو۔ اور معاً دفعتہ سے مراد یہ ہے کہ کسی وقت باطنی اضطرار اسکی طرف پیدا ہو جائے اور حضرت ابو علی او ذباری سے سماع کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ کاش

ہم اس سے برابر چھوٹ جائیں ـــ! (یعنے نہ اس کا کچھ نفع ہو نہ وبال)
اور حضرت عبد اللہ بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جنیدؒ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جب تم کسی مُرید کو دیکھو کہ وہ سماع سے رغبت رکھتا ہے تو سمجھ لو کہ اس میں اب تک آوارگی کا بقیہ موجود ہے۔ حضرت ابو سلیمان دارانیؒ سے سماع کے بارہ میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ جو قلب خوش آوارگی کا ارادہ کرتا ہے وہ قلب ضعیف ہے۔ سماع سے اس کی دوا کی جاتی ہے۔ جیسے بچہ جب سونا چاہتا ہے تو (خوش آوازی وغیرہ سے) اس کی نیند کی تدبیر کی جاتی ہے اور حضرت ابو سلیمانؒ نے یہ بھی فرمایا کہ آواز خوش قلب کوئی نئی چیز پیدا نہیں کرتی بلکہ جو کچھ مادّہ (خیر یا شر کا) قلب میں موجود ہوتا ہے اسکو حرکت دیتی اور میں نے استاد ابو علی دقاقؒ سے سُنا ہے کہ ایک مجلس میں ابو عمرو بن بجیدؒ اور حضرت نصیر آبادیؒ اور چند اور لوگ جمع ہوئے تو نصیر آبادیؒ نے فرمایا کہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ جب قوم جمع ہو تو ایک آدمی کچھ کہے اور باقی سب خاموش رہیں۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی کی غیبت کریں۔ حضرت ابو عمروؒ نے فرمایا کہ اگر تم تیس برس تک غیبت کرتے رہو اس کا وبال اس سے کم ہے کہ سماع کی حالت میں ایسے آثار اپنے اوپر ظاہر کرو جن کے ساتھ تم درحقیقت متصف نہیں ۔" (رسالہ قشیریہ بحوالہ روح تصوف)

حدیث میں ہے کہ راگ، گانا دل میں دبا نفاق، پیدا کرتا ہے اور لوگ قوالی کے دوران اپنے میں یہ قلبی امراض اور خرابیاں پیدا کر کے وجد و حال میں آنے اور رقص کرنے اور اچھلنے لگتے ہیں۔ ان ہی باتوں کی طرف علامہ قشیریؒ نے اشارہ فرمایا ہے کہ یہ غیبت سے بھی بدترین گناہ ہے۔

۹۔ حضرت شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانیؒ

پیدائش سنہ ۹۷۱ھ، وفات سنہ ۱۰۳۴ھ

سماع و رقص در حقیقت لہو و لعب میں داخل ہیں۔ آیت ومن یشتری الہوالحدیث (جو خرافات مول لیتا ہے) سرود کے منع ہونے کے لئے نازل ہوئی ہے۔

آیات و احادیث اور فقہی روایات غنا اور سرود کی حرمت میں اس قدر ہیں کہ ان کا شمار کرنا مشکل ہے۔ اگر کوئی شخص منسوخ حدیث یا روایات شاذ کو سرود کے مباح ہونے پر دلیل کے طور پر پیش کرے تو یہ امر قابل اعتبار نہیں ہے، کیونکہ کسی فقیہ نے کسی عہد میں سرود کے مباح ہونے کا فتویٰ نہیں دیا اور نہ ہی رقص و پاکوبی کو جائز قرار دیا ہے اور صوفیا کا عمل حلت و حرمت میں سند نہیں ہے۔ یہاں تو امام ابوحنیفہؒ امام ابویوسفؒ کا قول معتبر ہے۔ اس زمانے کے خام صوفیوں نے اپنے پیروؤں کے عمل کا بہانہ کر کے سرود و رقص کو اپنا دین بنا لیا ہے۔ اور اس کو طاعت و عبادت سمجھ لیا ہے۔ اللہ کا احسان ہے کہ ہمارے پیر اس امر (باطل) میں مبتلا نہیں ہوئے اور ہم تابعداروں کو ایسے امور کی تقلید سے چھڑا دیا ہے،

(مکتوبات، دفتر اول صد ۲۶۶)

• اور ان نقشبندیہ کے خلفاء متاخرین میں سے بھی ایک جماعت نے بزرگوں کے اوضاع و اطوار کو ترک کر کے اس طریق میں کئی بدعتیں پیدا کر دیں اور سماع و رقص اور ذکر بالجہر کو افراط کے

ساتھ) اختیار کر رکھا ہے۔" (جلد اول، مکتوبات صـ ۲۶۵)

حضرت مجدد الرحمہ کے مذکورہ مکتوبات سے واضح ہے کہ نہ صرف وہ خود سماع مع موسیقی و راگ کو حرام سمجھتے تھے بلکہ امام ابوحنیفہؒ امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ اور خود حضرت موصوف کے شیخ اور استاد محترم بھی موسیقی رقص و سرود کو حرام ہی قرار دیتے تھے۔ جس پر وہ اللہ کا شکر ادا فرماتے ہیں۔ مزید برآں اس مکتوب سے اس حقیقت کا بھی انکشاف ہوتا ہے کہ چشتیہ اور نقشبندیہ بزرگوں پر مروجہ قوالی کا انتساب غلط اور ان پر ایک نار والزام اور اتہام ہے۔ اس سلسلہ میں وہ مزید وضاحت کرتے ہیں۔

ان تمام شرعی تصریحات کے باوجود اگر کوئی شخص کسی منسوخ حدیث یا کسی شاذ روایت سے جواز غنا پر استدلال کرنے لگے اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔ کیوں کہ کسی زمانہ میں کسی فقیہہ نے بھی جواز غنا کا فتویٰ نہیں دیا اور نہ رقص و پاکوبی کو جائز مانا۔" (مکتوبات جلد اول صـ ۳۳۴)

باقی سماع کے نافع ہونے کی شرطیں "عوارف المعارف" یا دیگر اکابر مستقیم الاحوال کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ لیکن یہ شرطیں دورِ حاضر کے لوگوں میں عموماً مفقود ہیں بلکہ اس قسم کا سماع اور رقص جو آج کل رائج ہے بلاشک و شبہ مضر ہے اور عروج و ترقی کے منافی۔" (مکتوبات جلد اول صـ ۳۰۷)

حقیقت نماز سے ناواقفیت کے باعث ہی ایک گروہ نے سماع اور نغمہ کو اپنے اضطراب کے لئے ذریعہ سکون قرار دیا اور نغمہ کے پردوں میں اپنے مطلوب کا دیدار کرنا چاہا۔ لامحالہ رقص و رقاصی کو دیدار تصور کرنے لگے حالانکہ انہوں نے سنا ہوگا: "ما جعل اللہ فی الحرام شفاء" خداوند عالم نے حرام میں شفا نہیں رکھی۔ (بخاری)

حقیقت یہ ہے کہ ان کی مثال اس ڈوبنے والے کی ہے جو تنکے کا سہارا تلاش کرتا ہے اگر ان حضرات پر حقیقت نماز کا ایک شمہ بھی منکشف ہو جاتا تو کبھی بھی سماع اور نغمہ کا نام نہ لیتے اور وجد و حال میں مشغول نہ ہوتے۔" (مکتوبات جلد اول ص ۲۶۱)

۱۰۔ حضرت سید احمد کبیر رفاعی: المتوفی ۵۷۸ھ

بزرگو۔۔! تم یہ کیا کر رہے ہو؟ کہ حارث نے یوں فرمایا۔ بایزید بسطامی نے یوں فرمایا۔ منصور حلاج نے اس طریقے سے فرمایا۔ ایسا کہنے سے پہلے یوں کہو:

"امام شافعیؒ نے یوں کہا۔ امام مالکؒ نے ایسا کہا۔ امام احمدؒ نے یوں کہا۔ امام اعظمؒ نے یوں فرمایا۔" (البنیان المشید)

یعنی حلت و حرمت، حق و باطل اور سنت و بدعت کے بارے میں صوفیا و مشائخ کے فکر و عمل پر ائمہ فقہ کو فوقیت دینی چاہیئے۔۔!

۱۱۔ شیخ محی الدین ابن عربیؒ پیدائش ۵۶۰ھ وفات ۶۳۸ھ

اہل توحید وجود میں سے شیخ محی الدین ابن عربی سماع غنا کے انتہائی منکر ہیں اور فرماتے ہیں کہ نغمہ کا اثر بالذات روح حیوانی پر ہوتا ہے۔ حرکت بدنی اور رقص کا ظہور روح حیوانی کا سبب ہوتا ہے۔ روح انسانی تاثیر نغمہ سے منزّہ ہے۔

حضرت شیخ اکبرؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ سماع، غنا اور اس کی تاثیر دینِ خالص میں سے نہیں ہے۔ جس کی طرف آیۃ الا للہ الدین الخالص

میں اشارہ ہے۔ اس کے علاوہ بھی سماع غنا کے انکار میں حضرت شیخ اکبر نے بہت کچھ فرمایا ہے۔"

(المکاتب والرسائل الی ارباب الکمال والفضائل)

۱۲۔ شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ: المتوفی ۱۰۵۲ھ

"یہ بات یقین کو پہنچ گئی ہے کہ اکابر مشائخ چشتیہ نے (فقط) سماع (بلا مزامیر) سُنا ہے۔ لیکن (وہ بھی) احتیاط شرائط اور آداب کے ساتھ۔ وہ اکثر خلوت میں سماع سنتے تھے تاکہ اغیار اور نامحرموں کی شرکت سے مجلس خالی رہے۔

حضرت سُلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ' کی مجلس میں نہ مزامیر ہوتے تھے اور نہ تالیاں بجتی تھیں۔ ان چیزوں سے حضرت اپنے متوسلین کو منع فرماتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ دائرہ شرع سے کسی شخص کو باہر نہ ہونا چاہیئے۔ مسائل فقہ میں مذکور ہے کہ سماع بلا مزامیر میں تو اختلاف ہے بھی' لیکن مزامیر کا سننا بالاتفاق حرام ہے۔

مریدین سلسلہ شیخ نصیر الدین محمود قدس سرہ' سماع مزامیر سے حد درجہ اجتناب واحتراز کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ نے فرمایا ہے کہ۔ جو شخص مزامیر سُنے گا وہ ہماری بیعت' اور مریدی سے خارج ہو جائے گا!"

(المکاتیب والرسائل الی ارباب الکمال والفضائل)

حضرت محدث دہلویؒ اپنی ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں کہ کسی ایسی دعوت اور محفل میں شریک نہ ہونا چاہیئے، جہاں گانا بجانا'

اور قوالی ہو رہی ہو"

(اسوۃ الصالحین)

وہ اس سلسلے میں مزید رقم طراز ہیں۔

"حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی شافعیؒ "عوارف" میں فرماتے ہیں کہ دف کو جھانجھ کے ساتھ بجانا اگرچہ ہمارے امام شافعیؒ کے مذہب میں مباح ہے۔ اور اس باب میں ہمارے مذہب میں بڑی وسعت ہے۔ مگر (بندہ کے نزدیک) اس کا ترک ہی بہتر ہے۔ کیونکہ اختلاف ہے۔ اور دور ہی رہنے میں احتیاط ہے۔ حضرت حسنؒ نے فرمایا ہے کہ دف بجانا مسلمانوں کا طریقہ نہیں" (اسوۃ الصالحین)

حضرت شیخ وضاحت فرماتے ہیں:

"..... پھر یہ کہ مذہب شافعی میں بھی جو تقریب نکاح و ختنہ دف کا مباح ہونا لکھا ہے تو وہ مطلقاً مباح نہیں بلکہ چند قیود و شرائط کے ان کی رعایت کے ان کے یہاں بھی حرام ہے۔!

علامہ ابن حجر مکی شافعیؒ نے ان شرائط کو اپنے رسالہ کف الرعاع عن محرمات اللہو السماع میں مفصلاً تحریر فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شرط یہ ہے کہ جواز صرف عورتوں اور لڑکیوں کے لئے خاص ہے۔ مرد کے لئے نہیں۔ ان کی عبارت یہ ہے۔

"دوسری شرط یہ ہے کہ اس میں جھانجھ نہ ہو اور اس کے بجانے میں تکلف اور تصنع نہ کیا جائے جس سے خوش آوازی اور راگ پیدا ہو بلکہ سادگی کے ساتھ ہاتھوں سے پیٹا جائے۔ انگلیوں کے سروں سے نہ بجایا جائے کہ اس میں بھی طرب ہے جو ممنوع و حرام ہے"

لیکن آہ ــــ! آج کیا سے کیا ہو گیا۔ جو چیز عورتوں، لڑکیوں اور بچیوں کے لئے بمشکل مباح اور کڑی شرط سے فقط جائز تھی۔ اس چیز کو حقیقت، تصوّف، روحانیت اور معرفت کا اعلیٰ مقام قرار دیا اور ان دل خوش کن ناموں کے ساتھ نفس کی لذتوں کا سامان فراہم کیا جا رہا ہے۔

فقہا نے دف کو صرف انگلیوں کے سرے سے اس طرح بجانے کی اجازت دی تھی جس سے موسیقی اور آواز کا زیر و بم نہ پیدا ہو سکے۔ لیکن آج نہ صرف دف کو بنیاد بنا کر مختلف آلات موسیقی کا جواز نکال لیا گیا بلکہ قوالی میں انہیں ایسے مختلف ڈھنگوں، فنّی نزاکتوں اور اداؤں سے بجایا جا رہا ہے کہ اس سے نفس کو بھلی معلوم ہونے اور لذت بخشنے والی دل نواز موسیقی پیدا ہو۔

۱۳۔ حضرت ابو حفص رحؒ : (آپ کا تعلق تیسری صدی ہجری سے ہے)

"جب کسی مرید کو یہ دیکھو کہ وہ سماع پسند کرتا ہے تو سمجھ لو کہ اس میں بطالت و جہالت کا حصّہ باقی ہے۔" (بحوالہ روح تصوّف)

۱۴۔ حضرت فخر الدّین" خلیفہ نظام الدین اولیا رحؒ

"رقص کرنا احمقوں اور مکاروں کا فعل ہے۔ جو کہ غلبہ ہوائے نفسانی کے وقت سرزد ہوتا ہے۔ وہ بالاتفاق حرام ہے۔"

(اصول سماع)

۱۵۔ امام جلال الدین سیوطی : پیدائش ۸۴۹ھ
وفات ۹۱۱ھ

"راگ اور موسیقی حرام ہے" (عون المعبود)

۱۶۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رح پیدائش : ۵۳۶ھ
وفات : ۶۳۳ھ

کتاب "انیس الارواح ملفوظات حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح مرتبہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح میں ہے :

"ایک ملفوظ میں حضرت خواجہ مودود چشتی کا نقل کیا ہے کہ راگ اور باجوں کی شامت سے اور بعض گناہوں کی وجہ سے لبتیاں خراب اور ویران ہوں گے۔ اور سب آپس میں لڑ مریں گے۔" (شریعت اور طریقت صـ ۳۲۷)

۱۷۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ رح پیدائش : ۶۳۶ھ
وفات : ۷۲۵ھ

شرائط سماع کے تحت لکھتے ہیں :

(۱) "سنانے والا لڑکا اور عورت نہ ہو۔" لیکن قوالوں کی پارٹی میں نہ صرف بے ریش، باریک آواز لڑکے ہوتے ہیں بلکہ آج کل عورتوں اور طوائفوں کو بھی عرسوں میں بلایا جا رہا ہے جو سازوں کے ساتھ حمد اور نعت سناتی ہیں!

(۲) "محفل سماع میں عورتیں نہ ہوں" — لیکن محفل سماع یعنی سامعین میں عورتوں کی کثرت ہوتی ہے۔ جہاں چلمنوں کے ذریعہ پردہ کا نامعقول انتظام ہوتا ہے۔!

(۳) "آلات موسیقی مثلاً چنگ و رباب اور دوسرے ساز نہ ہوں۔"

— لیکن ظاہر ہے کہ آلات موسیقی کے بغیر قوالی کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا
(فوائد الفوائد۔ بحوالہ بزم صوفیا)

اسی کے ساتھ حضرت خواجہ رح نے سماع کو ان تمام خلاف شرع اور منکرات و بدعات اور اسباب لہو و لعب سے جو غیر مسلموں کے اثر سے خاص طور پر ہندوستان میں اہل ہوا نے یا خام کار صوفیوں نے سماع میں شامل کئے تھے۔ خود بھی دور رکھا اور اپنے متبعین کو ان سے اجتناب کی انتہائی تاکید فرمائی۔ آپ نے سماع کے آداب اس طرح بیان فرمائے

"..... آپ آلات غنا اور باجوں وغیرہ سے سختی سے منع فرماتے اور جب کبھی اس بارے میں کسی بے احتیاطی کی اطلاع ملتی تو نہایت ناراض ہوتے اور اس بارے میں کسی عذر کو قبول نہ فرماتے تھے" سیر اولیاء میں ہے:

"مجلس میں ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت سلطان المشائخ رح سے عرض کیا کہ ان دنوں بعض حاضر باش درویشوں نے ایک ایسی مجلس میں جس میں چنگ و رباب اور مزامیر تھے، شرکت کی اور رقص کیا"

فرمایا:

"اچھا نہیں کیا۔ جو خلاف شرع ہے اور ناپسندیدہ ہے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ یہ لوگ جب باہر آئے اور لوگوں نے ان سے کہا کہ یہ آپ نے کیا کیا — ؟ اس مجلس میں مزامیر تھے۔ آپ نے سماع کس طرح سنا اور رقص کیا؟ ۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم سماع میں ایسے مستغرق تھے کہ ہمیں کچھ پتہ نہیں چلا کہ مزامیر ہیں یا نہیں۔ حضرت سلطان المشائخ نے سن کر فرمایا کہ یہ جواب کچھ نہیں۔ یہ بات تو ہر معصیت کے متعلق کہی جا سکتی ہے"

(سیر الاولیاء صفحہ ۴۹۱ بحوالہ تاریخ دعوت و عزیمت جلد دوم)

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء مزامیر کی مخالفت میں بڑی شدت اور صب اللہ فرماتے تھے ' وہ لکھتے ہیں:

" (نماز باجماعت میں) اگر کوئی عورت ہو تو واقف ہو ' وہ کس طرح امام کو آگاہ کرے۔ وہ سبحان اللہ نہ کہے تاکہ اس کی آواز غیر محرم نہ سن پائیں۔ پھر کیا کرے ؟ اس کو چاہیئے کہ ہاتھ کی پشت کو ہتھیلی سے مارے ہتھیلی کو ہتھیلی پر نہ مارے کہ یہ لہو سے مشابہ ہے۔ اس درجہ لہو سے پرہیز ثابت ہے پس سماع میں مزامیر بدرجہ اولیٰ منع ہوگا ! " (سیر الاولیاء)

اس سلسلے میں وہ فرماتے ہیں :

" جو چیز حرام ہے وہ کسی کے حکم سے حلال نہیں ہوتی اور جو شئے حلال ہے وہ کسی کے حکم سے حلال نہیں ہوتی اور جو شئے حلال ہے وہ کسی کے حکم سے حرام نہیں ہوتی " (فوائد الفوائد)

" میں نے تو بالکل منع کر دیا ہے کہ مجلس میں مزامیر اور محرمات نہ ہوں "

(فوائد الفوائد)

حضرت شبلیؒ نے شیطان سے پوچھا کہ اولیا اللہ پر تجھے کب قابو میں ملتا ہے۔ اس نے کہا کہ :

" سماع کے وقت جبکہ وہ غیر حق کے لئے سماع سنتے ہیں اور ان کے دل یادِ الہیٰ سے غافل اور بے ہوش ہو جاتے ہیں تو اس وقت مجھے خوب موقع ملتا ہے۔ " (بحوالہ شریعت اور طریقت)

۱۸۔ حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ: وفات ۷۵۷ھ

ایک دن آپ سے مزامیر' دف' رباب اور رقص وغیرہ سے متعلق سوال کیا ؛

گیا تو فرمایا:

"مزامیر بالاجماع جائز نہیں، بالاجماع حرام ہیں، اگر کوئی طریقت سے گرے تو کم از کم شریعت میں رہے اور اگر شریعت کا بھی نہ ہوگا تو پھر کہاں کا رہے گا۔ اور نجات کی کیا صورت ہوگی۔ اول تو سماع ہی میں (یعنی باجوں کے بغیر سماع میں) علماء کا اختلاف ہے۔ اگرچہ کچھ شرائط کے ساتھ مباح کہا گیا ہے۔ لیکن مزامیر تو بالاتفاق حرام ہیں۔" (خیر المجالس، مجلس ہشتم و اخبار الاخبار (بزم صوفیہ)

حضرت شیخ نصیر الدین محمود رح کبھی کبھی سماع سنتے تھے۔ قوال بھی طالب علموں اور درویشوں میں سے ہوتے تھے۔ جو، ان کی خدمت میں رہ کر کام کرتے تھے۔ ایک مرتبہ شیخ برہان الدین غریب رح کے مکان میں سماع کی مجلس منعقد تھی اور مزامیر بھی موجود تھے شیخ نصیر الدین محمود رح مجلس سے اُٹھ کر کھڑے ہوئے اور اپنے مکان پر آگئے۔ کسی نے کہا کہ آپ پیر کے طریقے سے پھر گئے۔ فرمایا:

یہ کوئی دلیل نہیں۔ اس خبر کو سلطان المشائخ کی خدمت میں لوگوں نے پہنچایا تو فرمانے لگے کہ انہوں نے بہت اچھا کیا اور حق ان کی جانب ہے۔ شیخ نے فرمایا ہے کہ جو مزامیر سنے گا وہ ہماری بیعت اور مریدی سے خارج ہو جائے گا۔" (فروح السماع بحوالہ شریعت اور طریقت)

۱۹۔ حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز رح: ولادت: ۷۲۱ھ
وفات: ۸۲۵ھ

"فقہا کے نزدیک مزامیر حرام ہیں۔ اس لئے ان سے سختی کے ساتھ احتراز کرنا چاہیئے۔"

(خاتمہ، بحوالہ بزم صوفیہ)

۲۰۔ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ: پیدائش: ۵۶۹ھ
وفات: ۶۶۴ھ

راگ باجہ اور نوحہ کی آواز حرام ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو اس قسم کی آوازوں پر کان لگائے گا۔ قیامت کے دن سیسہ پگھلا کر اس کے کانوں میں بھرا جائے گا۔ (سیر الاولیاء بحوالہ شریعت اور طریقت)

۲۱۔ علّامہ محمّد لطفی جمعہ:

"تاریخ فلاسفۃ الاسلام" میں تصوّف کا منشا اور اس کے اقسام کے تحت لکھتے ہیں:

"تصوّف اسلامی کا منشاء قرأتِ قرآن اور عام طور پر اس کی دائمی، تلاوت ہے۔ اس کے لئے معین مجالس نہ ہوں نہ کہ ذکر جہری کے مجالس لیکن مجالس ذکر بعد کو مجالسِ سماع میں تبدیل ہوگئیں۔ اوائل متصوفین جیسے ذوالنون مصریؒ جنید بغدادی اور حلاج کا قول ہے کہ سماع وجد پیدا کرتا ہے۔ لیکن صوفیہ میں فرقہ ملامتیہ کی ایک خاص حالت ہوتی ہے۔ امام سہروردیؒ نے اپنی کتاب "عوارف المعارف" کے جزء دوم میں ان کے اوصاف بیان فرمائے ہیں اور کہا ہے کہ ملامتیہ نے سماع پر تنقید کی ہے۔ اور اس کو روحانی سہولتوں میں شمار کیا ہے۔ حلاج نے بھی اس پر اعتراض کیا ہے اور ذکر کو ایسے قیمتی جوہر سے تشبیہ دی ہے۔ جو عابد کو معبود سے حجاب میں رکھتا ہے۔ لیکن بغداد کے صوفیہ نے جو اصحابِ سماع ہیں ملامتیہ اور دیگر معترضین کی تردید کرتے ہوئے کہا ہے کہ سماع مقصود بالذات نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ احساس مفقود ہو۔ اور وجدانی حالت پیدا ہوجائے۔ یہ چوتھی

صدی ہجری کے واقعات ہیں۔ ساتویں صدی ہجری میں عراق اور مشرق عربی میں ہند کے متصوفین کا درود ہوا جو حکمائے الٰہیہ کے شعبدہ بازوں کے مانند تھے۔ کیونکہ انہوں نے صوفیا کے حلقوں میں مختلف پوشیدہ داخل کئے۔ اس کے بعد انہوں نے ذکر کے علاوہ اور دوسرے عجیب و غریب طریقوں کا اضافہ کیا۔ جیسے رقص جس کو مخترعین نے فلاک کے دَور کی وضع پر ایجاد کیا تھا۔ جو اس زمانے تک مولویہ درویشوں کے تکیوں میں رائج ہے۔ اس کے بعد کپڑے چاک کرنے کی عادت کا رواج ہوا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ ذکر کے دوران وہ لباس کو چاک کریں گے۔ اور یہ امراء کی تقلید ہے جو لونڈیوں سے گانا سنتے اور عیش و طرب کی حالت میں کپڑے چاک کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد ذکر مفقود ہوگیا۔ لیکن ایسے اعمال کی ابتداء ہوئی جو شعبدے سے ملتے جلتے ہیں جیسے صوفیہ کے بعض فرقوں میں پائے جاتے ہیں۔"

(ترجمہ ڈاکٹر میر ولی الدین۔ مطبوعہ جامعہ عثمانیہ)

پردہ اٹھتا ہے؟

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب نجدیؒ کی ولادت ۱۱۱۵ھ میں ہوئی اور آپ ۱۲۰۶ھ میں وفات پائے اور امام ابن تیمیہؒ ۶۶۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۲۸ھ میں انتقال فرمائے، جن کے بارے میں مشہور ہے کہ محمد بن عبد الوہابؒ آپ کے علم و فکر سے بہت متاثر تھے۔ گویا انہیں محمد بن عبد الوہابؒ کے اُستاد کی حیثیت حاصل ہے۔ اور ان دونوں حضرات، ان کے شاگردوں ان کی آل اور دیگر معتقدین و مقلدین وغیرہ کے ذریعے مسلمانوں میں نئے دین و گمراہ عقائد کی تبلیغ و اشاعت عمل میں

آئی اور مسلمانوں کا دین و ایمان خراب ہوا۔ سعودی حکومت اور علماء شاہ ولی اللہ دہلوی رح، شاہ اسماعیل شہید رح، دارالعلوم دیوبند اور اس سے متعلقہ علماء و افراد اور تبلیغی جماعت وغیرہ اسی سلسلے کی باطل کڑیاں ہیں۔!

لیکن یہ بات قرآن و سنت، اسوۂ صحابہ، ائمۂ اربعہ اور تاریخی شہادتوں کے بالکل خلاف اور متضاد ہے۔ گزشتہ ابواب میں شرعی دلائل سے اس بات کا ثبوت فراہم کر دیا گیا ہے کہ قوالی اور اس کے اجزاء قطعی حرام و ناجائز ہیں۔ جس پر امام ابن تیمیہ رح سے بہت زمانہ قبل کے جلیل القدر، مشہور و معروف علمائے کثیر بھی متحد و متفق ہیں۔ جن کے بیانات اور تصریحات گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہیں۔

امام ابن تیمیہ رح کی پیدائش سے قبل کے علماء، فقہا و صوفیا کا قوالی اور اس کے متعلقات کو حرام قرار دینا اس بات کا واضح اور کھلا ثبوت ہے کہ ابن تیمیہ رح کا فکر و عمل ماخذ دین و دلیل شرعی اور علمائے سلف کے مطابق صحیح و قدیم ہی ہے، جدید اور گمراہ کن قطعی نہیں۔

جب امام ابن تیمیہ رح کا موقف قرآن و سنت اور علمائے سلف کے مطابق مبنی بر حق ہے تو محمد بن عبدالوہاب نجدی رح پر بھی "نئے دین" اور گمراہ عقائد کے حامل و مبلغ ہونے کا الزام آپ سے آپ باطل قرار پاتا ہے جو ابن تیمیہ رح سے متاثر تھے۔ جب ابن تیمیہ رح اور محمد بن عبدالوہاب رح کے عقائد و اعمال غیر اسلامی اور نئے نہ تھے تو دارالعلوم دیوبند اور تبلیغی جماعت وغیرہ کے برسر حق و ہدایت ہونے میں کیا امر مانع ہے؟ دراصل ابن تیمیہ رح، ابن قیم رح، محمد بن عبدالوہاب رح، سعودی علماء و حکومت، شاہ ولی اللہ دہلوی رح، شاہ اسماعیل شہید رح، دارالعلوم دیوبند، تبلیغی جماعت

اور ان جیسی دیگر دینی تحریکوں اور اداروں کے عقائد، کتاب وسنت ائمہ اربعہ اور ان سے قبل کے سینکڑوں ہزاروں جلیل القدر علمائے ربانی کے مطابق ٹھیٹ اور خالص اسلامی ہی ہیں۔

گدھوں کو موسیقی سے لگاؤ!

۱۱ر اپریل ۱۹۸۷ء کے روزنامہ سیاست حیدرآباد میں ایک پُر لطف اور قائلین قوالی و موسیقی کے لیے شرمناک و عبرت انگیز جز مذکورہ عنوان کے تحت شائع ہوئی جسے ہم توضیح و تبصرہ کے بغیر برائے لمحہ فکر نقل کرتے ہیں:

رامپور - ۱۰ر اپریل (سماچار) اتر پردیش کے ایک کمہار کے گدھے کو موسیقی سے اتنی دلچسپی ہے کہ اگر ٹرانسسٹر بند کر دیا جائے تو وہ آگے بڑھنے سے انکار کر دیتا۔ یہ واقعہ اتر پردیش کے وزیر زراعت مسٹر رام جی لال سہا ایک نے ایک جلسہ میں بیان کیا۔ انھوں نے بتایا کہ ایک کمہار سے انہوں نے دریافت کیا کہ آخر اس نے ٹرانسسٹر کیوں چالو کر دیا جو گدھے پر رکھا ہوا تھا۔ اس نے جواب دیا اگر وہ ٹرانسسٹر چالو نہ کرے تو گدھا چلنا بند کر دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا! جب ٹرانسسٹر شروع ہوا تو گدھا چلنے لگا۔ جیسے ہی بند ہوا گدھا رک گیا۔ مسٹر سہا ایک نے کہا اس سے پتہ چلتا ہے کہ گدھوں کو بھی موسیقی سے لگاؤ ہے۔

فصل (۹)

امام ابن تیمیہ رح کے بعد کے علماء

عصبیت اور جاہلیت کا پردہ چاک کرنے کے لیے اب ہم شیخ الاسلام حافظ تقی الدین امام ابن تیمیہ رح اور ان کے شاگردوں علامہ ابن قیم رح حافظ عماد الدین ابن کثیر رح، شاہ ولی اللہ دہلوی رح اور دار العلوم دیوبند سے متعلقہ علماء اور دیگر مفکرین، مورخین اور محققین اسلام کے بصیرت افروز بیانات نقل کرتے ہیں جنہیں آپ پڑھ کر یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ان کے عقائد و افکار قرآن وسنت اور ائمہ اربعہ سے مطابقت رکھتے ہیں اور یہ حضرات اسی دین و عقائد کے حامل و مبلغ تھے جن کے ان سے قبل کے جلیل القدر علمائے قدیم۔ فقہا، صوفیہ اور مشائخ عظام جیسے ائمہ اربعہ حضرت عبدالقادر جیلانی رح، ابن جوزی رح، امام غزالی رح، جنید بغدادی رح شہاب الدین سہروردی رح، خواجہ معین الدین چشتی رح، خواجہ نظام الدین اولیاء۔ اور دیگر مشائخ چشت وغیرہم حامل اور مبلغ تھے۔ ان حضرات کی کتابوں اور آئندہ صفحات میں نقل شدہ ان کے بیانات میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی کہ ان پر علمائے قدیم سے انحراف اور نئے دین و عقائد کے حامل

اور مبلغ ہونے کا الزام عائد کیا جاسکے!

۲۲- امام ابن تیمیہ:

ولادت: ۶۶۱ھ
وفات: ۷۲۸ھ

اس مسئلہ (یعنی قوالی) میں حقیقت تو یہ ہے کہ خیر القرون میں حجاز، شام، یمن، مصر، مغرب، عراق، خراساں کہیں بھی اہل اصلاح و تقویٰ اس قسم کے سماع کو پسند نہیں کرتے تھے۔ تالیوں، ڈھول، بانسری رباب پر ہرگز کوئی گانا نہیں سنا تھا۔ بلکہ اس عہد میں یہ چیز ہی سرے سے مشہور نہ تھی۔ دوسری صدی ہجری کے اواخر میں یہ ظاہر ہوئی اور جب ظاہر ہوئی تو ائمہ دین نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ چنانچہ امام شافعی رح نے فرمایا میں بغداد میں ایک ایسی چیز چھوڑ آیا ہوں جسے زندیقوں نے ایجاد کیا ہے۔ یعنی گانا بجانا۔ اس کے ذریعے انہوں نے لوگوں سے قرآن چھڑا دیا ہے۔ امام احمد رح سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ میں اسے ناپسند کرتا ہوں اور یہ بدعت ہے۔"

(وجد و سماع)

امام ابن تیمیہ کی ان باتوں کی تائید و تصدیق قدیم کتب فقہ سے ہو جاتی کہ حنفی اور شافعی علماء بھی اپنی فقہ کی کتابوں میں ان ہی باتوں کا ذکر کیا ہے۔

ابن تیمیہ رح آگے لکھتے ہیں:

"چنانچہ ابراہیم ادھم رح، فضیل بن عیاض رح، معروف کرخی رح، ابو سلیمان دارانی رح، احمد ابن ابی حواری رح، سری سقطی رح وغیرہم میں سے کبھی کسی نے اس میں شرکت نہیں کی۔ بعض اخبار سے ثابت ہے کہ وہ ایسی مجلسوں میں شریک ہوئے تھے مگر یہ بھی ثابت ہے کہ جب انہیں اس کی مضرت معلوم ہو گئی تو اس سے کنارہ کش ہو گئے۔ مشہور مشائخ نے اس سماع اور اس سے

تعلق رکھنے والوں

کی مذمت کی ہے۔ چناں چہ شیخ عبد القادر جیلانی رح اور شیخ ابو البیان رح نے
اس کی تصریح کردی ہے۔"
(وجد و سماع)

بلا شبہ بعض مشائخ نے اس میں شرکت کی ہے۔ لیکن انہوں نے
بھی اسے طرح طرح کی بندشوں سے مقید کر دیا۔ مثلاً کہا ہے کہ جگہ ایسی ہونی
چاہیئے۔ احباب ایسے ہونے چاہئیں۔ شیخ ایسا ہونا چاہیئے۔ مگر ان مشائخ
میں سے بھی اکثر نے آخر عمر میں اس سے توبہ اور کنارہ کشی اختیار کرلی تھی
چناں چہ جنید بغدادی رح جوانی میں سماع کی مجلسوں میں شریک ہوا کرتے
تھے۔ لیکن آخر عمر میں اس سے کنارہ کش ہوگئے۔"
(وجد و سماع)

امام موصوف ایک اور کتاب میں رقمطراز ہیں:

"ہر شخص کا وجدان اور میلان طبع اس کے مخصوص اعتقاد کے
زیر اثر ہوا کرتا ہے۔ اور مجرد وجدان کو حقائق کی طرف رہنمائی کا حق نہیں دیا
جا سکتا۔ لیکن ان تمام نام نہاد اہل سلوک کا جن کے طرز استدلال سے ہم
اس وقت بحث کر رہے ہیں۔ یہی حال ہے ان کے اعتقادات اور اعمال کا
قبلہ نما خود ان کا اپنا ذوق اور اپنی خواہش نفس ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ
عموماً راگ، باجے کے بڑے شیدا ہوا کرتے ہیں جس کا نفس انسانی پر
اثر صرف یہ ہوا کرتا ہے کہ اس سے محبت مطلقہ کے جذبات ابھر آتے ہیں
وہ محبت مطلقہ جو صرف اہل ایمان ہی کے اندر نہیں پائی جاتی بلکہ اس میں
خدا پرست، بت پرست، نسل پرست، وطن پرست، قوم پرست، زن پرست
اور امرد پرست سب ہی برابر کے شریک ہیں۔ کیونکہ محبت سے تو کوئی دل بھی
خالی نہیں ہوتا۔ اس لیے جس کے دل میں جو محبت ہوگی نغموں کی گرمی اس کے

شعلوں کو تیز تر کر دے گی۔ حقیقت واقعی یہ نہیں ہے کہ نغمہ وسرود صرف حقیقت ایمان ہی کو گرما دیا کرتا ہو اور دوسری محبتوں کو نہ اکساتا ہو۔"

(حقیقت عبودیت)

۲۳۔ علامہ ابن قیم رح:

ولادت: ۶۹۱ھ
وفات: ۷۵۹ھ

جن امور سے احوال شیطانیہ کو سب سے بڑی تقویت حاصل ہوتی ہے۔ ان میں سے گانا اور لہو ولعب کی باتوں کو سننا ہے۔ اور یہ مشرکین کی رسم سماع ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور ان کی نماز خانہ کعبہ کے پاس صرف یہ تھی سیٹیاں بجانا اور تالیاں بجانا" (انفال - ۱۸)

ابن عباس رض اور ابن عمر رض اور دیگر سلف صالحین کا قول ہے کہ قصدیہ سے مراد ہاتھ سے تالیاں بجانا اور مکار صغیر (ایک قسم کی آواز) کی مانند ہے مشرکین اسے عبادت سمجھتے ہیں۔ اہل بدعت کا سماع کف اور دف اور سازنگی کا سماع ہے۔ صحابہ رض، تابعین رح اور ائمہ کرام میں سے کسی نے اس طرح کے سماع کو اللہ تبارک تعالیٰ تک پہنچنے کا طریق قرار نہیں دیا اور اسے قرب الی اللہ اور عبادت میں نہیں بلکہ بدعت مذمومہ میں شمار کرتے ہیں۔"

(اغاثۃ اللہفان فی مصائد الشیطان)

حافظ ابن قیم رح ایک اور مقام پر وضاحت فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وما کان صلاتہم عند البیت الا مکاء وتصدیۃ

حضرات ابن عباس رض اور ابن عمر رض اور عطیہ رح اور مجاہد رح اور ضحاک رح اور حسن رح اور قتادہ رح فرماتے ہیں کہ "مکا" سیٹی بجانا ہے اور تصدیہ"

تالی بجانا اور لغت میں اس کے معنی یہ ہیں کہ آدمی اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر منہ سے اس میں آواز نکالے۔ حضرت فضیل بن عیاض رحہ نے فرمایا کہ غنا زنا کا منتر ہے۔ اور کہا کہ خبر دی ہم کو ابراہیم بن محمد مروزی رح نے ابوعثمان لیثی رح سے کہ یزید بن ولید نے فرمایا کہ اے ابولادیشہ کے بچو راگ ہے کہ وہ حیا کو کم کرتا ہے اور شہوت بڑھاتا ہے۔ اور مروت کو کھوتا ہے۔ اور شراب کے قائم مقام ہے اور نشے کا سا کام کرتا ہے۔ اور اگر تم کو نقصان ہی پہنچا لینا ہے تو عورتوں کو راگ سے علیحدہ رکھو راگ زنا کا سبب ہے۔ راگ کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ راگ دل کو لہو میں ڈالتا ہے اور قرآن کی فہم اور سوچنے اور اس کی بموجب عمل کرنے سے باز رکھتا ہے۔ اس لیے قرآن اور غنا دونوں ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتے ۔ شاید یہی وجہ ہے کہ قوال اور قوالی کے تقریباً تمام قائلین حرام بزرگوں کے نافع وضار ہونے کے قائل ہیں اور رد شرک و اثبات توحید خالص کی قرآنی آیات ان کے دل دل و دماغ پر کچھ بھی اثر نہیں کرتیں — قرآن تو خواہش نفس کی پیروی سے منع کرتا ہے۔ اور پارسائی اور شہوتوں سے کنارہ کشی اور گمراہی کے لوازم سے علیحدگی کا حکم فرماتا ہے۔ اور راگ اس کے خلاف حکم دیتا ہے۔ اور اس کو اچھا کہتا ہے اور نفس کو برائی کی طرف راغب اور مائل کرتا ہے۔ جو بات نفس میں خفیہ اور دبی ہوئی تھی وہ اس کو ابھارتا اور تحریک دیتا ہے۔

راگ اور شراب دونوں دودھ بھائی اور برائی پر ابھارنے اور رغبت دلانے والے ہیں۔
ایک شخص نے حضرت عباس رض سے پوچھا کہ آپ راگ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟
— انھوں نے سائل سے دریافت کیا کہ بتاؤ اگر حق و باطل قیامت کے روز آئیں گے تو راگ کس کے ساتھ ہوگا —— ؟ اس نے جواب دیا کہ باطل

کے ساتھ "۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ تم نے خود اس پر حکم لگا دیا۔"

(اغاثۃ اللھفان فی معائد الشیطان)

۴۲۔ علامہ ابن کثیرؒ: ولادت ۷۰۱ھ وفات ۷۷۴ھ

"اوپر بیان ہوا تھا کہ نیک بختوں کا جو کتاب اللہ سے ہدایت پاتے تھے اور اسے سن کر نفع اٹھاتے تھے۔ تو یہاں بیان ہو رہا ہے ان بد بختوں کا جو کلام اللہ کو سن کر نفع حاصل کرنے سے باز رہتے ہیں۔ اور بجائے اس کے گانے بجانے، باجے گاجے ڈھول تاشے سنتے ہیں۔ چناں چہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن مسعود رضؓ فرماتے ہیں کہ قسم خدا کی اس سے مراد گانا اور راگ ہے اور آیت میں ہے کہ آپ سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے تین دفعہ قسم کھا کر فرمایا کہ اس سے مقصد گانا اور راگ راگنیاں ہیں۔ یہی قول حضرت ابن عباس رضؓ، حضرت جابر رضؓ حضرت عکرمہ رضؓ، حضرت سعید بن جبیرؒ حضرت مجاہدؒ۔ حضرت مکحول رحؒ۔ حضرت عمرو بن شعیب رحؒ حضرت علی بن بذیمہ رحمۃ اللہ علیہم کا ہے۔ امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت گانے بجانے، باجوں گاجوں کے بارے میں اتری ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ ..... انسان کو یہی گمراہی کافی ہے کہ وہ باطل کی بات کو حق بات پر پسند کر لے۔ اور نقصان کی چیز کو نفع کی بات پر مقدم کر لے۔"

(تفسیر ابن کثیر سورہ لقمان آیت ۶)

ابن جریرؒ کا فیصلہ یہ ہے کہ ہر وہ کام جو اللہ کے کلام سے اور اتباع شرع سے روکے وہ اس آیت میں داخل ہے ..... یہ بدنصیب جو کھیل تماشوں، باجوں گاجوں پر راگ راگنیوں پر فریفتہ ہوا ہے ۔ یہ قرآن کی

کی آیتوں سے بھاگتا ہے۔ ان سے کان بہرے کرلیتا ہے۔ یہ اُسے اچھی نہیں معلوم ہوتیں۔ سُن بھی لیتا ہے تو اَن سنی کر دیتا ہے بلکہ اُن کا سننا اسے ناگوار گزرتا ہے۔ کوئی مزہ نہیں آتا۔ وہ اسے فضول کام قرار دیتا ہے۔ چونکہ اس کی کوئی اہمیت اور عزت اس کے دل میں نہیں۔ اس لیے وہ ان سے کوئی نفع حاصل نہیں کرسکتا۔ (یہاں ہمیں امام شافعی رح کا وہ قول بے ساختہ یاد آجاتا ہے کہ قوالی کو زندیقوں نے ایجاد کیا تاکہ عوام کو قرآن سے دور کردیں ۔۔۔ اور آج ہم مشائخ اور ان کے چیلے چانٹوں سے سُن رہے ہیں کہ قرآن پڑھنے سے عوام گمراہ ہوجاتے ہیں، اس لیے قرآن نہیں بلکہ فقہ کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ یہ شیطان کی ایک چال ہے تاکہ لوگ قرآن سے دور اور باطل اور درگاہوں سے قریب تر رہیں۔ (تفسیر ابن کثیر سورہ لقمان آیت ۶)

۲۵۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح

ولادت: ۱۱۱۴ھ
وفات: ۱۱۷۶ھ

پہلے تو سماع (بلا مزامیر و موسیقی) کے بارے میں ہی اختلاف ہے بعض مشائخ نے چند شرطوں کے ساتھ خاص خاص لوگوں کے لیے جائز کیا ہے۔ مگر باجے اور مزامیر کے ساتھ بالاتفاق حرام ہے۔" (البلاغ المبین)

تم لوگ مست حال عشاق کی باتیں اختیار کرتے ہو۔۔ حالانکہ یہ باتیں لپیٹ کر طاق میں رکھ دینے کے قابل تھیں۔ تشہیر اور بیان کرنے کے قابل نہیں تھیں۔" (تفہیمات الٰہیہ جلد اوّل)

ایک دن شیخ نظام الدین اولیا کے مریدوں میں سے ایک گانے بجانے کی مجلس منعقد کر کے عورتوں کے دف سے گانا سن رہا تھا۔ تو شیخ

محمودؒ اس مجلس سے اٹھ کر باہر چلے گئے۔ دوستوں نے بیٹھنے کو کہا فرمایا کہ یہ کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہے (اس لیے میں نہیں بیٹھتا) دوستوں نے کہا کہ آپ (سماع) گانا سننے سے منکر ہو گئے۔ اور پیر کے مشرب و مسلک سے الگ ہو گئے (کیونکہ) آپ کے پیر و مرشد سماع کے قائل ہیں) شیخ موصوف نے فرمایا مشائخ اور پیروں کا فعل حجت نہیں ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے دلیل ہونی چاہیے۔ بعض لوگوں نے اس واقعہ کو حضرت نظام الدین اولیاء کی خدمت میں پیش کر کے کہا شیخ نصیر الدینؒ ایسا ولیا کہتے ہیں تو حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا کہ شیخ نصیر الدین سچ کہتا ہے۔ حق بات وہی ہے جو حضرت نظام الدینؒ نے کہی ہے۔ پھر اس نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت شیخ نظام الدینؒ کی وفات کے بعد شیخ نصیر الدینؒ خود سماع سنتے تھے۔ میں نے کہا کہ خیر المجالس" میں تو لکھا ہے کہ ایک دوست نے نصیر الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یہ کس طرح جائز ہے کہ محفل میں مزامیر (باجے) بجائے جائیں اور صوفی حضرات ناچیں ——؟

اس پر خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ مزامیر بالاتفاق ناجائز ہیں۔ اگر کوئی شخص طریقت سے پھسل کر گر پڑے تو شریعت میں رہے گا اور اگر شریعت سے بھی گر جائے تو سیدھا جہنم میں جا کر گرے گا۔"

(البلاغ المبین)

۲۶ - علامہ عبدالحق حقانی: / وفات ۱۳۳۵ھ

"ابن عباس رضؓ اور ابن مسعود رضؓ قسم کھا کر کہتے تھے کہ لھو الحدیث

"راگ" ہے (مدارک) قرطبی کہتے ہیں کہ لہو الحدیث کی تفسیر میں جو بات کہی گئی ہے یہ ہے کہ اس سے مراد راگ ہے اور یہی صحابہ اور تابعین کا قول ہے اور بخاری نے "الادب المفرد" میں عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد غنا یعنی راگ ہے۔ اس کو وہ قسم کھا کر کہتے تھے۔ طبری کہتے ہیں کہ علماء امصار راگ کے ممنوع اور مکروہ ہونے پر متفق ہیں۔ اور بہت سے علماء کے نزدیک راگ بھی مطلقاً اس میں داخل ہے اور ستار سارنگی وغیرہ تو بالاتفاق حرام ہیں۔ فقہا اور محدثین کا اس پر اتفاق ہے۔ راگ کے بارے میں بعض علماء نے اختلاف کیا ہے۔ جیسا کہ عوارف المعارف اور احیاء العلوم میں مرقوم ہے کہ دین و آخرت سے متعلق اشعار کو راگ سے پڑھا جا سکتا ہے۔ لیکن انہوں نے ساتھ ہی اس بات کی بھی صراحت فرما دی کہ ان بزرگوں نے مکان اور زمان اور اہل مجلس کے اہل ہونے کی قید لگا دی ہے۔ بعض صوفیائے کرام جو راگ سنتے تھے انھیں احتیاطوں سے نہ اس طور سے جیسا کہ آج کل مروج ہے۔ اس کے ممنوع ہونے میں کسی اہل علم کو کلام نہیں۔" (تفسیر حقانی سورہ لقمان)

۲۷۔ حضرت شاہ محمد یعقوب مجددی رحؒ:

جوانی میں جب میں حیدرآباد میں تھا تو مشائخ کے یہاں تصوف کی کتابیں پڑھی پڑھائی جاتی تھیں۔ خاص طور پر فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم کا بڑا دور رہتا تھا۔ اور مثنوی مولانا روم کا تو دن رات ورد تھا وحدۃ الوجود کے نکتے بیان ہوتے تھے اور توحید وجودی کے بارے میں موشگافیاں ہوتی تھیں۔ لیکن میری آنکھیں قرآن کی تفسیر اور حدیث کا درس ڈھونڈتی اور کان

کے سننے کے لیے بے تاب تھے۔ جی چاہتا تھا کہ کم سے کم ایک ہی آیت کی تفسیر اور ایک ہی حدیث کی تشریح ہوتی۔ لیکن ان مجالس میں ان کا کوئی ذکر نہ تھا۔ ذوق و شوق، وجد و حال، نعرہ آہ کی کمی نہ تھی۔ لیکن قرآن و حدیث کا سیدھا سادہ بیان مفقود تھا۔ وجہ یہ ہے کہ قرآن پیری و مشیخت کو توڑتا ہے اور سب کو بندگی اور انسانیت کی سطح پر اتارتا ہے۔"

(صحبتے با اہلِ دل، نوید دکن ۱۲ ارجون ۱۹۷۶ء)

۲۸۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رح:

اپنی مشہور و مقبول تفسیر بنام تفسیر مظہری میں جو کچھ رقم فرمایا ہے وہ محفل سماع کے وجد و حال، غشی اور بے ہوشی کی مخالفت اور مذمت کے لیے کافی اور شافی ہے۔ ملاحظہ ہو کہ وہ لکھتے ہیں:

"بعض عاشقانِ الٰہی قرآن سننے سے بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ کیا ایسا ہونا کوئی پسندیدہ صفت ہے۔ امام محی السنۃ بغوی رح نے تو اس کو سخت برا کہا ہے اور اس سلسلہ میں قتادہ رح کا بیان نقل کیا ہے کہ اللہ کے خوف سے رونگٹے کھڑے ہو جانا اور بدن کا لرز جانا اولیاء اللہ کی صفت ہے۔ اللہ نے ان کی یہی صفت بیان کی ہے۔ اولیاء کی یہ صفت نہیں بیان کی کہ سننے سے ان کی عقلیں جاتی رہتی ہیں اور بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ یہ کیفیت اہل بدعت کی ہوتی ہے اور شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلعم کے صحابیوں کے سامنے جب قرآن پڑھا جاتا تو ان کی کیا حالت ہوتی تھی؟ حضرت اسماء نے فرمایا:

ان کی حالت وہی ہوتی تھی جیسی اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ آنکھوں سے

آنسو بہنے لگتے اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ میں نے کہا کچھ ایسے ہیں کہ جب قرآن انکے سامنے پڑھا جاتا ہے تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑتے ہیں حضرت اسمائ رضؓ نے (جواب میں) فرمایا،

میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں (یعنی یہ حرکت شیطان مردود کی ہے)

بغوی کا بیان ہے کہ ایک عراقی شخص گر پڑا۔ حضرت ابن عمر رضؓ کا ادھر سے گزر ہوا، دریافت فرمایا، اس کی کیا حالت ہے۔ لوگوں نے کہا اس کے سامنے جب قرآن پڑھا جاتا ہے اور یہ اللہ کا ذکر سنتا ہے تو بے ہوش ہو کر گر جاتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضؓ نے فرمایا ہم بھی اللہ سے ڈرتے ہیں۔ لیکن (قرآن سن کر بے ہوش ہو کر) گر نہیں پڑتے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ شیطان بعض لوگوں کے اندر گھس جاتا ہے اور بے ہوش کر کے گرا دیتا ہے۔ رسول اللہ صلعم کے صحابہ رضؓ ایسا نہیں کرتے تھے۔ یہ فعل ان کا نہ تھا۔

جب ابن سیرین کے سامنے ذکر کیا گیا کہ کچھ لوگ قرآن سن کر بیہوش ہو جاتے ہیں تو فرمایا:

ایسے آدمی کو کسی چھت کے کنارے پر نیچے کو پاؤں لٹکا کر بٹھایا جائے پھر قرآن پڑھا جائے۔ اگر وہ قرآن سن کر بے ہوش ہو کر نیچے گر پڑے تو سمجھ لو سچا ہے۔ (ورنہ جھوٹا ہے۔ مکار ہے)" ابن سیرین کے اس قول سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ "آپ اس طرح کے آدمیوں کو بناوٹی اور مکار خیال کرتے تھے۔"

(تفسیر مظہری جلد یازدہم ص ۱۵۷ پارہ ۲۳)

قوالی کے دوران جو حضرات وجد میں آتے ہیں اور بے قابو ہو کر چیخنے لگتے ہیں۔ ان کے لیے یہ بیان لمحہ فکر ہے۔

۲۹۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ:

"اکثر مذاہب نے اپنی عبادتوں کو دلکش، دلفریب، موثر اور بارعب بنانے کے لیے خارجی تاثرات سے کام لیا تھا، کہیں تا نوس اور قرنا کی بارعب آوازیں تھیں۔ کہیں ساز و ترنم اور نغمہ و بربط کی دل کش صدائیں تھیں۔ کہیں جرس اور گھنٹے کا غلغلہ انداز شور، لیکن دین محمدی کی سادگی نے ان میں سے ہر ایک سے احتراز کیا اور انسانی قلوب کو متاثر کرنے کے لیے دل کے ساز اور روح کی صدا کے سوا کسی اور خارجی اور بناوٹی تدبیروں کا سہارا نہیں لیا۔ تاکہ خدا اور بندہ کا راز و نیاز اپنی اصلی اور فطری سادگی کے ساتھ خلوص و اثر کے مناظر پیدا کرے۔" (سیرت النبی جلد پنجم)

۳۰۔ حضرت مولانا ذکریا صاحب:

گانے کی آواز کی طرف فطرتاً اور طبعاً توجہ ہوتی ہے۔ مگر شرعی روک کی وجہ سے دیندار لوگ ادھر متوجہ نہیں ہوتے۔ کلام پاک میں یہ ضروری ہے کہ گانے کی آواز میں نہ پڑھا جائے۔ احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ ایک حدیث ہے۔ ایاکم و لحون العشق الحدیث یعنی اس سے بچو کہ جس طرح عاشق غزلوں کو آواز بنا کر موسیقی قوانین پر پڑھتے ہیں اس طرح مت پڑھو۔ مشائخ نے لکھا ہے کہ اس طرح کا پڑھنے والا فاسق اور سننے والا گنہگار ہے۔ مگر گانے کے قواعد کی رعایت کیئے بغیر خوش آواز مطلوب ہے۔ اچھی آواز سے تلاوت کی مدح آئی ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی گانے کے انداز میں پڑھنے کی ممانعت آئی ہے۔

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قرآن شریف کو عرب کی آواز میں پڑھو۔ عشق بازوں اور یہود و نصاریٰ کی آواز میں مت پڑھو۔ عنقریب ایک قوم آنے والی ہے جو گانے اور نوحہ کرنے والے کی طرح سے قرآن شریف کو بنا بنا کر پڑھے گی۔ وہ تلاوت بھی ان کے لئے نافع نہ ہوتی خود بھی وہ لوگ فتنے میں پڑیں گے اور جن کو وہ پڑھنا اچھا معلوم ہوگا ان کو بھی فتنہ میں ڈالیں گے۔" (فضائل قرآن)

اندازہ لگائیے کہ جب قرآن مجید کا بغیر مزامیر کے صرف گانے کے انداز میں پڑھنا فتنہ کا موجب ہے تو پھر خالص مشرکانہ و غلو آمیز اشعار کا باجوں کے ساتھ گانا کتنے بڑے فتنے و فساد کا موجب ہوگا؟

۳۱۔ **حضرت نور محمد قادری، نقشبندی و چشتی:** "جب یہودیوں نے جو ان قوموں کے پڑوس میں آباد تھے دیکھا کہ ان کے یہاں ایسے کام ہوتے ہیں اور پھر بھی یہ بڑے آسودہ حال ہیں تو معلوم ایسا ہوتا ہے کہ خدا کے یہاں بھی یہ طریقہ عبادت کے لئے بہترین ہے تو انہوں نے بھی اول تو اولیاء و انبیاء کی قبروں پر یہ قاعدے جاری کئے کہ ان کے آگے گانے اور ناچنے اور حال کھیلنے لگے اور انکے دوکاندار درویشوں اور مجاوروں نے اُن کے لئے عبادت کا یہ طریقہ بہتر و افضل بنایا اور بتایا کہ خدا کی معرفت کا جلوہ اسی ترکیب سے انسان کے دل میں حاصل ہو سکتا ہے۔ خوبصورت عورتیں اور لڑکے قبروں کے ارد گرد گایا کرتے تھے اور ان کی دلکش آوازوں میں یہودیوں کے درویش خدا کے نور کا جلوہ دیکھ کر بت پرستوں کی طرح سے حالت وجد میں آکر ناچا کرتے تھے۔" (معجز نما عکسی قرآن مجید)

نقشبندیہ، سہروردیہ، قادریہ اور چشتیہ موجودہ زمانے میں مسلمان
پیروں اور درویشوں کی درویشی اور تصوّف صرف اس کا نام ہے کہ بزرگانِ دین
کے مزاروں پر قوالی سنے اور وجد میں آکر ناچنے لگے اور ان خلاف شرع امور
سے بزرگانِ دین کی روحوں کو صدمہ پہنچائیں اور ان کی بے ادبی کریں۔ جن کی
جن کی ان قوالیوں اور عرسوں کی بدولت ہر سال ان ناپاک مزاروں کے آس پاس
چنڈو بازوں کے چنڈو خانے اور چرسیوں کے چرس خانے کھولے جاتے ہیں۔
اور رنگیلی باتیں ہونے لگتی ہیں۔ جن کے دیکھنے سے شیطان تو بہت خوش ہوتا
ہوگا کہ قدیم زمانے میں بت پرست بھی اپنے بتوں کے آگے جو قدیم ترین بزرگوں
کے مجسمے تھے گانے اور ناچنے اور حال کھیلنے کا یہی رنگ جمایا کرتے تھے۔
لیکن اگر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ یا اگر حضرت امام ابو حنیفہؒ
اور حضرت امام شافعیؒ ان اسلام کے رسوا کرنے والوں کو اس حالت میں
دیکھتے تو تعجب نہیں کہ ان کے قتل عام کا فتویٰ دیتے کہ ان باتوں کی وجہ سے
اسلام کا روشن چہرہ غیر قوموں کے آگے تاریک ہو گیا اور وہ اسلام کو
اپنے مذہب کے برابر سمجھنے لگے کہ مسلمانوں نے ان تمام ناجائز رسومات کے
مقابلے میں اپنے یہاں یہی کرتب جاری کیے۔ موجودہ زمانہ کے صوفیوں نے
حقیقی بزرگانِ دین کا راستہ چھوڑ دیا۔" (حمائل عکسی قدیم)

حضرت مولانا عامر عثمانی رحؒ

اور ایسی بہت سی روایتیں ہیں جو گانے بجانے کی حرمت پر
صاف شاہد ہیں۔ مگر ان میں سے بعض پر ضعف کا حکم لگا یا بھی جائے
تو کثرت طرق کے باعث اس ضعف کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔ اور صحابہ و تابعین

رضی اللہ عنہم کے ....

ا اعمال و افعال پوری طرح گواہ ہیں کہ سماع میں کوئی فضیلت نہیں ورنہ کب کسی افضل و احسن عمل کو چھوڑنے والے تھے۔ رہی یہ بات کہ چند محدود ترین واقعات سے آنحضور کا سماع سننا ثابت ہو جائے تو وہ ہرگز۔ موجودہ زیر بحث سماع کے لیے دلیل نہیں کیونکہ اولاً تو آنحضور کے سننے میں کسی اہتمام اور مستقل ارادے کو دخل نہ تھا (رسول اللہ ؐ کا صرف وہی عمل لائق اتباع سنت ہو سکتا ہے جس کی حیثیت سنت جاریہ یا سنت قائمہ کی ہو۔ کبھی کبھار کا عمل لائق اتباع سنت نہیں) دوسرے آپ ؐ بطور عبادت یا برائے نفع باطن نہیں سنا تھا۔ تیسرے وہاں فساد وشر کا خطرہ نہیں تھا۔ اور حضور ؐ کا کلام منظوم سننا بھی موجودہ سماع پر دلیل جواز نہیں۔ کیونکہ نفس شعر اور چیز ہے اور موسیقی اور چیز۔ بہت زور لگایا جائے اور ضد کی جائے تو نفس سماع کی صرف اباحت متصور ہو سکتی ہے۔ اور وہ بھی قیاساً۔ نہ کہ منصوص ومشروع طور پر۔ تب اسے مستقل عبادت قرار دے لینا کس منطق سے جائز ہو سکتا ہے۔ آنحضور اور صحابہ ؓ کے علاوہ کسی خواجہ اور ولی اور قطب و ابدال کا اسوہ قابل اتباع نہیں جب تک کہ وہ شریعت کی کسوٹی پر کھرا اترتا ہے۔ جن بزرگوں نے آداب و شرائط کے اہتمام کے ساتھ سماع کے ذریعہ کوئی روحانی فائدہ حاصل کیا وہ ان کا انفرادی ذاتی معاملہ تھا جسے شریعت میں حجت نہیں ٹھیرایا جا سکتا۔ بلکہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان کا یہ فعل اپنے بہتر نتیجہ کے باعث واقعی اللہ کے نزدیک پسندیدہ ٹھیرے گا یا ٹھکرا دیا جائے گا۔ خطا و قصور سے مکمل معصومیت صرف انبیا کی خصوصیت

ہے۔ کون جانتا ہے کہ جن بزرگوں نے سماع سنا اور ایک امر غیر شرعی کو ذریعہ اصلاح نفس اور وسیلہ قرب الٰہی ٹھہرایا، انھوں نے غلطی نہیں کی ہو سکتا ہے کہ وہ اگر نہ کرتے تو اپنے موجودہ مرتبہ سے بھی اونچا مرتبہ اللہ میاں کے یہاں پاتے۔" (ان بزرگوں اور اس سماع کا ذکر چل رہا ہے جس میں آلاتِ موسیقی موجود نہ تھے۔") (تجلی جنوری ۱۹۶۳ء)

۳۰۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی:

آپ سے سوال کیا گیا کہ لوگ جمع ہوتے ہیں اور ڈھول اور سارنگی کے ساتھ چند قوال پیران دستگیر کی شان میں اشعار گا رہے ہیں۔ کیا اس فعل سے رسول اللہ ؐ اور اولیا خوش ہوتے ہوں گے اور ایسی قوالی جائز ہے یا نہیں؟ خاں صاحب بریلوی جواب دیتے ہیں:

"ایسی قوالی حرام ہے۔ حاضرین سب گنہگار ہیں اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں کا بھی گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر۔۔۔" (احکام شریعت جلد اول صـ ۲۳) مولانا موصوف کے ملفوظات میں بھی سماع مع مزامیر کی حرمت اور مخالفت موجود ہے۔"

(ملاحظہ ہو جلد اول صـ ۹۰)

۳۱۔ حضرت اشرف علی تھانوی رحمۃ:

"ہر چند یہ مسئلہ (یعنی سماع بلا مزامیر) اختلافی ہے لیکن اگر مانعین

کے دلائل سے قطع نظر کر کے اس کو جائز سمجھا جائے تب بھی تو جواز کے بہت سے شرائط نہیں نہ اخوان ہیں نہ زماں نہ مکاں (یعنی یہ شرائط آج موجود نہیں ہیں) صرف ایک رسم رہ گئی ہے۔ ہر قسم کے لوگ مختلف نفسانی اغراض سے (جیسے موسیقی دف، گانا، قوال کی شیریں آواز اور فن موسیقی و غنا سے لطف اندوز ہونے) جمع ہوتے ہیں۔ اور بزرگوں کے طریقوں کی بدنامی ہوتی ہے۔ اس مقام پر صرف حضرت سلطان المشائخ، نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کے ارشادات "فوائد الفواد" سے اور "راحت القلوب" ملفوظات حضرت بابا فرید گنج شکرؒ اور "انیس الارواح" خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ وغیرہ سے نقل کیے دیتے ہیں..... (شریعت اور طریقت صہ ۳۲۵)

۳۲۔ مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی رحؒ

لکھتے ہیں:

"ملا صاحب (دور اکبری کے ملا عبدالقادر صاحب) کی اس فارسی عبارت میں روح وجد و حال کے جو الفاظ آئے ہیں عہد مطابع کے پیدا کردہ کو شاید اس کی اہمیت کا علم حاصل نہ ہو۔

"واقعہ یہ ہے کہ اسلام نے موسیقی کی چونکہ ہمت افزائی نہیں کی بلکہ اس کا عام رجحان اس کے خلاف ہی رہا جس کی بحث کچھ آئندہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی ساری موسیقیت فن تجوید و قرارت میں گم ہو گئی۔" (ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت)

۳۳۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی:

"میرے نزدیک سماع چند شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔ مزامیر نہ ہوں۔ عورت یا خوب صورت لڑکے کا گانا نہ ہو۔ مضامین پاکیزہ ہوں، تفریح طبع کے لیے کبھی کبھار سن لیا جائے۔ نہ یہ کہ اس کو مشغلہ ہی بنا لیا جائے اور روحانی ترقی کا ذریعہ ٹھیرایا جائے۔ اسلام نے اس کو مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ جائز تو رکھا ہے لیکن قرآن و حدیث میں کہیں اس کا ثبوت نہیں ہے کہ گانا ارتقائے روحانی کے ذریعہ کی حیثیت سے سنا جائے۔"

(مکاتیب زنداں)

۳۴۔ مولانا سید صباح الدین عبدالرحمن ایم اے:

بزرگان چشت کے سماع اور مجالس سماع کے احوال اور کیفیات کا ذکر کرنے کے بعد رقم طراز ہیں:

"ان تمام بزرگان دین کے سماع کی محفلوں میں بڑی احتیاط برتی جاتی اور ان میں غیر معمولی قسم کے آداب ہوتے مثلاً چشتیہ سلسلے کے بزرگوں کا یہ مسلک تھا کہ محفل سماع میں سنانے والا امرد ہو اور عورت نہ ہو۔ اور جو چیز سنائی جائے وہ فواحش سے پاک ہو اور جو سنے صرف خدا کے لیے سنے۔ سماع کے وقت مزامیر نہ ہوں۔ حضرت شرف یحییٰ منیری فرماتے ہیں، کہ مجلس سماع میں جو شریک ہوں وہ درویش یا درویش کے دوست ہوں، اور اس میں شرکت کے وقت دل تمام چیزوں سے پاک ہو اور دل حق سبحانہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور طرف مائل نہ ہو۔

لیکن ان تمام شرائط کے ساتھ بھی سماع (بوجہ غنا وراگ) علماء کی نظروں میں حرام رہا اور وہ صوفیہ کے اس شغل پر اعتراض کرتے رہے۔
......"

حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی رح مزامیر کے ساتھ سماع سننا پسند نہیں فرماتے تھے۔ اور فرماتے کہ اول تو سماع ہی میں علماء کا اختلاف ہے۔ اگرچہ کچھ شرائط کے ساتھ اس کو مباح کیا گیا ہے۔ لیکن مزامیر تو بالاتفاق حرام ہیں۔ آگے چل کر سماع کے ساتھ مزامیر لازمی ہو گئے اور اس کی روحانی کیفیات کم ہو گئیں اور یہ محض سرود و نغمہ کی ایک مجلس بن گئی"۔

"قوالی کی ایجاد تو امیر خسرو ہی سے منسوب ہے اور پھر انھوں نے ایرانی اور ہندوستانی نغموں کو ملا کر بہت سے نئے راگ اور راگنیاں ایجاد کیں"۔

(ہندوستان کے سلاطین، علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر)

۱۳۵۔ جناب بشیر احمد طاہر صاحب آئی اے ایس (ریٹائرڈ)

عہد اسلام میں ابتدائی زمانے کی بت تراشی اور بت پرستی کے مدنظر مصوری اور مجسمہ سازی اور نغمہ و موسیقی پر امتناع عائد تھا۔ اس لیے ابتدائے زمانہ اسلام میں مسلمانوں نے ان فنون کی جانب کوئی توجہ نہیں کی۔ مصوری کی طرح موسیقی پر بھی امتناع کی پابندی بہت کم ملحوظ رہی۔ مذہبی علما اور فقہا کی مخالفت کے باوجود ہر زمانہ کا مسلمان موسیقی کا دلدادہ رہا۔ یہاں تک کہ بعض صوفیوں اور درویشوں کے حلقوں میں نغمہ و موسیقی تو سیرہی مجالس سماع کی بسم اللہ ہوتی تھی۔ اور اب بھی ہوتی ہے مسلمانوں نے یونان۔ ایران اور ہندوستان کی موسیقی کے نمونوں پر اپنی

موسیقی کے اصول اور مارتے بنائے ..... " (تاریخ اسلام مکمل)

۳۶- جناب حیات شریف صاحب:

بعنوان بھجن (محفل سماع) لکھتے ہیں:

" دیوتاؤں مثلاً مہا دیو۔ بشن۔ کالی۔ بھوانی اور ٹھوبا ئیں کا رام کی تعریف میں بھجن گائے جاتے ہیں۔ ہندو مذہب میں بھجن عبادت ہے۔ اور گانا بجانا روح کی غذا ہے۔ حتیٰ کہ وہ کو مسان لے جاتے وقت بھی بھجن اور باجا ہوتا ہے (مسلمان بھی محفل سماع منعقد کرتے ہیں۔ جنازہ کے ساتھ اور جہلم میں تو لازماً میلاد خوانی ہوتی ہے۔ اور قوالی کو روح کی غذا کہا جاتا ہے۔ مگر معلوم نہیں کہ یہ غذا صاحب مزار کی روح کو پہنچائی جاتی ہے یا حاضرین مجلس کی ارواح کو۔ حاضرین میں کسی کو وجد میں آئے ہوئے دیکھا جاتا ہے۔ معلوم نہیں میت پر کیا گزرتی ہے) وجد میں آنا افلاطینوس کی ایجاد ہے۔

حضرت عبدالقادر جیلانی رح فرماتے ہیں جس مجلس میں ناجائز کام ہوں اس مجلس میں نہ بیٹھو۔ کیونکہ یہ سب حرام ہیں۔ مثلاً ڈھول۔ طبلہ۔ سارنگی۔ بانسری۔ بربط۔ نے۔ شہنائی۔ شرلوق۔ دوتارہ۔ ستارہ اور طنبورہ وغیرہ (جس میں ہارمونیم اور فلڈل بھی آجاتے ہیں۔) جہاں بجایا جاتا ہو (غنیۃ الطالبین) آپ کے متوسلین آپ کے حکم کی نافرمانی بموجب سعادت سمجھتے ہیں اور فخر اً کرتے ہیں۔" (گیتا اور تصوف)

۳۷- امریکی نومسلم ٹامس جے ابر گرامبی:

اپنے سفرنامہ میں رقم طراز ہیں :۔

"لاہور پاکستان کا مذہبی اور ثقافتی مرکز ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اب ہندو مندروں کی جگہ مسلمان خانقاہوں نے لے لی ہے۔ لیکن بہت سے ہندوانی رسم ورواج اب بھی وہاں ہیں۔ گرمی کے موسم کی ایک شام کو میرا گذر ایک مقام سے ہوا۔ دیکھا جو حضرت داتا گنج بخش کے مزار پر نذر عقیدت کے پھول چڑھا رہا تھا۔ دروازے کے قریب گانے والے ڈھول۔ جھانجھ۔ ہارمونیم اور تالیوں کے شور میں قوالیاں گا رہے تھے۔ ایک نوجوان درویش دوپہر سے حال لے رہا تھا اور عالم بے خودی میں تھا۔ یہاں جمعہ کے روز میلہ لگتا ہے۔ مقبرے کے نزدیک گلاب اور چنبیلی کے ہار بک رہے تھے۔ پاکستانی مسلمانوں کی ان مشرکانہ رسموں کو دیکھ کر سعودی عرب کے لوگ تو دنگ رہ جائیں گے۔ وہاں تو رسول اللہ ؐ کی قبر پر بھی یہ تماشہ نہیں ہو سکتا۔" (الحسنات ستمبر ۱۹۷۳ء)

۳۸۔ جناب محمد اسد صاحب جرمن یہودی نومسلم:

"مسلمانوں میں پھیلے ہوئے مشرکانہ اور بدیہی اوہام وخرافات کے پیش نظر لکھتے ہیں :

"مجھے اس بات پر تعجب بھی ہوا اور افسوس بھی مگر بات ذہن میں بیٹھ گئی کہ یورپ والوں کے دماغ میں جو اسلام کی تصویر ہے وہ اس لیے بگڑی ہوئی ہے کہ وہ مسلمانوں کو دیکھتے ہیں۔ اسلام کو نہیں۔"

عام اسلام کی دینی جماعتوں، تحریکوں، انجمنوں اور اداروں کی بھی غالب ترین اکثریت قوالی کی حرمت کی قائل ہے، جیسے،

اخوان المسلمین۔ نوری تحریک جمعیت علماء۔ مسلم لیگ، تبلیغی جماعت جماعت اسلامی اور ادارہ اہل سنت وجماعت وغیرہ!

ان کے علاوہ ایسے اور بھی کثیر التعداد علماء صوفیا۔ مرشدین۔ دینی مدارس اور اسلامی تنظیمیں ہیں جو قوالی۔ غنا اور موسیقی کو حرام و ناجائز سمجھتی ہیں۔ جن کا شمار اور احاطہ دشوار ہے۔

اگر اس دور کے اجماع امت کی بھی شرعاً کوئی اہمیت اور وقعت ہے تو چونکہ آج بھی علماء و مرشدین اسلامی مدارس اور دینی تحریکوں کی غالب ترین اکثریت مروجہ قوالی کو ناجائز و ضرررساں ہی سمجھتی ہے۔ اس لحاظ سے بھی قوالی حرام اور خلافِ اسلام ہی قرار پاتی ہے۔!

قائلین و شائقین قوالی نہ صرف غیر معروف بلکہ انتہائی اقلیت میں ہیں اور وہ اپنی کیفیت اور کمیت دونوں لحاظ سے کمزور، بے وزن اور بے وقعت ہیں۔ بلکہ چونکہ یہ لوگ مرحوم بزرگوں کو نافع و ضار اور حاجت روا و مشکل کشا سمجھتے اور شرک جلی کے مرتکب ہیں۔ اس لیے ایسے افراد کا قول و عمل کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہو سکتا۔!

فیصلہ کن نکات:

مذکورہ بالا عالم اسلام کے ان کثیر التعداد اور جلیل القدر علمائے سلف و خلف کے مدلّل و موثر بیانات سے حسب ذیل نکات اور حقائق کی وضاحت ہوتی ہے:

(ریوڈٹو مکہ اردو ترجمہ: طوفان سے ساحل تک)

قوالی اور علمائے عصر حاضر:

بلاد اسلامیہ کے مذکورہ علمائے سلف و کثیر التعداد جلیل القدر اور معروف و مستند علمار اور مفکرین اسلام باحیات ہیں جو قوالی اور اس کے اجزاء کی حرمت اور مضرت کے قائل ہیں۔ گزشتہ صفحات میں ہم نے صرف مولانا مودودی اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے بصیرت افروز بیانات پیش کیا ہے۔ ان کے علاوہ محمد طیب قاسمی۔ مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا عبدالماجد دریابادی۔ مولانا سید احتشام الحق تھانوی مولانا محمد منظور نعمانی۔ مولانا سعید احمد اکبرآبادی۔ ڈاکٹر میر ولی الدین وغیرہ ہم بھی مروجہ قوالی سے شدید نفرت کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ درج ذیل برصغیر کے قدیم اور معروف دینی جامعات بھی قوالی کی حرمت کی قائل ہیں اور ان مدارس کے دارالافتا سے قوالی اور اس کے متعلقات کی حرمت پر متعدد فتوے اجرا ہو چکے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند۔ دارالعلوم ندوۃ العلمار لکھنؤ۔ جامعہ مظاہر العلوم۔ جامعہ اسلامیہ ڈھابیل۔ مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی۔ مدرسہ امدادیہ اسلامیہ مدراس۔ دارالعلوم پیارم پیٹ ارکاٹ (مدراس) مدرسہ اسلامیہ معدن العلوم وانمباڑی (مدراس) اور جامعہ نظامیہ حیدرآباد وغیرہ۔

(۱) ہم نے گزشتہ صفحات میں قرآن و حدیث، اجماع صحابہ۔ ائمہ فقہ اور اقوال علما و مفکرین سے قوالی اور اس کے اجزا کا جو ابطال کیا اور حرمت و مضرت ثابت کی وہ مبنی برحق ہے جس کی تائید اور توثیق مذکورہ معروف و مستند علمائے امت سے ہو جاتی ہے اور حاملین قوالی کا موقف غیر اسلامی اور باطل ہے جس کی تائید اور حمایت میں کوئی قابل لحاظ عالم فقیہہ اور بزرگ موجود نہیں ہے!

(۲) قوالی کی حرمت اور مخالفت پر اس دور کے علما اور بندگوں کا اتفاق ہے جبکہ ابھی جماعت اسلامی۔ تبلیغی جماعت۔ دارالعلوم دیوبند حضرت اشرف علی تھانوی، سعودی حکومت، شاہ اسمٰعیل شہید رح۔ شاہ ولی اللہ دہلوی رح۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی رح، اور حافظ ابن تیمیہ رح بھی پیدا نہیں ہوئے تھے اس لیے مانعین و مخالفین قوالی کو "وہابی" اور "دیوبندی" کے الفاظ سے طنز کرنا اور گمراہی کا فتویٰ دینا بجائے خود ایک عظیم فتنہ جہالت اور گمراہی ہے اور جنھیں وہابی اور دیوبندی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ان کے عقائد کا ماخذ قرآن و سنت اسوۂ صحابہ ائمہ اربعہ اور ہر دور کے علمائے ربانی کے عین مطابق اور مبنی برحق ہے۔

(۳) قائلین قوالی جن علما، صوفیہ اور مشائخ کی عظمت اور بزرگی کے قائل ہیں اور جن کی عقیدت و محبت کا دم بھرتے ہیں اور جن کی تقلید و اتباع کے دعویدار ہیں، وہ حضرات خود موسیقی اور قوالی وغیرہ کے سخت مخالف تھے۔ وہ صرف قوالی سے سخت نفرت اور پرہیز کرتے اور اس کی حرمت کے قائل اور معترف تھے بلکہ اس کی حرمت اور مضرت کے سبب سختی سے منع بھی کرتے تھے۔ اس لیے یہ کہنا کہ بندگان دین اور اولیاء کرام

قوالی کے حامی اور شائق تھے، ایک غلط اور بے بنیاد اور ان پر ایک ناروا
الزام ہے۔ جس سے بزرگوں کے ان نام نہاد اندھے اور جاہل عقیدت
مندوں کو شرم کرنی چاہیے۔!

(۴) بعض علما و صوفیا ایک زمانہ میں سماع مزامیر سے شغف رکھتے
تھے۔ اس سماع میں اگرچہ راگ کی شمولیت ہوتی لیکن موسیقی اور مزامیر
کا وجود نہ ہوتا تھا۔ لیکن علماء وقت کی مخالفت، تعلیم وتلقین کے باعث
وہ غنا وراگ کی حُرمت اور مضرت کے قائل ہو گئے اور انہوں نے ایسے
سماع کو خیرباد کہہ دیا اس لیے ان کے ایّام جاہلیت کے رجوع شدہ
اور ترک کردہ باطل عمل کو بطور نظیر ودلیل نہیں پیش کیا جا سکتا بلکہ ان کا
آخری ہی موقف ہی قابل قبول ہو سکتا ہے۔!

(۵) ان اسباب اور دلائل کی بنا پر قائلین وحامیین قوالی کا بزرگوں
سے عقیدت اور محبت کا دعویٰ محض ایک ڈھونگ، جھوٹا، باطل
اور پرفریب نعرہ ہے۔ درحقیقت وہی حضرات اولیاء کرام اور بزرگان
دین کے سچّے عقیدت مند اور ائمہ اربعہ اور ان کی فقہ کے حقیقی مقلد
کہلائے جانے کے بجا طور پر مستحق ہیں۔ جو ان کی تعلیم اور فقہ پر چلتے
اور قوالی کی حرمت کے قائل ہیں۔!

وزھق الباطل:

غرض کہ قوالی اور اس کے متعلق تمام ممکنہ شرعی، علمی اور عقلی
دلائل وشواہد اور نظائر کی رو سے قطعی حرام اور نفس واخلاق کے لیے

نہایت مضر قرار پاتی ہے۔ اور اس کے قائل حضرات ہی سنگین گمراہی میں مبتلا ہیں۔ وہ نہ صرف ایک واضح امر حرام کو جائز قرار دینے کے گناہ عظیم کے مرتکب ہیں بلکہ معاشرے میں قوالی کے پیدا کردہ فتنوں خرابیوں اور گمراہیوں کا وبال بھی ان ہی کی گردن پہ ہوگا۔ حالاں کہ جس وقت سے قوالی کا آغاز ہوا اسی وقت سے علماء حق دلائل شرعیہ کے مطابق اس کی مخالفت کرتے رہے ہیں۔ لیکن دنیاوی مفادات اور علمی وقار و پندار۔ تعصب و ہٹ دھرمی۔ جہالت و کم فہمی۔ اندھی تقلید اور ذہنی غلامی —— یہ وہ اسباب و محرکات ہیں جو قبولیت حق کی راہ میں سدِ راہ بنے ہوئے ہیں۔ ورنہ اگر خلوص اور دیانت سے غور کیا جائے تو قوالی میں کوئی حلت اور افادیت نہیں پائی جاتی۔ اس کی اہمیت افادیت اور اثرات کے مفروضہ اور نام نہاد نکات و فضائل شیطان کی پیدا کردہ ہیں۔ درحقیقت اس نے گمراہ صوفیا و مشائخ کو اپنا ہمنوا و آلۂ کار بنا کر ان کے ذریعہ ناواقف عوام کو گمراہ کر رہا ہے۔ حق کی پوری آن بان اور شان کے ساتھ آمد کے بعد باطل کا مغلوب یا فرار ہو جانا ایک لازمی امر ہے۔ جو حضرات اتمام حجت کے بعد بھی حق کو قبول نہیں کرتے اور سنگین قسم کی گمراہی سے تائب نہیں ہونا چاہتے کیا پھر بھی وہ وہ مسلمان کہلائے جا سکتے ہیں۔؟

حق ہمارے ساتھ ہے:

صرف حرمت موسیقی اور قوالی کی حد تک ہی نہیں بلکہ توحید و سنت اور شرک اور بدعت سے متعلق تمام عقائد و مسائل میں بہ حیثیت مجموعی حق و خیر امام ابن تیمیہؒ ، محمد بن عبدالوہابؒ ، سعودی علماء اور حکومت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ شاہ ولی اللہ دہلویؒ ۔ دارالعلوم دیوبند ، تبلیغی جماعت ، جماعت اسلامی اور اہل سنت و جماعت اور اس جیسے دیگر چھوٹے بڑے ، قدیم و جدید توحید و سنت کی [illegible] علمبردار اسلامی تحریکوں ، تنظیموں ، اداروں اور مدرسوں کے ساتھ ہے ۔ درحقیقت ان کے حقائق وہی ہیں جو ایک واقعی حامل کتاب و سنت اور متبع صحابہ کرام اور مقلد ائمہ اربعہ کی ہونی چاہیئے ۔ اس کا ایک ادنیٰ سا ثبوت اور ہلکی سی جھلک ، نمونہ موسیقی اور قوالی کے بارے میں ان کا صحیح اسلامی موقف ہے ۔ جس کی شہادت اور ثبوت کے لیے صفحات گزشتہ کی تصریحات کافی اور شافی ہیں اور اس طرح ہر مسئلہ کے بارے میں ہمارا موقف کتاب و سنت کے تابڑ توڑ اور پے در پے دلائل و شواہد کے ساتھ مضبوط اور مشروع ہے !

فصل ۱۰

قوالی اور شاعری

شاعری کی حقیقت :

نثر وادب کے بارے میں اسلام کا جو حکم ہے وہی شعر وسخن کے بارے میں بھی ہے۔ اسلام اس شاعری سے منع کرتا ہے جس میں مشرکانہ، غلو آمیز، خلاف شرع، خلاف اسلام اور مخرب اخلاق باتوں کا ذکر نہ ہو اور ستھرے و با مقصد اشعار کی تحسین و تعریف کی گئی ہے۔! حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شعر کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ شعر کلام ہے۔ اچھا کلام اچھا شعر ہے اور برا کلام برا شعر ہے (مشکوۃ)

ایک اور ارشاد نبوی ہے: بعض بیان جادو کی مانند ہوتے ہیں اور بعض علم جہالت ہوتے ہیں اور بعض شعر مبنی بر حکمت اور نافع ہوتے ہیں اور بعض قول وبال جان ہوتا ہے۔" (ابوداؤد)

تاثیر صرف اچھے اشعار ہی میں نہیں بلکہ موثر نثر و تقریر سے بھی دل و دماغ پر جادوئی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ دور نبوت میں صرف شعر و شاعری

ہی کا نہیں بلکہ زورِ بیانی اور خطابت کا بھی غلغلہ اور شہرہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رض میں حضرت حسان بن ثابت۔ حضرت کعب بن مالک اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضم وغیرہم جیسے اسلامی شعرا کے کلام کو سنا، اس کی تعریف کی اور اس کے مفید اثرات کا اظہار بھی فرمایا۔ بعض اوقات حضور صلعم نے ان مسلمان شعراء کو مخالف اسلام شعرا کا جواب دینے کے لیے بھی حکم صادر فرمایا۔ اور مسلمان شعرا نے فصیح و بلیغ اشعار کے ذریعہ ان کا موثر جواب دیا۔ صدیوں سے عربی، فارسی اور اردو وغیرہ زبانوں میں مسلمان شعرا حمد، نعت اور منقبت وغیرہ پر مشتمل با مقصد اشعار کہتے اور انہیں خوش الحانی اور ترنم سے پڑھتے آرہے ہیں۔ شعر و سخن کے ذریعہ نہ صرف مسلمانوں کو فائدہ پہنچا بلکہ ان کے پاکیزہ ذوق اور وجدان کو تسکین بھی حاصل ہوئی۔!

مقام و حیثیت:

لیکن اسلام کی نظر میں شاعری کوئی معیاری اور فضیلت کی چیز نہیں اور غلبۂ شعر و سخن کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا۔ کلام اللہ اور رسول اللہ صلعم کے بارے میں کفار و مشرکین کہا کرتے تھے کہ:

یہ قرآن پریشان خیالات ہیں۔ بلکہ یہ تو ایک شاعر ہے۔" (انبیاء ۵)

"ہم ایک شاعر دیوانہ کے کہنے سے کہیں اپنے معبودوں کو چھوڑ سکتے ہیں؟" (الصٰفٰت)

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"ہم نے رسول اللہ صلعم کو نہ شعر سکھایا ہے اور نہ یہ ان کے

شایانِ شان ہے۔" (یٰسین - ۶۹)

اور خود حضور ؐ کے بارے میں فرمایا گیا:

"نہ تو تم کاہن ہو اور نہ مجنون ہو۔ کیا لوگ تمہاری نسبت کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے۔" (الطور)

یعنی نہ قرآن شاعری ہے اور نہ پیغمبرِ اسلام کوئی شاعر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کو شعر و سخن نہیں سکھایا کہ یہ نبوت و رسالت کے اعلیٰ و ارفع مقام و منصب سے فروتر اور گھٹیا درجہ کی چیز ہے۔ پیغمبری اور شاعری میں کوئی نسبت نہیں ہو سکتی۔!

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے پوچھا گیا کہ کیا کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبوں میں اشعار استعمال فرماتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ شعر سے بڑھ کر نفرت آپ ؐ کو کسی چیز سے نہ تھی۔ البتہ کبھی کبھی بنی قیس کے شاعر کا ایک شعر پڑھتے تھے۔ مگر اول کو آخر اور آخر کو اول پڑھتے۔ صدیق اکبر اس کی تصحیح کرتے ہوئے فرماتے کہ حضور ؐ اصل شعر ایسا نہیں بلکہ ایسا ہے۔ تو آپ فرماتے:

"نہ میں شاعر ہوں اور نہ شعر گوئی میرے شایانِ شان ہے۔" (مشکوٰۃ)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ شعر گوئی سے رسول اللہ کو طبعاً نفرت تھی۔ دعا میں آپ ؐ جامع کلمات پسند فرماتے تھے۔ اور اس کے سوا دوسرے کلمات چھوڑ دیتے تھے۔" (احمد)

غلبۂ شعر و سخن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں مذمت اور مخالفت فرمائی کہ کسی کا پیٹ اگر پیپ سے بھر جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ

کہ شعر سے بھر جائے۔" (الادب المفرد - امام بخاری)

وہ شعرا جن پر ہمیشہ شعر و سخن کا غلبہ اور بھوت مسلط رہتا ہے۔ اگر ان کے حالاتِ زندگی، حرکات و سکنات - ان کے عادات و اطوار اور رہن سہن کا مشاہدہ اور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان سب باتوں میں وہ عام انسانوں سے منفرد، ایک غیر معمولی اور عجیب و غریب رنگ لیے ہوئے ہیں!

امام بغوی رحؒ اور علامہ خازن رحؒ اپنی تفسیروں میں لکھتے ہیں :-

"شعر بنانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نہ آسان تھا نہ آپؐ سے بن سکتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ شعر نظم کرنے کا ارادہ کرتے تو آپؐ سے نہیں بنتا تھا۔ جس طرح ہم نے آپؐ کو اُمّی بنایا ہے کہ آپ لکھ نہیں سکتے۔ علما نے فرمایا کہ آپؐ شعر پڑھتے تو آپ سے اس کا وزن بھی ٹوٹ جاتا۔"

(تفسیر معالم و خازن)

مولانا سعید احمد پروفیسر دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ لکھتے ہیں :

"... اور قرآن کے اعجاز بیان سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ انھوں نے شاعری کو ہی خیر باد کہہ دیا۔ لبید عرب کے مشہور شاعر ہیں جن کا ایک قصیدہ سبعہ معلقہ میں بھی شامل ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے شعر کہنا بالکل ترک کر دیا تھا۔ صرف ایک دو شعر منقول ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ان سے شعر سنانے کی فرمائش کی تو انہوں نے جواب دیا کہ خدا نے مجھ کو بقرہ اور آلِ عمران سکھائی تو اب مجھے شعر کہنا موزوں نہیں۔" (وحی الٰہی)

اگر شعر گوئی کوئی پر فضیلت بات ہوتی تو اسلام لانے کے بعد آپ اس کا طرز رنگ ڈھنگ بدل دیتے اور قطع تعلق نہ کر لیتے!

احادیث سے اس حقیقت کی وضاحت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف چند ہی بار کسی ساز کے بغیر خوش الحانی سے اشعار سماعت فرمائے تھے۔ یہ آپ کا معمول اور مرغوب عمل نہ تھا۔ دور خلفا اور صحابہ میں بھی شعر و سخن، غنا اور موسیقی کو رجوع الی اللہ، تزکیہ نفس اور دین کی تبلیغ و اشاعت کا کوئی باضابطہ اور مستقل ذریعہ اور وسیلہ نہیں بنایا گیا۔ جیسا کہ ان دنوں قوالی کے یہی اغراض و مقاصد اور فضیلت بتائی جاتی ہے۔

مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

"عرب میں شاعری کا وہ اثر تھا جو آج یورپ میں بڑے بڑے ملکی مدبروں کی پرجوش تقریروں اور نامور اخبارات کی تحریروں کا ہوتا ہے۔ تنہا ایک شاعر قبیلہ کے قبیلہ میں شعر کے اثر سے آگ لگا دیتا تھا۔" (سیرت النبی جلد اول)

لیکن شعر و سخن کے اس ذوق و اثر کے باوجود رسول اللہ اور صحابہ رضنے اس کو اصلاح و ہدایت تقوی اور تزکیہ کا ذریعہ نہیں بنایا اور نہ وہ کبھی کسی شاعر کے ساتھ ڈھول لے کر بیٹھ گئے۔

افراط و غلو

راگ اور موسیقی تو خیر حرام ہی ہیں۔ لیکن قوالی کے ایک جائز جز یعنی اشعار کا اہل بدعت مفید استعمال نہ کر سکے بلکہ اس میں افراط و غلو کی آمیزش کر کے شرک کی نجاست سے آلودہ کر دیے ہیں۔ قوالی میں عموماً جو اشعار گائے جاتے ہیں وہ اسلام کے بنیادی عقائد توحید، رسالت، معاد اور شفاعت وغیرہ کے

خلاف غالی اور مشرکانہ ہوتے ہیں۔ ان اشعار کا راگ اور موسیقی کے بغیر بھی پڑھنا جائز نہیں ہو سکتا۔!

عموماً قوال شاعر نہیں ہوتے اور وہ ان شعرا کا افراط و غلو سے بھرپور مشرکانہ کلام سناتے ہیں جو اس آیت قرآنی کے مصداق ہوتے ہیں۔

"رہے شعرا تو ان کے پیچھے بہکے ہوتے لوگ چلا کرتے ہیں کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور ایسی باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔" (شعرا)

ارشاد نبوی ہے۔

"ہلاک ہوئے کلام میں مبالغہ کرنے والے۔ تین مرتبہ آپ نے یہ الفاظ فرمائے۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

ایسے شعرا بزرگوں کی حد سے زیادہ اتنی مبالغہ آمیز تعریف کرتے ہیں کہ عقیدہ توحید و رسالت بری طرح مجروح و پامال ہو جاتا ہے اور اولیا کرام کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کی حیثیت و عظمت کمزور اور بے وزن نظر آتی ہے۔ وہ تصوف، طریقت اور روحانیت کی بلند بانگ باتیں تو پیش کرتے ہیں لیکن شریعت کی ابتدائی باتوں پر بھی عمل نہیں کرتے جب ان کا ظاہر ہی شرعی نہیں ہوتا تو باطن کے تصوف کا کیا پوچھنا ۔۔۔؟

فقہ حنفی کی ایک معروف، مستند اور قدیم کتاب "ہدایہ" میں ہے:

"اکثر جاہل میلاد خواں ایسے اشعار پڑھتے ہیں کہ ان اشعار کو پڑھنے سے کفر ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں۔" (جلد چہارم)

اور آج اس غلو اور گمراہی میں بیسیوں گنا اضافہ ہو چکا ہے۔!

قوالی اور مشرکانہ شاعری :

بعض قوال خیر سے شاعر بھی ہوتے ہیں لیکن اکثر دوسرے شعرا کا کلام پیش کرتے ہیں۔ ان اشعار کا مرکزی موضوع اولیاء کرام اور بزرگان دین کے من گھڑت کرامات و تصرفات اور ان کی مافوق الفطری اور خدائی قوتوں، ان کی حاجت روائی، مشکل کشائی و فریاد رسی کی صفتوں اور اس سلسلے کے من گھڑت قصے کہانیوں کو پیش کیا جاتا ہے۔ جن کو سن کر علما اور عوام سر دھنتے۔ آہ، واہ کرتے اور وارفتہ ہوئے جاتے ہیں۔ اس لیے قوالی نہ صرف حرام ہے بلکہ شرک کا ایک پرکشش و موثر ذریعہ اور وسیلہ بھی۔ چند مشرکانہ اور کافرانہ اشعار، اوہام و خرافات ملاحظہ ہوں :

توحید یا شرک جلی ؟

ہمارے سرورِ عالم کا رتبہ کوئی کیا جانے
وہی جو مستویٔ عرش تھا خدا ہو کر
نبی بندہ تو ہے لیکن خدا معلوم ہوتا ہے
اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے
تعلیم جبرئیل تو تھی بس برائے نام
رد ہو گئی اس کی بلا جس نے عقیدت سے کہا
علی جو چاہیں مقصد کو سر بسر ماہ کریں
نعرۂ غوث اعظم نعرۂ یا پیر ہے
مدد کرتے ہیں وقت آفت غم و رنج و مصیبت میں

خدا سے ملنا جو چاہے محمد کو خدا جانے
اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر
بشر کی شکل میں ہونے سے جدا معلوم ہوتا ہے
جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمدؐ سے
حضرت وہیں سے آئے تھے لکھے پڑھے ہوئے
مشکل میں ہوں آجاؤ یا مولیٰ علی مشکلکشا
گدا کو چاہیں تو اک پل میں بادشاہ کریں
سارے عالم کو دبا لینے کی اک تدبیر ہے !
ہے میرے حال پر کیسی عنایت غوث اعظم کو

تو ہر ایک بات پر قادر ہے یا محبوب سبحانی !

میں لاؤں کہاں آپ سا دو جہاں میں ؛ مددگار مشکل کشا غوث اعظم

گرمیٔ روز محشر کی پروا نہیں اسے ؛ جس کو وسیلہ مل گیا پیرانِ پیر کا

سایہ ہے میرے سر پہ سدا دستگیر کا ؛ میں ہوں غلام حضرت پیرانِ پیر کا

بغداد سے آ۔ انوار دکھا عشاق کی حل مشکل کر دے

اسرار نہفتہ ظاہر کر اغیار کو بھی قائل کر دے !

ولی کیا مرسل آئیں خود حضور آئیں ؛ وہ تیرے وعظ کی محفل ہے یا غوث

اللہ میاں نے ہند میں نام ؛ رکھ لیا ہے خواجہ غریب نواز

کون حامی ہو غریبوں کا اگر آپ نہ ہوں ؛ کون بگڑی ہوئی تقدیر سنوارے خواجہ

جب تک نہ نکلے مقصد چلاؤں گا برابر ؛ اے دستگیر و رہبر و بیکس نواز خواجہ

ہر بلا آئی ہوئی دفعتہً ٹل جائے گی ؛ ایسے میں کہہ دو زباں سے اگر بندہ نواز

مشکل میں ہیں مسلمان بندہ نواز خواجہ رح ؛ مشکل کو کیجیے آساں بندہ نواز خواجہ

اور آگے آپ سے کیا میں کروں عرض حال ؛ آپ جب ہیں حال سے خود باخبر بندہ نواز

بیاں کیا ہو کہاں تک ہے رسائی میرے خواجہ کی ؛ کہاں جبرئیل نے بھی کی گدائی میرے خواجہ کی

زباں سے کہنے کی حاجت نہیں ہے کچھ مجھ کو ؛ عیاں ہے تم پر میرا مدعا غریب نواز

مرادیں سب کی بر آتی ہیں آپ کے در سے ؛ کرم ہو آپ کا مجھ پر بھی یا غریب نواز

یہ کر میں خالی دامن واپس نہ جا سکوں گا ؛ بھر دیجیے مرادا ماں بندہ نواز خواجہ

حقیقت میں دیکھو تو خواجہ خدا ہے ؛ نہیں در پہ خواجہ کے سجدہ روا ہے

مدینہ بھی مطہر ہے قدسی ہے علی پور بھی ؛ ادھر جائیں تو اچھا ہے ادھر جائیں تو اچھا ہے۔

سوال حج پہ محشر میں جو پوچھیں گے تو کہہ دونگا ؛ میں زائر ہوں علی پور والی شاہ کا

اگر شیدا تمہارا پھر رہا ہے مارا مارا ؛ جا بجا تم کو پکارا اس کی اب سن تو

یہ مسجد ہے وہ بت خانہ ؛ چاہے یہ مانو چاہے وہ مانو
رستے الگ الگ ہیں ٹھکانہ تو ایک ہے

ان صریح مشرکانہ اشعار پر مشتمل قوالیوں کے ریکارڈ موجود ہیں جنہیں فلمایا بھی گیا ہے اور یہ قوالیاں کتابی صورت میں شائع بھی ہو چکی ہیں۔ ان قوالیوں کو سننے اور پڑھنے کے بعد شعرا کے بارے میں یہ ارشاد الٰہی ہمیں بے ساختہ یاد آجاتا ہے:

"کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔"
(شعراء)

غور فرمائیے کہ ان افراط و غلو اور شرک سے بھرپور اشعار سے ہدایت، تقویٰ اور تزکیہ نفس حاصل ہوتا ہے یا دین و ایمان غارت اور چوپٹ ہو جاتا ہے حاملین قبوری شریعت نے اللہ تعالیٰ کو نہ پہچانا اور اس کی قدر نہ کی جیسا کہ وہ فی الحقیقت ہے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور اس کی بے پایاں و لامحدود قوتوں اور قدرتوں سے واقف ہوتے جن کا تعارف قرآن مجید کے ہر ہر صفحہ پر موجود ہے تو ان جاہلانہ و مشرکانہ بیہودات اور خرافات میں مبتلا نہ ہوتے!

افسوس ہے کہ اہلِ شرک و بدعت نے خدا کی قدر و منزلت جیسی کرنی چاہیے تھی نہیں کی (حالانکہ) اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ خدا زبردست (قوت والا) اور غالب ہے۔" (الحج - ۷۴)

●●

فصل ۱۱

راگ، گانے کی حقیقت

اسلام میں راگ و گانا حرام ہے خواہ اس کے ذریعہ پاکیزہ اور نصیحت آموز باتیں ہی کیوں نہ پیش کی جائیں، اشعار کو ترنم، خوش الحانی و خوش آوازی سے پڑھنے اور فن موسیقی کی رعایت اور راگ کے ساتھ گانے میں کافی فرق ہے قرآن اور جائز اشعار کو خوش الحانی اور خوش آوازی سے پڑھنے کی اسلام اجازت دیتا ہے۔ اور راگ و گانے کے انداز اور فن موسیقی کے لحاظ سے منع کرتا ہے۔ خوش الحانی اور گانے میں وہی فرق ہے جو کہ مذہبی محفلوں اور اور مشاعروں میں پڑھی جانے والی حمدوں، نعتوں، نظموں، غزلوں اور فلمی گانوں میں پایا جاتا ہے۔ اول الذکر میں ہلکا سا ترنم ہوتا ہے اور فلمی گانوں میں راگ، آواز کا زیر و بم و پیچ و لچک اور فن موسیقی کے اصول و قوانین پائے جاتے ہیں۔ راگ۔ گانے سے اسلام اس لیے منع کرتا ہے کہ اس سے دل میں نفاق پیدا ہوتا ہے۔ مشرکانہ مذاہب، خدا بیزار معاشرہ، اور فساق و فجار کے پاس گانے و موسیقی کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ ان ہی امور کے پیش نظر اللہ اور رسول ؐ نے ان کو حرام اور مضر قرار دیا ہے۔ اس سلسلہ کی

آیات اور احادیث، متعلقہ ابواب میں صحابہ و سلف صالحین کی تصریحات کے ساتھ گزر چکی ہیں۔

چونکہ قوالی میں راگ گانے اور موسیقی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس لیے قائلین قوالی اسے جائز اور مفید ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور صرف کرتے ہیں ——————— حالانکہ غنا یا تغنی سے مراد راگ و گانا ہی نہیں بلکہ خوش الحانی اور خوش آوازی بھی مراد ہے۔ جس کی اس باب میں اس کی اہمیت کے پیش نظر مزید وضاحت کی جاتی ہے۔ مولانا عبدالغفار حسن نے غنا یا تغنی کے معنوں کی یوں تحقیق فرمائی ہے۔

"غنا یا تغنی محض گانے ہی کے لیے نہیں آتے بلکہ بلند آواز سے پڑھنے کے معنی بھی اس کے لیے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے:

"ما اذن لشیٔ کاذنہ لنبی یتغنی بالقرآن۔ یعنی اللہ نے کسی چیز کو توجہ سے نہیں سنا جتنی توجہ نبی صلی اللہ علیہ و سلم کو بلند آواز سے قرآن پڑھتے ہوئے سنا۔"

(مشکوٰۃ جلد اول، بخاری و مسلم)

اس حدیث کی تشریح میں حضرت امام شافعی رحمہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد تحسین قرات ہے۔ جس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے:

زینوا القرآن باصواتکم (مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد)

یعنی قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو۔"

ان احادیث کی تشریح میں ابن الاثیر لکھتے ہیں کہ

"عربوں میں بلند آواز سے تسلسل کے ساتھ پڑھنے کو "غنا" کہا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ غنا یا تغنی کے دو معنی ہیں:

(۱) بلند آواز سے خوش الحانی کے مطابق اشعار پڑھنا۔

(۲) فن موسیقی کے قواعد آواز کے اتار چڑھاؤ کے کرتب کا پُر تکلف مظاہرہ کرنا شریعت اسلامی نے جس چیز کو گوارا کیا وہ پہلا مفہوم ہے۔ آخر الذکر معنی کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ پھر اس کے ساتھ ساز بھی شامل ہو جائے۔ (چاہے سوز ہو یا نہ ہو) تو اس کے شراب دو آتشہ بننے میں کوئی کسر باقی نہیں رہتی۔" (میثاق)

اس بات کے ثبوت اور تائید میں کہ لفظ غنا یا تغنی خوش الحانی کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے اور بھی کئی احادیث موجود ہیں۔ چناں چہ بخاری کی ایک حدیث ہے:

"من لم یتغن بالقرآن فلیس منّا (بخاری)

بیہقی کی ایک اور حدیث میں ہے:

وا قرئوہ و تغنوہ ' اور اس کو اچھی آواز سے پڑھو۔"

جن احادیث میں قرآن کو تغنی یا غنا سے پڑھنے کا حکم ہے علمائے ان الفاظ کا ترجمہ موسیقی، راگ و گانے کے انداز میں نہیں بلکہ خوش الحانی مترنم اور بھلی آواز مراد لیا ہے۔ یہ ایک مشہور اور معروف بات ہے کہ فقہا نے گانے کے انداز میں کہی ہوئی اذان کا جواب دینے سے منع فرمایا ہے۔ اور فقہ میں قرآن کو بھی راگ سے پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔!

مولانا محمد میاں صاحب لکھتے ہیں:

"جو تجوید یا قرائت آج کل قاری صاحبان سکھلاتے ہیں وہ صرف مخارج کی تصحیح اور قرائتوں کے اختلاف کے متعلق ہے۔ گانے سے گانا دوسری چیز ہے۔ اس کی ادائیگی، طرز بھی جدا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک طریقہ وہ ہے

کہ ہم کسی اردو شعر کو اچھی آواز سے پڑھ دیں، لیکن قوالی یا موسیقی کا ماہر اس کو دوسری طرح خاص خاص زیر و بم اور آواز کی بلندی و پستی کے ساتھ پڑھے گا۔ ہم جیسے عوام کے لیے اس کا سمجھنا بھی مشکل ہوتا ہے۔ یہی فرق قرارت اور گانے میں ہے۔" (تذکرہ حضرت مجدد الف ثانی)

شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب لکھتے ہیں:

"البتہ کلام پاک میں یہ ضروری ہے کہ گانے کی آواز میں نہ پڑھا جائے احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

حدیث ہے: ایاکم ولحون اھل العشق۔ الحدیث۔ یعنی اس سے بچو کہ جس طرح عاشق غزلوں کو آواز بنا بنا کر موسیقی قوانین پر پڑھتے ہیں۔ اس طرح مت پڑھو۔ مشائخ نے لکھا ہے کہ اس طرح کا پڑھنے والا فاسق اور سننے والا گنہگار رہے مگر گانے کے قواعد کی رعایت کیے بغیر خوش آوازی ہے۔" (فضائل قرآن)

"متعدد روایات میں اچھی آواز سے تلاوت کی مدح آئی ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی گانے کی آواز میں پڑھنے کی ممانعت۔ حضرت حذیفہ رض کہتے ہیں کہ حضور صلعم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف کو عرب کی آواز میں پڑھو عشق بازوں کی آواز میں مت پڑھو۔ عنقریب ایک قوم آنے والی ہے۔ جو گٹکری اور نوحہ کرنے والوں کی طرح سے قرآن شریف کو بنا بنا کر پڑھے گی وہ تلاوت ذرا بھی ان کے لیے نافع نہ ہوگی۔ خود بھی وہ لوگ فتنے میں پڑیں گے اور جن کو وہ پڑھنا اچھا معلوم ہوگا ان کو بھی فتنہ میں ڈالیں گے۔ حضرت طاؤس کہتے ہیں کہ کسی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اچھی

آواز سے پڑھنے والا کون شخص ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ شخص کہ جب تو اس کی تلاوت کرتے دیکھے تو محسوس کرے کہ اس پر اللہ کا خوف طاری ہے یعنی اس کی آواز سے مرعوب ہونا محسوس ہوتا ہو۔" (فضائل قرآن)

فقہ کا حکم:

فقہ حنفی کی ایک معروف، قدیم اور مستند کتاب "ہدایہ" میں ہے، "کہ تم لوگ گانے سے پرہیز کرو کہ یہ شیطان کی طرف سے ہے۔ اور وہ اللہ کے نزدیک شرک ہے اور سوائے شیطان کے کوئی نہیں گاتا۔"

(جلد چہارم)

"گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔" (ہدایہ)

"مولود میں راگنی سے اشعار سننا اور پڑھنا حرام ہے۔" (ہدایہ جلد)

"لحن و گنگری کے ساتھ قرآن سننا معصیت ہے اور پڑھنے و سننے والا گنہگار ہے۔ (ہدایہ)

"علم راگ حرام ہے۔" (درمختار)

"راگ سننے والے کی گواہی قبول نہیں (درمختار۔ عالمگیری)

"قرآن کو گویے کی طرح گا کر پڑھنا مکروہ ہے۔ اگر راگ کی آواز میں پڑھا جائے تو یہ آواز خدا کے خوف اور اس شخص کے درمیان پردہ بن جاتی ہے۔ اس لیے قرآن راگ سے پڑھنا مکروہ ہے۔" (غنیۃ الطالبین)

جب راگ و گانا جائز اور مفید ہے اور اس انداز سے اشعار اور قرآن پڑھنے کی اجازت ہے تو مذکورہ کثیر احادیث اور فقہ کی قدیم اور مستند کتابوں میں اس کو کیوں حرام قرار دیا گیا ہے۔

ان دلائل سے اس حقیقت کی وضاحت ہوتی ہے کہ غنا یا تغنی سے مراد صرف راگ رنگ ناہی نہیں بلکہ خوش الحانی اور مترنم آواز بھی ہے۔ سیاق کلام اور موقع و محل کے لحاظ سے الفاظ کے مناسب معنی اور مفہوم اخذ کیئے جائیں گے۔!

●●

یہ نام نہاد مقلّدین

امام اعظم ابوحنیفہ کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے:

"طلباء کی نشست و برخاست کا بھی آپ بہت خیال رکھتے تھے۔ امام محمدؒ چونکہ نوعمر اور حسین و جمیل تھے۔ جب یہ آپ کی درس گاہ میں داخل ہوئے تو آپ نے ان کو اپنی پشت کی طرف بیٹھنے کے لیے فرمایا اور جب ان کی داڑھی نکل آئی تو سامنے بٹھانا شروع کر دیا۔"

(ملاحظہ ہو سیرت نعمان و امام اعظم ابوحنیفہؒ)

لیکن آج تقریباً ہر قوال کی چوکی میں ایک بے ریش لڑکا موجود ہوتا ہے جو قوالی کی راگ میں راگ ملاتا، اور تالیاں یا گھنگرو بجاتا ہے۔ جبکہ امام اعظم ابوحنیفہ نے بے ریش لڑکے کو سدِ باب ذریعہ فسق، احتیاط اور تحفظ تقویٰ و اخلاق کے پیش نظر اپنی آنکھوں کے سامنے نہ بٹھایا تھا۔

فصل (۱۲)

چند مزید وضاحتیں

قوال:

کہا جاتا ہے کہ قوالی حصول تقویٰ اور رجوع الی اللہ کا ایک موثر و پرکشش طریقہ اور وسیلہ ہے۔ اس لحاظ سے قوال جو قوالی کا ذریعہ ہوتا ہے بجائے خود بھی سراپا فضل و رحمت ہونا چاہیے۔ لیکن یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ قوالوں کو اسلام اور مسلمانوں سے فی الحقیقت کوئی لگاؤ اور دل چسپی نہیں ہوتی۔ نہ ان کا ظاہر شرعی ہوتا ہے نہ باطن اور نہ ہی ان کا گھریلو ماحول۔ جو شخص خود مریض اور کمزور ہو، بھلا وہ دوسروں کو کیسے صحت بخش سکتا ہے۔ چہ جائیکہ پہلوان اور بہادر بنائے! ہر مسلمان کا یہ مسلمہ ہے کہ وہی شخص اصلاح و ہدایت کا ذریعہ بن سکتا ہے جو اس کی فکر و تڑپ رکھتا ہو اور جو علمی، فکری اور عملی لحاظ سے پست ہو، اس سے تبلیغ اور ہدایت کی توقع رکھنا ایک نری حماقت ہے۔ قوالوں کی حیثیت مسلم معاشرہ میں بالکل ایسی ہی ہے جیسے کسی بڑے دواخانہ میں دل اور دق کے مریضوں کی — یہ وہ گھن ہے جو غیر محسوس طور پر امتِ مسلمہ کو کھائے جا رہا ہے اور اس کو

معلوج، نفس کا مغلوب اور خدا کا معتوب و مغضوب بنا رہا ہے۔ جن بزرگوں نے راگ و مزامیر کے بغیر اصلاح باطن کے لیے سماع کو رائج کیا تھا، انھیں دن رات اس بات کی فکر تھی کہ لوگ شریعت اسلامیہ سے وابستہ ہو جائیں۔ وہ خود سے مختلف مقامات پر جاتے اور مخالفتوں اور دشواریوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اسلام کو دل نشین انداز میں پیش کرتے تھے، اس دور کے قوال یا تو بزرگ ہوتے یا ان کے شاگرد جن کے قلوب بھی فریضہ تبلیغ و اصلاح کے جذبات و احساسات سے معمور ہوتے۔ لیکن آج کے یہ قوال صرف ان ہی مقامات پر جاتے ہیں جہاں انہیں طلب کیا جاتا ہے، جہاں ان کی آؤ بھگت ہوتی ہے اور جہاں انھیں معقول انعام و اکرام ملتا ہے اور جہاں ان کی زیادہ سے زیادہ تحسین و تعریف ہوتی ہے۔ وہ عرسوں، خانقاہوں اور مرشدوں کے مکانوں پر جاتے ہیں جہاں مقررہ تاریخوں میں قوالی کی محفلیں سجتی ہیں اور اپنی قوالی، ساز اور دل کش راگ و آواز کے ذریعہ مسلمانوں کو لذتِ نفسی، عقیدت کے غلو، شرک جلی، ریاکارانہ اور منافقانہ رقص، وجد اور حال میں ملوث کرتے اور اپنا معاوضہ لیتے اور ساز و دل کو سمیٹ کر چلتے بنتے ہیں۔!

قوالوں کو مسلمانوں کے دینی ملی و اجتماعی مسائل اور معاملات سے کوئی سروکار نہیں ہوتا اور نہ ان میں کوئی عالم، فاضل، معلم، مقرر، مصنف، مبصر اور تعلیم یافتہ ہوتا ہے مسلم معاشرہ میں انھیں کوئی نمایاں۔ خاص اور سنجیدہ مقام اور حیثیت حاصل نہیں ہوتی۔ اکثر قوال درزی، باورچی اور گل فروش ہوتے ہیں جو قوالی کو روزی روزگار کا جز وقتی یا ہمہ وقتی ذریعہ بنائے ہوئے ہیں۔ قوالی کی حیثیت صحیح معنوں میں ایسے پیشہ ور فن کارکی ہے جو اپنے فن کا مظاہرہ کرتا اور معاوضے و انعام سے غرض رکھتا ہے۔ مسلمانوں میں آج بھی ایسے

لوگ مل جاتے ہیں جو بلا معاوضہ خطابت، امامت، وعظ و نصیحت اور تعلیم و تربیت کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ لیکن قوالیوں میں آپ کو ایسا کوئی نہ ملے گا جو محض لوگوں میں اسلام کی تبلیغ و ہدایت اور اپنے لیے ثوابِ آخرت کی خاطر بلا معاوضہ قوالی سناتا ہو۔!

علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے پانچ وقت کی نماز پڑھانے والے اس دور کے بے مغز ائمہ مساجد کے بارے میں کہا تھا ؎

قوم کیا چیز ہے قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا سمجھیں بیچارے دو رکعت کے امام!

لیکن یہ قوال پنج وقتہ نمازی امام سے بھی بدتر اور بے مغز ہوتے ہیں۔

جب راگ گانا و موسیقی جائز، مفید اور مسنون ہے۔ جیسا کہ حامیین قوالی بیان کرتے ہیں — تو آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ علماء امت اس فضیلت سے بالکل محروم ہیں؟ جب صحابہ کرام نے گایا بجایا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے اسے سنا اور پسند فرمایا تھا (جیسا کہ قائلین قوالی مغالطہ دیتے ہیں) تو پھر کیوں آج کے علماء۔ صوفیا اور مشائخ اس عظیم اور پر فضیلت فن کو سیکھتے نہیں، کیا گانے بجانے کی یہ سنت، صحابہ کرام کا اسوہ و عمل اور اولیاء اللہ کا طریقہ صرف طبقہ قوال ہی کے لیے مشروع اور مخصوص ہے اور طبقہ علماء، صوفیا اور مشائخ کے لیے ممنوع و حرام ہے؟

ابتداً تو قوالی میں صرف دینی اشعار گائے جاتے تھے۔ ماضی قریب میں فلمی گانوں کی دھنوں پر اللہ، رسول۔ اولیاء اور اسلام کے گن گانے کا آغاز ہوا۔ جس دھن اور طرز پر فحش گانے، عریاں ناچوں کے ساتھ فلمائے جاتے ہیں اسی طرز سے عوامی مذاق کے پیش نظر اشعار کو قوالی کے فن پر گایا جارہا

ہے اور اب عشقیہ اور غزلیہ قوالی کا بھی آغاز ہو چکا ہے۔ جس میں خالص رومانی اشعار قوالی کی طرز اور دھن پر گائے جاتے ہیں چونکہ صرف مذہبی قوالی سے گذر بسر مشکل ہے، اس لیے اب یہ قوال بے چارے عشقیہ قوالی بھی شروع کر دیتے ہیں۔ جس میں صنف مخالف سے باضابطہ مقابلہ و مناظرہ اور نوک جھونک ہوتی ہے۔ چناں چہ آج کل قوال عرسوں، درگاہوں اور خانقاہوں میں جاکر مذہبی قوالی سناتے اور بڑے بڑے علماء، صوفیا اور مشائخ کو محفل میں رلاتے تڑپاتے، تھرکاتے اور نچاتے ہیں اور پھر دنیاوی تقاریب و تفریحی محفلوں، تھیٹروں اور کلچرل پروگراموں میں عشقیہ اور غزلیہ قوالی سنا کر نفسانی اور شیطانی جذبات کو بھڑکاتے ہیں۔! — یہ ہیں وہ قوال جن کی قوالی، موسیقی، راگ اور گانے سے حصول تقویٰ اور رجوع الی اللہ کا دعویٰ کیا جاتا ہے جن کے پاس مذہبی دیوانوں اور عشق کے ماروں۔ دونوں کے لیے نسخہ شفا اور درد کا سامان موجود ہے۔!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وہ لوگ ایسی باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔" (شعراء)

یہ آیت قوالوں پر بھی پوری طرح منطبق ہوتی ہے۔ بے عمل قوالوں کی ناجائز اور مشرکانہ قوالی سے بھلا کیسے دین و اخلاق کی اصلاح ممکن ہے۔ حضرت مالک بن دینار رحؒ کا ارشاد ہے:

"بے عمل کی نصیحت دلوں پر وہی اثر کرتی ہے جو بارش سنگلاخ چٹان پر۔"

جبکہ اکثر قوال نہ صرف بے عمل بلکہ جاہل اور ان پڑھ بھی ہوتے ہیں۔

حضرت سوار کا مقولہ ہے:

جو بات دل سے نکلتی ہے دل میں اتر جاتی ہے اور جو بات محض زبان

سے کہی جاتی ہے۔ کانوں میں رہ جاتی ہے۔" (جامع بیان العلم وفضلہ)
چونکہ قوالوں میں اسلام کی تبلیغ اور مسلمانوں کی اصلاح کا کوئی جذبہ نہیں پایا جاتا صرف طلب انعام اور داد وتحسین ہی پیش نظر رہتی ہے اس لیے سامعین کے دل ودماغ پر اس کا کوئی سنجیدہ اور مفید اثر نہیں مرتب ہوسکتا!

جب حضرت یالن حقّانی صاحب حیدرآباد تشریف لائے تو ان کے خلاف وہ علماء اور مشائخ جو قوالی سے شغف رکھتے ہیں یوں شور مچائے اور مخالفت کی کہ یالن حقانی قرآن کو گانے اور راگ کے انداز میں پڑھتے ہیں۔ انھوں نے حقانی صاحب پر طنز کرتے اور مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا

"سنا ہے قوال بھی تقریر کرنے لگے ہیں۔۔!
واضح رہے کہ حقانی صاحب پہلے قوال اور گویّے تھے۔ انھیں صحیح علم وہدایت نصیب ہوئی اور اس گمراہ اور قبیح کاروبار کو انھوں نے ترک کردیا۔ اسی بات کے پیش نظر خود قائلین قوالی نے حضرت حقانی صاحب کو "قوال" "گویّا" اور "طبلچی" کے خطابات دے کر ان کا عوام میں مضحکہ اڑاتے اور ان کی عظمت کو گرانے کی کوشش کی اس انداز کی مخالفت سے اس حقیقت کی وضاحت ہوتی ہے کہ خود قائلین قوالی اور قوالوں کی پشت پناہی کرنے والوں کے ہاں قوالوں، گویّوں اور طبلچیوں کی کوئی عزّت اور وقعت نہیں پائی جاتی۔ وہ خود بھی ان کو حقیر اور کم ترین ہی سمجھتے ہیں۔ ورنہ وہ مولانا یالن حقانی صاحب کی اس انداز سے مخالفت نہ کرتے!
اگر آپ کسی سنجیدہ محفل میں کسی کو قاری، حافظ، عالم اور مفتی کہیں گے تو وہ خوشی اور مسرت محسوس کرتا ہے۔ لیکن گویّے، قوال اور طبلچی کے طور

پر تعارف کرا دیں تو وہ اپنی سُبکی اور شرمندگی محسوس کرے گا۔ اہلِ مجلس کو اس سے مل کر کوئی خوشی بھی نہ ہوگی ـــــ لیکن شائقین، وقائلین قوالی کی عقلوں پر ماتم کیجیے کہ پھر بھی وہ خود رات رات بھر آلات موسیقی پر قوالی سنتے اور طبلہ کی تھاپ، پائل کی جھنکار، قوال کی راگ اور مشرکانہ اداؤں وخرافات پر ناچتے اور قوال پر انعامات کی بارش کر دیتے ہیں۔

انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ شدید حالات اور مخالفانہ ماحول میں اپنی فطرت اور صداقت کی طرف لوٹ آتا ہے ـــــ جیسا کہ قرآن میں ہے کہ مشرکین اگرچہ معبودانِ باطل سے دعائیں مانگا کرتے تھے، لیکن شدید مصائب اور مشکلات میں وہ ان کو چھوڑ کر اللہ رب العالمین ہی کو بے ساختہ پکارا کرتے تھے اور اس دور میں بھی منکرین خدا کی زبان سے اتفاقی حادثوں میں بے ساختہ طور پر God - Oh - یا اللہ ـــــ ! نکل آتا ہے۔ خدا کی شان اور عظمت کا نظارہ اور انسان کی اس فطرت کا مشاہدہ حقانی صاحب کی آمد پر گمراہ علما و مشائخ کے مذکورہ طعن و طنز سے بہ خوبی کیا جا سکتا ہے۔ جب حقّانی صاحب کی آمد کی صورت میں ان پر مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ ان کے حلوے مانڈے اور آمدنی کے ذرائع مسدود اور محدود ہوتے نظر آنے لگے اور عوام میں ان کی عزّت، شہرت اور وقعت گرنے اور متاثر ہونے لگی۔ تو وہ اپنی صحیح فطرت پر لوٹ آئے اور ان کی زبانوں سے بے ساختہ طور پر ان طبلچیوں، گویّوں، قوّالوں اور ان کی راگ راگنیوں کی مذمّت اور مخالفت میں الفاظ نکل ہی آئے، جنھیں عرصۂ دراز سے وہ خود ہی جائز، مسنون اور پُر فضیلت سمجھتے آ رہے تھے۔!

وجد، رقص وحال:

قوّالی کے دوران بعض اشعار پر لوگ اچانک چیخ پڑتے اور رقص کرنے لگتے ہیں۔ ان تمام چیزوں کا تعلق بھی نفس و شیطان، ریا ونفاق، شہرت اور عزّت سے ہے۔ آخر کیا بات ہے کہ سماع میں وجد آتا ہے۔ لیکن خوش الحان قاری کی تلاوتِ قرآن سے ان کا نفس ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ کیا کلام انسانی کلام الٰہی سے بھی زیادہ موثر اور مفید ہوتا ہے۔؟ کیا آپ نے کبھی تلاوت قرآن کے وقت صاحب سماع کو اس قبیل کے غیر سنجیدہ اور بے ہودہ حرکات کرتے دیکھا ہے؟ صحابہ کرام کے شغف فی القرآن کے کیا کہنے اور وہ عربی زبان اور شعر وسخن کے تو دھنی تھے۔ ان کی زبان دانی اور قادر الکلامی کا یہ عالم تھا کہ وہ غیر عربی کو عجمی یعنی گونگا کہا کرتے تھے۔ مگر صحابہ کرام سماعتِ قرآن اور محفل شعرِ وسخن میں جو کہ یقیناً دینی موضوعات پر ہی ہوا کرتی تھی نہ وجد میں آتے نہ لوٹتے، ناچتے اور نہ تھرکتے تھے۔ اس وقت ان پر وقار اور سنجیدگی طاری رہتی تھی اور ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے تھے۔ اور قرآن میں صحابہ کرام رضؓ کے اس وقت اسی ردِّ عمل کا اظہار کیا گیا ہے۔ وجد وحال کا قرآن میں کوئی ذکر نہیں۔

دوران قوالی جو ہنگامہ آرائی کی جاتی ہے اس کا مقصد عورتوں، ہم عصروں اور مرشد پر اپنی دین داری، نیک نفسی، روحانیت اور سخن فہمی کا رعب جمانا ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ جس کلام اور خوش الحانی پر وجد میں آتے اور بے قابو ہو جاتے ہیں۔ اگر وہی چیز انھیں تنہائی میں

ریڈیو، گراموفون یا ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ سنائی جائے تو وہاں اس کا وہ ردِ عمل نہیں ہوتا جو بھری محفل میں ہوتا ہے۔ اس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ اس ہلڑ بازی اور غل غپاڑہ کا تعلق ریا و نفاق سے ہے۔ حالانکہ نہ صرف قرآن ریا و نفاق سے منع کرتا ہے بلکہ ہر غیر سنجیدگی اور بے اعتدالی سے بھی باز رکھتا ہے۔ سورہ لقمان میں ارشادِ الٰہی ہے:

"درمیانی چال چلو، اور اپنی آواز نیچی کرو۔ بے شک گدھے کی آواز سب سے بُری ہے" (رکوع ۱)

قوالی کے دوران ہونے والی یہ باتیں یقیناً سنجیدگی، وقار، متانت اور دائرہ اعتدال سے خارج ہیں ــــ!

ان کثیر احادیث میں جو گزشتہ ابواب میں گزر چکی ہیں۔ راگوں، گانوں اور باجوں کو شیطانی عمل قرار دیا گیا ہے کہ جہاں یہ چیزیں ہوں وہاں شیطان موجود ہوتا ہے۔ گانے والوں پر شیطان مسلط ہو جاتا اور خود اس کا قرآن گانا ہے۔ گانا نفاق پیدا کرتا ہے، یعنی انسان سے وہ چیز ظاہر کرواتا ہے جو کہ فی الحقیقت اس کے قلب اور نفس میں نہیں پائی جاتی۔ دورانِ قوالی ہونے والے یہ غیر معتدل و غیر سنجیدہ حرکتیں اور آوازیں نفس و شیطان کی پیداوار ہیں ـــــ!

امام ابن تیمیہ رح لکھتے ہیں:-

"یہ نام نہاد صوفی بھی جب گانے بجانے پہ وجد میں آجاتے ہیں تو کبھی آگ میں لال کیے ہوئے لوہے اپنے اجسام پر رکھ لیتے ہیں۔ غرض اسی قسم کے بہت سے کام کر گزرتے ہیں۔ لیکن اسی طرح کے احوال ان پر نہ نماز میں طاری ہوتے

ہیں نہ تلاوت قرآن کے دوران میں وجہ ظاہر ہے۔ یہ عبادتیں شرعی اسلامی اور نبوی عبادتیں ہیں اور شیطان کو دفع کر دیتی ہیں۔ بر خلاف ان کے یہ امور بدعیہ، شرکیہ اور شیطانیہ ہیں۔ اور شیطانوں کو جمع کر لیتی ہیں۔"

(وجد و سماع)

اہل مکاشفات میں سے بہتوں کو یہ کشف ہو چکا ہے کہ گانے بجانے کی مجلسوں میں شیطان موجود رہتے ہیں۔ (خود متعدد احادیث نبوی سے بھی واضح ہے کہ گانوں اور باجوں کے ساتھ شیاطین ہوتے ہیں) شیطان اہل مجلس میں سے بعض پر مسلط ہو جاتے ہیں۔ اور انہیں شیطانی وجد میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان میں سے بعض حاضرین کے سروں پر بھی ناچنے لگتے ہیں۔ بعض اہل کشف مشائخ نے یہاں تک دیکھ لیا ہے کہ شیطان نے انہیں اٹھا لیا اور لے کر ناچنے لگا اور یہ گر پڑے۔" (وجد و سماع)

آج کل قوالی میں فنی اور معنوی لحاظ سے گھٹیا اور درجہ سوم کے اشعار گائے جاتے ہیں۔ ان کے مضمون کی اثر اندوزی کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا بلکہ اس وجد و حال کا تعلق نغمہ و موسیقی سے ہے۔ چناں چہ ماہر القادری نے خوب کہا ہے:

ساز پر کچھ جھوم کر ے قوالیاں گاتے ہوئے
گنگری لیتے ہوئے ہاتھوں کو لچکاتے ہوئے
رقص فرمانے لگے کچھ صاحبان وجد و حال
یہ کرامت شیخ کی ہے یا ہے نغمہ کا کمال؟

وجد و حال اور رقص کے بارے میں علامہ ابن جوزی رحؒ نے اپنی مشہور کتاب "تلبیس ابلیس" میں تفصیل سے بحث فرمائی ہے اور اس کے متعدد گوشوں

پر روشنی ڈالی ہے جس کے جستہ جستہ حصے یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔
یہاں یہ حقیقت بھی واضح اور مستحضر رہے کہ ابو الفرج علامہ ابن الجوزیؒ
وہابی تحریک اور امام ابن تیمیہؒ سے تقریباً دو سو سال قبل، امام
غزالیؒ کے ہم عصر ہیں۔ اس لیے ان کے پیش کردہ حقائق کو وہابی اور
دیوبندی قرار دے کر نہیں ٹھکرایا جا سکتا۔ ملاحظہ ہو کہ وہ بیان فرماتے
ہیں:

"غنا کی نسبت ہم بیان کر چکے کہ اعتدال سے خارج کر دیتا ہے
اور عقل میں تغیر لاتا ہے۔ توضیح اس کی یہ ہے کہ انسان جب
طرب و نشاط میں آتا ہے تو باوجود صحت ہوش و حواس کے
حرکتیں کر گزرتا ہے جو بُری معلوم ہوتی ہیں۔ مثلاً سر ہلانا،
تالی بجانا، زمین پر پاؤں پٹکنا وغیرہ (لوٹنا، تھرکنا، چیخ
مارنا، آہیں بھرنا بھی اس میں شامل ہیں) جو رکیک عقل والے
کرتے ہیں۔ اور راگ ایسی حرکتوں کا باعث ہوتا ہے بلکہ
اس میں قریب قریب شراب کا خاصہ ہے کہ عقل کو ڈھانک
لیتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس سے منع کیا جائے۔
حضرت ثابتؒ نے ہم کو انسؓ سے حدیث سنائی کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز وعظ فرما رہے تھے۔
یکایک ایک آدمی غش کھا کر گر پڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ کون ہے جو ہمارے دین کو ہم پر مشتبہ
کرتا ہے۔ اگر صادق ہے تو اپنے آپ کو شہرت دی اور اگر
کاذب ہے تو خدا اس کو غارت کرے۔ انسؓ نے کہا کہ ہم

دیکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز ہمیں
وعظ سنایا۔ یہاں تک کہ میں نے لوگوں کے رونے کی
آواز سنی جس وقت کہ وعظ نے ان پر اثر کیا اور ان پر
ان میں سے کوئی گرا پڑا نہیں۔۔۔۔

حصین بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ میں نے اسما بنت ابی بکرؓ سے پوچھا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت قرآن شریف پڑھتے وقت کیا ہوتی تھی جواب دیا کہ ان کا حال وہی ہوتا جیسا اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر کیا۔ یا یوں کہا کہ ان کی آنکھیں اشک آلود ہو جاتیں۔ ان کے جسم پر روئیں کھڑے ہو جاتے تھے۔ میں نے کہا کہ یہاں پر اکثر ایسے آدمی ہیں کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے قرآن شریف پڑھا جاتا ہے تو اغش آجاتا ہے۔ اسماءؓ نے کہا اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم!"

ابو حازم سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ کا گزر ایک عراقی آدمی پر ہوا جو گرا ہوا پڑا تھا۔ دریافت کیا کہ اس کا کیا حال ہے۔ لوگوں نے کہا کہ جب اس کے سامنے قرآن شریف پڑھا جاتا ہے تو اس کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے۔ ابن عمرؓ بولے کہ ہم لوگ ضرور اللہ سے ڈرتے ہیں مگر گرتے پڑتے نہیں!

انس بن مالک رحؓ سے کسی نے کہا کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ جب ان کے سامنے قرآن شریف پڑھا جاتا ہے تو بے ہوش ہو کر گر پڑتے ہیں۔ جواب دیا کہ خوارج کا فعل ہے۔"

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو خبر ملی کہ ان کے بیٹے عامر ایک قوم میں جاکر بیٹھے ہیں جو قرآن پڑھتے وقت گر پڑتے ہیں۔ ان سے کہا اے عامر خبردار آئندہ مجھ کو یہ نہ معلوم ہو کہ تم ایسے لوگوں میں گئے تھے جو قرآن پڑھتے وقت بے ہوش ہو جاتے ہیں ورنہ میں کوڑے سے تمہاری خبر لوں گا۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاوت کرتے دیکھا۔ ابو بکر رضؓ و عمر رضؓ کو قرآن پڑھتے دیکھا۔ ان پر یہ کیفیت نہیں طاری ہوتی تھی۔ کیا یہ لوگ ابو بکر رضؓ و عمر رضؓ سے زیادہ خوفِ خدا رکھتے ہیں؟ ـــــ بلکہ خدا نے تو یوں فرمایا ہے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور ان کے جسموں پر رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔"

امام ابن جوزی لکھتے ہیں کہ:

"حضرت فضیل بن عیاضؒ بھی ایسے قوالی کے، وجد، چیخ و پکار کے قائل نہ تھے اسے ریا اور دکھاوا کہتے تھے کہ اگر واقعی ہے تو شہرت دی اور نہیں تو ریا گیا۔" (تلبیس ابلیس)

وہ لکھتے ہیں کہ شروع وجد میں ایک اندرونی حرکت اور جوش ہوتا ہے۔ اگر انسان اپنے آپ کو باز رکھے اور روکے رہے تاکہ کسی کو اس کے حال کی خبر نہ ہو تو شیطان اس سے ناامید ہو کر دور ہو جاتا ہے ــــ چنانچہ حضرت ایوب سختیانی رحؒ جب حدیث بیان کرتے تھے اور ان کے دل کو رقت ہوتی تو اپنی ناک پونچھتے تھے کہ زکام کس قدر سخت ہے۔ اگر انسان اپنے آپ کو بے قابو چھوڑ دے تو شیطان اس میں اپنی سانس بھر دیتا ہے۔ بقدر اس کے پھونکنے کے انسان بے قرار ہو جاتا ہے۔!

حضرت عمران الجونی نے کہا کہ ایک روز موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے وعظ بیان کیا۔ سامعین میں سے ایک شخص نے اپنا کرتا پھاڑ ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عؑ کو وحی بھیجی کہ اس کرتے والے سے کہہ دو کہ کرتہ نہ پھاڑے بلکہ میرے لیے اپنا قلب صاف کرے۔!"

علامہ ابن الجوزی رحؒ لکھتے ہیں کہ وجد و سماع گمراہ صوفیا کی نکالی ہوئی بدعت ضلالت ہے۔ تعجب تو ان عالموں پر ہے کہ جنہوں نے ابو حنیفہ رحؒ اور شافعی رحؒ

کے حکم کو چھوڑ کر صوفیا کی بدعتیں اختیار کیں"۔

جلوس صندل میں باجے کی حرمت، لیکن سماع میں نہیں ؟

رہنمائے دکن مورخہ ۴ر جنوری ۱۹۷۳ء کے ایک مراسلہ کے مطابق حضرت سیّد محمد حسینی گیسو دراز رح کے عرس کے موقعہ پر وہاں کی ایک مقتدر شخصیت کے کہنے پر کہ احادیث نبوی ص کی رو سے باجے اور موسیقی حرام ہیں۔ اس لیے جلوس صندل میں باجے نہیں ہونا چاہیے۔

اس حقیقت کو فوری طور پر سجادہ نشین اور دیگر متعلقہ حضرات قبول کر لیتے ہیں۔ چناں چہ اس عرس کے موقعہ پر جلوس صندل بغیر باجے کے نکالا گیا ـــــ لیکن حسب سابق محفل سماع برقرار رہی!

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اسلام میں متعدد احادیث نبوی ص کی رو سے موسیقی اور باجے حرام ہیں۔ جیسا کہ تسلیم کر لیا گیا۔ تو مروجہ قوالی جو لازماً باجوں کے ساتھ ہی ہوتی ہے بھلا کیسے جائز ہو سکتی ہے ؟ جب جلوس صندل میں باجہ حرام ہے تو قوالی میں بھی یہ حرام ہی ہونا چاہیے۔!

موسیقی مسجد کے سامنے حرام، لیکن سماع میں ؟

عرصۂ دراز سے دیکھا جا رہا ہے کہ اگر مسجد کے سامنے باجہ بجایا جائے تو اس پر سخت اعتراض کیا جاتا ہے اور لوگ لڑنے مرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں ـــــ خواہ اس وقت جماعت کا وقت ہو یا نہ ہو۔ لیکن

وہ مسلمان جو مسجد کے آگے باجوں پر اعتراض کرتے ہیں، خود ہی سازوں اور موسیقی پر قوالی سنتے ہیں جب باجے اور موسیقی عبادت کا جز اور کار ثواب ہے، اس سے تزکیہ نفس اور تقویٰ حاصل ہوتا ہے تو پھر مسجد کے سامنے اسے کیوں ممنوع قرار دیا جاتا ہے؟ —— جب باجے حرام ہیں تو ان کا استعمال جس طرح مسجد کے سامنے حرام ہے اسی طرح جلوس صندل اور قوالی میں بھی حرام ہی ہونا چاہیے

قوالی کے فرضی اور ہوائی فضائل:

کہا جاتا ہے کہ قوالی سے تزکیہ نفس اور ہدایت حاصل ہوتی اور یہ رجوع الی اللہ اور حصول تقویٰ کا ایک موثر طریقہ ہے لیکن ہمیں آج تک یہ بات سمجھ میں نہ آسکی کہ قوال صاحب سماع بزرگ اور قائلین و سامعین قوالی میں کوئی مرد مجاہد کیوں نہ واقع ہوا ——؟ طبلہ کی تھاپ تالیوں کی تال، گھنگروؤں کی جھنکار اور قوال کی راگ پر منازل سلوک طے کرنا اہل بدعت ہی کو مبارک ہو ——! اور پھر اس کے تقویٰ، بزرگی اور روحانیت کے معیار کا یہ عالم ہے کہ ہولناک طوفانوں میں بھی ان کے قدم چلتوں، مراقبوں درگاہوں، عرسوں، خانقاہوں اور ایصال ثواب کی دعوتوں سے آگے نہیں بڑھتے اور وہ باطل و ظالم حکمرانوں کی زیادتیوں اور مخالفتوں سے لرزہ براندام رہتے ہیں —! بلکہ تاریخ اس بات پر بھی شاہد ہے کہ ان گمراہ صوفیا و مشائخ نے ظالم و جابر حکمرانوں سے سازباز اور چاپلوسی کے ذریعہ خطابات انعامات و اکرامات، وظائف اور مناصب حاصل کیے اور اہل حق کو اذیتوں اور قید و بند کی مصیبتوں اور جلا وطنی کی صعوبتوں میں مبتلا کیا۔ حالاں کہ سماع کی جو تاثیر اور فوائد و فضائل بتلائے جاتے ہیں اس کے مطابق تو انہیں میدان قیادت و امامت اور شہادت میں پیش پیش رہنا اور اس سلسلہ میں

بیش بہا خدمات اور کارنامے انجام دینا چاہیے تھا!

درحقیقت قوالی سے انسان میں حرکت نہیں بلکہ جمود و تعطّل پیدا ہوتا ہے۔ اس سے دینی بیداری نہیں بلکہ خوابِ غفلت، بزدلی اور کم ہمتی کا تسلّط ہوتا ہے۔ نفس کی اصلاح و تربیت نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ نفس پرستی اور تن آسانی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

قوالی کی موسیقی اور راگ۔ اس کی شیریں آواز۔ اس کا زیر و بم اور لوچ و لچک، بجائے خود نفس کی لذّت و تسکین کا اہم ذریعہ ہے۔ قوالی سے کسی نفسانی۔ قلبی اور اخلاقی مرض و خرابی کا ازالہ نہیں ہوتا بلکہ وہ خود ایک بیماری اور گمراہی ہے۔ قوالی سے شیطانی قوتیں اور نفسانی خواہشیں مغلوب نہیں ہوتی بلکہ بیدار اور غالب ہوتی ہیں۔ اس سے پیدا ہونے والی تمام نہاد روحانیت تقویٰ اور بزرگی تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ بودی و نازک ہوتی ہے۔ جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے۔ اس سے کسی خیر و فلاح کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ چنانچہ حضورؐ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی حرام چیز میں افادیت نہیں رکھی ہے (بخاری)

قوالی۔ جاہلیت کا مظہر:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"تین آدمی اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ناپسند ہیں اور ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو اسلام میں جاہلیت کا کوئی طریقہ چلانا چاہتا ہے۔" (مشکوۃ)

قوالی اور اس کے باطل اجزاء۔ راگ، نغمہ، گانا، موسیقی اور غالی و مشرکانہ اشعار وغیرہ ہر دور کے باطل اقوام و مذاہب کا طرۂ امتیاز

اور گمراہی و جاہلیت کا ایک بدترین مظہر رہا ہے جو اپنے دامن میں مزید کئی فتنوں کو لیے ہوئے ہے۔ نہایت بدبخت اور عذاب جبار کے مستحق ہیں وہ جنہوں نے مسلمانوں میں اسقدر قبیح، مضر اور صریح حرام قوالی کو مروج کیا۔ جس کے ذریعہ مسلمان نہ صرف ایک فعل حرام کے مرتکب ہوئے بلکہ چونکہ یہ باطل مذاہب کا بھی طریقہ ہے اس لیے تشبہ کفار میں مبتلا ہوئے اور قوالی کے مشرکانہ اشعار کے ذریعہ شرک جلی کا بھی شکار ہو گئے۔

گانا بجانا چونکہ ایک حرام اور شیطانی کام ہے اس لیے قوالوں کو راگ اور مزامیر کے ساتھ صرف مشرکانہ اور غلو آمیز اشعار اور گھڑی ہوئی کرامات، اوہام و خرافات ہی کے گانے کی توفیق ہوتی ہے۔ شیطانی و طاغوتی ذرائع اور وسائل سے سوائے مشرکانہ خرافات کی تبلیغ کے اور کس چیز کی توقع کی جا سکتی ہے۔؟ شائقین قوالی کی اکثریت بزرگوں کو کئی لحاظ سے اپنا معبود بنا کر شرک جلی میں مبتلا ہو چکی ہے۔ جب انسان شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے تو شیطان کے لیے یہ بات آسان ہو جاتی ہے کہ اسے جس گمراہی کی وادی میں چاہے آسانی سے بھٹکا لے جائے!

اس سے زیادہ کسی قوم کی بدبختی، جہالت و گمراہی اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ کلام اللہ، سنت رسول اللہ اور ان پر عمل کا ایک مکمل، معیاری اور محفوظ نمونہ ——— یعنی اسوہ صحابہ رکھتے ہوئے راگوں، گانوں اور باجوں کے ذریعہ حصول تقویٰ اور منازل سلوک طے کرنا چاہتی ہو!

قوالی - ایک نفسانی و شیطانی شغل :

چوں کہ قوالی میں راگ، گانا اور موسیقی ہوتی ہے۔ اس لیے وہاں شیطانی کی توفیق و ترغیب سے عورتوں، بچوں اور نوجوانوں کی کثرت ہوتی

جو قوالی کی راگ، تان اور موسیقی کے زیر وبم سے لطف اندوز ہونے جمع ہوتے ہیں۔ اگر ایک دن کسی مرشد کے مکان پر درس قرآن کا پروگرام رکھا جائے اور دوسرے دن ساری رات قوالی کا انتظام کیا جائے تو آپ دیکھیں گے کہ درس قرآن میں تو برائے نام چند نفوس آئیں گے۔ لیکن محفل قوالی میں عورتوں، بچوں، نوجوانوں بلکہ غیر مسلموں کا ایک کثیر اجتماع ہوگا۔

یہ دور راگ ورنگ، رقص وسرود کا ہے۔ سینما اور فلمی گیتوں کی کثرت ہے۔ تھیٹروں میں آئے دن ناچ گانے کے پروگرام چلتے رہتے ہیں۔ جن میں ہر عمر وصنف کے افراد شرکت کرتے اور ان شیطانی اور نفسانی خرافات سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اور یہی ذوق وشوق مجالس سماع کی طرف راغب کرتا ہے جہاں راگ گانا اور موسیقی سے لطف اندوز ہونا ایک فطری امر ہے۔ گویا کہ محفل قوالی میں لوگ مشرکانہ اور غلو آمیز اشعار سننے اور گانے وموسیقی کا مزہ لیتے ہیں۔!!

شیطان کا ایک قدیم حربہ:

ارشاد الٰہی ہے:

"منکرین حق نے کہا کہ اس قرآن کو نہ سنو اور جب یہ پڑھا جائے تو خوب شور مچاؤ۔ تاکہ تم ہی غالب ہو۔" (حم سجدہ ۲۶)

چنانچہ آج بھی یہ چیز دیکھی جاسکتی ہے۔ اہل بدعت اور حاملین قبوری شریعت میں قرآن اور تفسیر قرآن کے مطالعہ کا ذوق اور اہتمام نہیں پایا جاتا۔ اور جو حضرات قرآن وسنت کی روشنی میں اپنے عقائد کی

اصلاح چاہتے ہیں۔ وہ اس سلسلہ میں مختلف قسم کے مزاحم اور رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں تاکہ لوگ علمائے سوء اور آبائی و خاندانی رسوم و عقائد سے پھر نہ جائیں۔ چناں چہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جس مسجد میں قرآن سمجھنے سمجھانے کا سلسلہ شروع کیا جاتا ہے۔ اہل بدعت اس کو ختم کرنے کیلئے نماز فجر کے بعد اجتماعی طور پر زور و شور سے سلام پڑھنا شروع کر دیتے ہیں اور عرسوں اور قوالیوں میں چلنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔

مکہ میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن حکیم کا چرچہ خوب زور و شور سے ہونے لگا تو سرداران قریش اس سے گھبرا اٹھے اور انہوں نے اس سلسلے میں ایک مشاورت (میٹنگ) طلب کی جس میں آپ کا مقابلہ کرنے کی تجاویز پیش ہوئیں۔ ایک نے کہا کہ جس طریق پر ہم محمدؐ کا مقابلہ کر رہے ہیں اس سے کام نہ چلے گا۔ محمدؐ کو ہم نو عمری سے دیکھ رہے ہیں نہ وہ جھوٹے ہیں اور نہ ساحر نہ کاہن، نہ شاعر اور نہ مجنون ہیں۔ اس کے بعد یہ تجویز پاس ہوی کہ عجم سے رستم اور اسفندیار کے قصے کہانیاں لاکر پھیلائی جائیں تاکہ لوگ ان میں دل چسپی لینے لگیں۔ اور وہ انھیں قرآن سے زیادہ عجیب معلوم ہوں۔ چناں چہ کچھ دنوں اس پر عمل کیا گیا اور خود تجویز پیش کرنے والے نے داستاں گوئی شروع کر دی۔"

(سیرت ابن ہشام جلد اول)

اس دور میں بھی شیطان اپنے اسی قدیم حربہ کو استعمال کر رہا ہے۔ تاکہ لوگ قوالوں کے راگ، نغمہ اور موسیقی کے زیر و بم اور اولیاء کرام کے من گھڑت کشف و کرامات اور تصرفات کے عجیب و غریب قصوں کہانیوں میں کھو جائیں۔ اور ان کی توجہ اور دل چسپی قرآن و سنت میں باقی

نذر ہے۔ شیطان اپنے اس داؤ اور ناپاک مقصد میں بہت کامیاب ہے۔
چناں چہ مسلمانوں کی اکثریت کو نماز، روزہ اور قرآن وسنت سے کوئی
دل چسپی اور لگاؤ نہیں۔ وہ رات رات بھر بڑے انہماک سے قوالی سنتے
ہیں۔ جن کا ظاہر تک شریعت کے خلاف ہوا کرتا ہے وہ علما اور صوفیا
کو طبلہ کی تھاپ، گھنگرو کی جھنکار اور تالیوں کی تال پر درس تصوّف و
طریقت دیتے ہیں۔ اور عین نماز فجر کے وقت اپنی پارٹی سمیت خراٹے لیتے
ہوئے سو جاتے ہیں۔ اور یہاں تک دیکھا گیا کہ فجر کی اذاں اور نماز بھی ہو جاتی
ہے، لیکن قوالی کی محفل پوری گرمی کے ساتھ جاری رہتی ہے۔!

شامی میں ہے کہ بعض علما نے گانے کو مطلقاً مباح فرمایا ہے
اور بعض حضرات نے مطلقاً حرام اور منع فرمایا ہے اور بحر الرائق میں
ہے کہ اصل مذہب (حنفیہ کا) اس کی حرمت ہی کا ہے۔ پس اختلاف
ختم ہو گیا۔ شامی میں یہ بھی مرقوم ہے کہ دف اور جملہ مزامیر کا سننا حرام
ہے۔

ہدایہ میں ہے کہ گانا گناہ کبیرہ ہی ہے اگر چہ اپنے طور پر یعنی اپنے
لیے گنگنائے۔"
(درا مختار)

فصل (۱۳)

قائلین قوالی کے دلائل اور جائزہ

تاویل الجاہلین :

قائلین قوالی راگ، گانے کے جواز میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں:۔

"حضرت عائشہ صدیقہ رض روایت کرتی ہیں کہ ایک عورت دلہن بنا کر ایک انصاری مرد کے پاس بھیجی گئی۔ حضور ؐ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس کھیل اور لہو نہیں ہے۔ کیونکہ انصار کو لہو پسند ہے۔" (بخاری)

اس روایت میں کھیل اور لہو کا ذکر ایک دنیاوی تفریح، خوشی اور دلچسپی کے مشغلہ کے طور پر کیا گیا ہے نہ کہ دین داری، رجوع الی اللہ، عبادت اور ذریعہ ہدایت کے طور پر ایک اور حدیث کی کتاب میں اس روایت کی یوں تفصیل آتی ہے کہ حضرت ابن عباس کہتے ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رض کسی انصاری عورت کی شادی کرائی تھی۔ حضور رض باہر سے تشریف لائے

اور حضرت عائشہ رضؓ سے فرمایا: "تم نے اس لڑکی کو رخصت کیا یا نہیں؟ انھوں نے عرض کیا! "جی حضورؐ کر دیا" ــــ فرمایا ان کے ہمراہ کوئی گانے والی بھی گئی یا نہیں؟ ــــ حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کیا: "گانے والی تو کوئی نہ تھی"۔ فرمایا: انصاری لوگ گانے کو بہت پسند کرتے ہیں۔ اگر تم ان کے ہمراہ ایک گانے والی عورت کو کر دیتیں اور وہ کہتی جاتی "ہم تمہارے پاس آئے ہیں، اللہ تعالیٰ تم کو اور ہم کو سلامت اور باقی رکھے"، تو اچھا ہوتا"۔ (ابن ماجہ)

اس روایت کا تعلق شادی بیاہ کی دنیاوی تقریب اور عورتوں کے اس گھریلو گیت سے ہے جس پر راگ و گانے کا اطلاق نہیں ہو سکتا!

غنا کے جواز میں اس روایت سے بھی استدلال کیا جاتا ہے:

"حضرت عامر بن سعد رضؓ فرماتے ہیں کہ وہ ایک انصاری کے پاس گئے جہاں شادی میں دو لڑکیاں گا رہی تھیں۔ میں نے کہا: "اے رسول خدا کے صحابیو ــــ! اور جنگ بدر والو ــــ! تمہارے پاس یہ کام ہو رہا ہے؟ ان دونوں صحابیوں نے کہا: چاہو تو بیٹھو، ورنہ چلے جاؤ۔ کیوں کہ رسول خداؐ نے شادی بیاہ میں لہو کی بھی اجازت دی ہے"۔ (نسائی)

اس روایت میں دف کے بغیر صرف گانے کا ذکر ہو رہا ہے جو کہ ایک دنیاوی تقریب میں گایا جا رہا تھا اور گانے والیاں دو نابالغ لڑکیاں تھیں۔ حضرت عامر بن سعد رضؓ کو جواب دینے والے صحابیٔ رسول کے الفاظ سے واضح ہے کہ رسول اللہؐ نے صرف شادی بیاہ کی پر مسرت موقعوں پر ہی لہو یا گانے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ ایسی صورت میں مذکورہ روایتوں سے دف اور سماع کو جائز و مفید قرار دینا اور مذہبی محفلوں میں گانے بجانے

کو سنت رسول اللہ اور سنت صحابہ سمجھنا "مارے گھٹنہ پھوٹے آنکھ" اور تاویل الجاہلین کی ایک بدترین مثال ہے۔ انسائی کی مذکورہ حدیث کی شرح میں حافظ ابن تیمیہ رح لکھتے ہیں!

"جو کوئی اس قسم کے سماع کے جواز و عدم جواز پر بحث کرتا ہے اور اسے گانے پر قیاس کرتا ہے جو عید وغیرہ خوشی کے موقعوں پر عورتیں گایا کرتی تھیں تو سخت غلطی کا ارتکاب کرتا ہے۔ دراصل وہ اہل فلاح اور اہل خسران کے اسلوں میں سرے سے فرق و امتیاز ہی نہیں کر سکا۔ کہاں یہ گانا اور کہاں وہ صدر اول میں عورتوں کا عید وغیرہ میں سادہ گانا۔" (وجد و سماع)

ایک اور کتاب میں امام موصوف لکھتے ہیں:

"وہ گیت جو بطور کھیل کے گائے جاتے ہیں" یہ تو عورتوں اور لڑکیوں کے خوش کرنے کی چیزیں ہیں۔ ان کے جواز میں بعض آثار بھی ملتے ہیں۔ کیوں کہ دین اسلام میں ایسی باتوں کی گنجائش ہے۔ کوئی حرج نہیں ہے۔" (الوصیۃ الکبریٰ)

ویسے گزشتہ صفحات میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ تغنی کے معنی خوش الحانی سے بھی پڑھنے کے ہیں۔ جن روایتوں کی بنا پر سماع کو تبلیغ دین اور اصلاح نفس کے لیے رائج کر لیا گیا ہے۔ اگر یہ استدلال مبنی برحق ہوتا اور ان سے راگ و گانا کے حق میں استدلال درست ہوتا تو دور نبوی صلعم اور دور صحابہ میں ہی ان روایتوں کے پیش نظر موجبہ سماع کا آغاز ہو گیا ہوتا۔ اس لیے کہ ان احادیث سے ہم سے زیادہ صحابہ کرام واقف تھے اور ہم سے زیادہ وہی تبلیغ دین اور اصلاح نفس کا جذبہ رکھتے تھے قرآن

میں انھیں "سابقون الاولون" یعنی نیکیوں میں سبقت کرنے والے کہا گیا ہے۔ ادھر ہم سے زیادہ صحابہ کرام شعر و سخن کے ماہر و دلدادہ تھے۔ ایسی صورت میں جبکہ قوالی کے تمام اسباب و محرکات اور صحابہ میں موجود تھے اور پھر بھی اس دور مسعود میں قوالی کا کوئی نام و نشان نہ تھا، جس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ مروجہ قوالی سراسر ایک غیر اسلامی شغل ہے جس سے دین و ایمان کی تباہی اور وقت و پیسہ کی بربادی کے سوا اور کچھ نہیں حاصل ہو سکتا۔!

دف اور جدید آلات موسیقی:

کہا جاتا ہے کہ:

"دور نبوی ؐ میں دف تھا اور جدید آلات موسیقی کو جو قوالی میں بجائے جاتے ہیں، دف پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔"

اگر دف کا جواز پایۂ ثبوت کو پہنچتا اور اسلام میں دف کا بجانا جائز قرار پاتا تو اس استدلال میں کچھ جان تھی۔ لیکن جب دف ہی حرام ہے تو جدید سازوں کو کیسے جائز قیاس کیا جا سکتا ہے؟ دور نبوی اور دور صحابہ میں دف کے علاوہ اور بھی سازوں کے وجود کا پتہ چلتا ہے۔ لیکن روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ادوار میں صرف دف ہی کو خوشی اور مسرت کے موقعوں پر کم عمر لڑکیاں بجایا کرتی تھیں۔ کوئی اور روایت ایسی نہیں جس سے اس حقیقت کی وضاحت ہوتی ہو کہ مرد بھی اس زمانہ میں دف یا کوئی اور ساز بجایا کرتے تھے۔ مولانا عبدالغفار حسن صاحب لکھتے ہیں:

"یہ بھی واضح رہے کہ عرب میں بعثت نبوی ؐ کے وقت دف کے علاوہ دوسرے آلات طرب بھی رائج تھے جیسا کہ عربی زبان کی مستند لغات اور ادبی لٹریچر سے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مبارک میں مسلمانوں سے صرف دف کا استعمال ہی منقول ہے۔ اس سے ظاہر

ہوتا ہے کہ اس پاک معاشرت میں خوشی کے موقع پر بھی تفریح کی رنگا رنگی اور بوقلمونی درست نہیں سمجھی جاتی تھی فقہا کا یہ اصول کتنا حکیمانہ ہے کہ وہ احادیث جو اقوال نبوی پر مشتمل ہیں ان کی حیثیت عام قانون کی سی ہو گی اور واقعاتی روایات صرف اپنے مندرجات ہی میں محدود رہیں گی۔ عموم و اطلاق کے لحاظ سے ان کا وہ درجہ نہ ہو گا جو قولی احادیث کو حاصل ہے۔ اسلاف میں سے بعض اہل علم شادی بیاہ کے مواقع پر بھی دف کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ اسی طرز عمل کی بنیاد شریعت کا وہ ضابطہ ہے جسے "سد باب ذریعہ" کہا جاتا ہے۔ یعنی بعض مباحات پر اس وجہ سے پابندی لگا دی جاتی ہے کہ اس سے معاشرہ میں حرام مشاغل کے نشو و نما پا جانے کے لیے چور دروازے کھل سکتے ہیں؟ (میثاق جون ۱۹۶۰ء)

دف کو جدید آلات موسیقی پر قیاس کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ مسواک کو ٹوتھ برش پر قیاس کرنا۔ اس زمانہ میں جب کہ مسواک مل سکتا ہے تو مسواک کا استعمال ہی سنت قرار پائے گا۔ بالفرض اگر دف کا استعمال سنت ہے تو آج جب کہ دف مل سکتا ہے اور بن سکتا ہے، اسے چھوڑ کر جدید سازوں کا بجانا کیسے سنت اور مشروع ہو سکتا ہے؟

اور پھر دور نبوی میں جس قسم کی مجلسوں میں جس مقصد کے تحت دف بجایا جاتا تھا۔ آج بھی (بالفرض اگر دف جائز ہو تو) اسی قسم کی محفلوں اور ماحول میں اسی مقصد کے تحت دف بجانا مشروع اور مسنون ہو سکتا ہے۔ احادیث سے واضح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خوشی اور مسرت کے موقعوں پر نابالغ بچیاں ہی (وہ بھی ابتداء اسلام میں جبکہ دین اسلام تکمیل کے مراحل رفتہ رفتہ طے کر رہا تھا) دف بجایا کرتی تھیں۔ اور جب بھی ایسا ہوا۔ صحابہ کرام نے اس پر اعتراض اور

اختلاف کیا۔ اس لیے کہ انھوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ دف لبجانا حرام ہے۔ ورنہ صحابہ کرام کسی مسنون ومحمود امر سے اختلاف نہ کرتے۔ ان ہی وجوہات کی بنا پر جدید آلات موسیقی کو دف پر قیاس کرنا اور ان سازوں کو اصلاح وہدایت، رجوع الی اللہ اور قرب الٰہی کا ایک طریقہ اور مؤثر وسیلہ قرار دینا قطعی باطل، غیر مشروع اور غیر مسنون عمل ہے۔!

کیا موسیقی ایک طبعی چیز ہے : استدلال کیا جاتا ہے :۔

"موسیقی اور وزن ایک طبعی چیز ہے۔ گانا سن کر اونٹ وجد کرتا ہے۔ سانپ سوراخ سے نکل پڑتا ہے اسلام میں طبعی چیزیں ہرگز حرام نہیں۔ ہاں ان کی اصلاح کی گئی ہے۔"

موسیقی کے اثر اور ردعمل کا کوئی منکر نہیں، لیکن جو چیز جانوروں کے لیے کارآمد ہو سکتی ہے اس کا انسانوں کے لیے بھی مفید ہونا ضروری نہیں۔ چوں کہ موسیقی کے انسانی دل ودماغ اور سیرت وکردار پر مضر اثرات مترتب ہوتے ہیں۔ اس لیے اللہ اور اس کے رسول صلعم نے موسیقی کو انسانوں ہی کے لیے حرام قرار دیا ہے۔ حضور صلعم تو کہتے ہیں کہ گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے اور کوئی شیخ وصوفی یہ کہہ دے کہ گانا طبعی اور مفید چیز ہے، خدا کا رسول تو راگ وگانے کی مذمت اور مضرت بیان کرے اور عاشقانِ رسول صلعم اس کی افادیت اور تعریف کے گن گائے، نہ جانے یہ عشق رسول صلعم کی کونسی قسم ہے؟

اگر اونٹ گانا سن کر وجد کرتا اور سانپ سوراخ سے نکل پڑتا ہے تو یہ جانور ہیں۔ جو بے عقل اور غیر مکلّف ہیں اور سماع سننے والے انسان، انسان اور حیوان کی عقل وفطرت میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر تھے اور انسانوں ہی کی ہدایت کے لیے مبعوث کیے گیے تھے، آپ کا یہ ارشاد ہے کہ گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے جیسا کہ پانی سبزہ اگاتا ہے۔ اور اس کے علاوہ آپ نے موسیقی کو انسانوں کے لیے حرام اور ان کے نفس و قلب کے لیے مضر قرار دیا ہے۔ شریعت اسلامیہ انسانوں کے لیے نازل کی گئی ہے نا کہ جانوروں کے لیے۔ جانوروں کی طبیعت فطرت اور سنت کو پسند کرنا اور انھیں اختیار کرنا قائلین و شائقین قوالی اور اہلِ بدعت و ضلالت ہی کو مبارک ہو۔! اگر موسیقی ایک طبعی اور نفس انسانی کے لیے مفید چیز ہوتی تو دورِ نبوی ؐ اور دور صحابہ ہی میں اس کو کافی عروج و ترقی حاصل ہوگئی ہوگی۔ قرن اول اور دور ہدایت میں اللہ اور اس کے رسول ؐ کی تعلیم و ہدایت کے مطابق صحابہ کرام، عالم، حافظ، قاری، مبلغ، معلم، مفسر، محدث، فقیہ بنے، اور انھوں نے شہسواری تیغ زنی، تیر اندازی اور تیراکی میں مہارت حاصل کی۔ اگر راگ گانا اور موسیقی کی حیثیت بھی کسی قرآنی، نبوی، شرعی اور فطری امر کی ہوتی تو صحابہؓ کرام اچھے گویے اور موسیقار بھی ہوتے۔ گھر گھر آلات موسیقی کا وجود ہوتا۔ اس فن کے سیکھنے سکھانے کا ان میں ذوق و شوق پایا جاتا۔ تزکیۂ نفس کے لیے قوالی کی محفلیں بکثرت منعقد کی جاتیں۔ صحابۂ کرام کے گھرانوں سے قرات قرآن پاک کے علاوہ طبلہ کی تھاپ اور پائل کی جھنکار کی آوازیں بلند ہوتیں۔ ان سب باتوں کو ادھر رکھیے، صحابۂ کرام تو چھوٹی بچیوں کو دف جیسا ہلکا اور معمولی باجا بجاتے دیکھتے تو اس کی مذمت اور مخالفت کرتے تھے کہ یہ کیا شیطانی کام ہو رہا ہے۔

موسیقی خلاف فطرت ہے:

اسلام جیسے سنجیدہ، پاکیزہ اور فطری دین سے راگوں، گانوں اور سازوں کی کوئی مناسبت اور مطابقت نہیں ہو سکتی۔ اس سلسلہ میں ہم روزمرہ کے واقعات سے دلیل پیش کرتے ہیں۔ جن کا مشاہدہ ہم دن رات کرتے رہتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ لڑکا تنہائی میں سیٹی بجا رہا ہے اچانک ادھر سے والد یا خاندان کے کوئی بزرگ نکل آتے ہیں۔ اور وہ سیٹی بجانا ایک دم بند کر دیتا ہے۔ ایسا ہی عمل اس وقت بھی ہوتا ہے جبکہ لڑکا میز پر طبلہ بجا رہا ہوتا ہے۔ بچے تالیاں بجاتے ہوئے گانے میں مشغول ہوتے ہیں اور اگر کوئی بڑے ان میں آجاتے ہیں تو وہ خاموش اور شرمندہ ہو جاتے ہیں۔ ایسا کسی تعلیم و تربیت کے نتیجہ میں بھی نہیں ہوتا بلکہ ہر مذہب کے بچوں میں ایسی صورت میں یہی یکساں ردعمل ہوتا ہے۔ یہ واقعات زبان حال سے اس بات کی واضح شہادت دے رہے ہیں کہ گانا بجانا انسانی فطرت اور وجدان کے خلاف ہے۔ ورنہ ہر قوم اور مذہب کے بچے اپنے بڑوں اور بزرگوں کے سامنے سیٹی، تالیاں اور طبلہ بجانے، راگ کھینچنے اور گانا گانے میں کوئی عار، شرم و حیا اور جھجک محسوس نہ کرتے۔ اس گئے گزرے اخلاقی دور انحطاط میں بھی لوگ بر سر عام اور بے تکلفی سے گانے بجانے سے شرماتے اور جھجک و تکلف محسوس کرتے ہیں اور بلا جھجک اور بے تکلف گانے بجانے اور رقص کرنے کو بے حیائی و بے شرمی پر محمول کیا جاتا ہے۔ راگ اور موسیقی ایک فن ہے۔ جسے باضابطہ سیکھنا اور اس کی مشق کرنا پڑتا ہے شرفا کے لڑکے، لڑکیاں آج بھی اس فن کو چھپتے چھپاتے سیکھتے ہیں۔ اگر کسی کی اولاد گانے بجانے کا ذوق رکھتی ہے تو والدین کو اس سے بڑی

کلفت ہوتی ہے اور وہ اپنے خاندان اور معاشرہ میں اس پر اپنی سبکی اور شرمندگی محسوس کرتے ہیں۔

مسجد کے سامنے باجہ بجانے سے مسلمان جو عرصۂ دراز سے روکتے آرہے ہیں اس کی وجہ نمازوں میں خلل کوئی تاویلاً بیان کرلے۔ لیکن درحقیقت یہ عمل باجوں اور موسیقی کے خلاف صحیح وجدان کی غمازی کرتا ہے۔ مسلمانوں کے تحت الشعور میں گانے بجانے کی نفرت اور مخالفت موجود ہے۔ یہ چیز انھیں صحیح الفکر بزرگوں سے ورثہ میں ملی ہے جسے گمراہ علما و صوفیا مسخ کرنا چاہتے ہیں۔ ضمیر گوارا نہیں کرتا کہ مساجد جیسے پاکیزہ، پر تقدس اور سنجیدہ مقام کے سامنے باجوں گاجوں کا غیر سنجیدہ اور بیہودہ شور و غل ہو!

شادی بیاہ میں بھی باجے بجانا حرام و اسراف ہی سمجھا جاتا ہے جو مسلمان شادی بیاہ اور دیگر تقاریب میں ان کا استعمال کرتے ہیں وہ اسے گناہ ہی سمجھتے ہیں۔

جو علماء و مشائخ نہ صرف قوالی میں بلکہ عرس کے جلوس میں، صندل اور شادی بیاہ کی دنیاوی تقاریب میں بھی جدید سازوں کا آزادانہ استعمال کرتے ہیں اس سے تو وہ عامی مسلمان اچھا ہے جو نہ صرف موسیقی کو حرام سمجھتا اور دنیاوی تقاریب میں بھی ان سے پرہیز کرتا ہے ——————

—————— بلکہ ان تقاریب میں بھی شریک نہیں ہوتا جن میں باجے گاجے موجود ہوں۔!

روزمرہ کے یہ وہ واقعات ہیں جن کا ہر شخص اپنے خاندان اور معاشرہ میں مشاہدہ کرسکتا ہے۔ جو گانے اور موسیقی کے غیر فطری اور غیر طبعی ہونے کے واضح دلائل اور کھلے ثبوت کی حیثیت رکھتے ہیں۔! —— ہاں، البتہ خوش آوازی خوش الحانی اور ترنم فطری چیز ہے۔ یہ کوئی باضابطہ فن نہیں اور

نہ اس کے لیے باضابطہ کوشش دریافت درکار ہے!

کیا موسیقی وسماع سنت ہے؟

بعض شائقین سماع وغافلین شریعت اور آخرت نے موسیقی و سماع کی تائید اور جواز میں یہاں تک لکھ مارا کہ: "سماع سنت ہے اسے رسول اللہ اور صحابہ نے سنا تھا۔ اس لیے اس کی مخالفت کرنا اور حرام ٹھیرانا ایک سنّت اور مشروع چیز کی مخالفت کرنا ہے"۔

یہ بھی ایک شیطانی مغالطہ اور پُرفریب بات ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ ان دنوں لفظ سماع اور مروجہ قوالی کے ساتھ ہی ڈھول طبلہ، گھنگرو، تالیوں اور ہارمونیم جیسے سازوں اور باجوں کا تصوّر آجاتا ہے۔ خوش الحانی سے قرآن خوانی اور باجوں کے بغیر صرف شعرگوئی پر سماع کا اطلاق نہیں ہو سکتا بلکہ اسے مشاعرہ اور محفل شعروسخن ہی کہا جاتا ہے اور مروجہ سماع جو لا محالہ راگ موسیقی کے ساتھ ہوتا ہے، حصول تقوی، تزکیہ نفس و جزآخرت اور رجوع الی اللہ کے لیے سنا۔ سنایا جاتا ہے۔ اب غور کیجئے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے راگوں اور باجوں کے ساتھ اس مقصد کے تحت سماع سنا تھا؟ اور کیا حضور کے بعد خلفاء، صحابہ اور عشرہ مبشرہ دینی اشعار موسیقی کے ساتھ ان ہی اغراض و مقاصد کے ساتھ گاتے تھے؟

حالانکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت حسّان بن ثابت رضؓ اور حضرت کعب بن مالک رضؓ سے صرف چند بار ہی اشعار سماعت فرماتے تھے اور وہ بھی راگ اور موسیقی کے بغیر! —— جیسا کہ گزشتہ صفحات میں اس حقیقت کی وضاحت ہو چکی ہے کہ ابتداء اسلام میں شادی بیاہ کے پرمسرت موقعوں پر نابالغ بچیوں ہی نے دف بجایا تھا۔ جس کی صحابہ کرام نے مخالفت کی اور رسول اللہ ؐ نے تائید فرمائی —— اگر بالفرض

حضور صلعم نے رعایتہً اسے گوارا بھی فرما لیا تھا تو اس کی حیثیت مروجہ محفل قوالی کی نہیں ہو سکتی۔ دف بجانے اور گانے والیاں نابالغ بچیاں تھیں۔ نہ انھوں نے دف کو دینی اخلاقی اور اخروی اغراض و مقاصد کے تحت بجایا تھا۔ اور نہ ہی دف پر اس زمانہ میں کسی نے طریقت، حقیقت، معرفت اور تصوف سے متعلقہ اشعار گائے تھے۔ ان کے پیش نظر صرف خوشی و مسرت کا اظہار اور تفریح طبع تھی ان حقائق اور واقعات کو توڑ مروڑ کر اور کھینچ تان کر مروجہ قوالی سے تعبیر کرنا اور اسے سنت رسول اللہ اور اسوہ صحابہ قرار دینا دین اسلام کو بازیچہ اطفال بنانا ہے!

ایک اور مغالطہ:

مروجہ قوالی کے جواز میں بخاری و مسلم کی یہ حدیث بھی پیش کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رض جو غیر معمولی خوش آواز بزرگ تھے، قرآن کی تلاوت کر رہے تھے، حضور ادھر سے گزرے تو قراءت سن کر کھڑے ہو گئے اور دیر تک سنتے رہے۔ جب وہ ختم کر چکے تو آپ صلعم نے فرمایا۔

"اس شخص کو داؤد کی خوش آوازی کا ایک حصہ ملا ہے"

اس حدیث میں قرآن کو خوش الحانی سے پڑھنے کی تعریف کی گئی ہے۔ جس سے کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری خوش الحانی سے قرآن ہی تو پڑھ رہے تھے نہ کہ راگ اور ساز کے ساتھ کسی شاعر کے غالی اور مشرکانہ اشعار گا رہے تھے۔ اگر کوئی ایسی بات ہوتی تو ضرور اس روایت کو مروجہ قوالی کے جواز میں پیش کرنا برحق ہوتا۔ لیکن وہاں نہ تو گانے بجانے کا ذکر ہے اور نہ شعر و سخن کا تذکرہ ـــــ پھر آخر کیوں کر اس روایت کو گانے بجانے اور قوالی کی تائید و جواز میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ یہ حدیث تو ان لوگوں کو سنانی چاہیئے جو

قرآن کو خوش الحانی سے پڑھنے کے قائل نہیں! اور ظاہر ہے کہ خوش الحانی اور غنا میں کافی فرق پایا جاتا ہے۔

دو اہم مسائل:

یہاں یہ حقیقت بھی ملحوظ رہے کہ جس عبادت کو انفرادی طور پر انجام دینے کی اجازت دی گئی ہے اسے اجتماعی طور پر انجام دینے کے لیے بھی شریعت کی اجازت ضروری ہے۔ جیسے نفل نماز پڑھنے کی اجازت ہے اور نماز با جماعت کی بھی بڑی فضیلت آئی ہے۔ لیکن ان دونوں احکام کو یکجا کر کے نفل نماز جماعت کے ساتھ صرف اسی وقت پڑھی جا سکتی ہے جبکہ اس کا حکم اور ایسی کوئی دور نبوی اور دور صحابہ میں نظیر و شہادت موجود ہو۔ ہم خود سے بغیر حکم اور بغیر کسی عملی نظیر کے ان دونوں احکام کا اجتماع و اتصال نہیں کر سکتے!

اسلام اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ مختلف مشروع و منصوص عبادتوں کو ملا جلا کر عبادت کا نیا مرکب اختراع و ایجاد کر لیا جائے۔ جیسے خوش الحانی سے تلاوت قرآن کی تحسین کی گئی ہے۔ اور فرض کیجیے کہ دف بجانا بھی جائز ہے۔ لیکن دف کے ساتھ تلاوت قرآن صرف اسی صورت میں مشروع ہو سکتی ہے جبکہ دور نبوی اور دور صحابہ میں دف پر قرآن کی تلاوت کی گئی ہو۔

قائلین قوالی اور اہل بدعت، قوالی کو مشروع و مسنون ثابت کرنے کے لیے پہلے اس کے اجزاء کو فرداً فرداً جائز ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ شاعری، راگ، گانا اور موسیقی، دینی جذبات اور احساسات کو بیدار کرنا

خدا کے بندوں کو خدا کی طرف رجوع کرنا" یہ سب امور اپنی اپنی جگہ جائز اور محمود ہیں۔ اس لیے قوالی بھی جائز ہے جو ان جائز اور مفید اجزا کا مجموعہ اور اجتماع ہے۔ حالاں کہ راگ اور موسیقی کی حلت اور افادیت کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ اگرچہ لکھتے لکھتے قلم ٹوٹ جائیں اور سوچتے سوچتے دماغ پھٹ جائیں۔ اور نہ اس امر کا ثبوت فراہم کیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ اور صحابہ کرام اپنے وقت کے آلات موسیقی کے ساتھ دینی اشعار کو اصلاح و ہدایت اور رجوع الی اللہ کے مقصد کے تحت گایا ہو۔!

موسیقی اور اس کا محل استعمال:

قوالی کی تائید و حمایت میں ایک اور دلیل ملاحظہ ہو:

"باجوں وغیرہ کے اندر کوئی بُرائی نہیں۔ کیونکہ یہ بے جان چیزیں ہیں ــــ ان کا جائز یا نا جائز ہونا استعمال پر ہے۔ حرام کام کے لیے استعمال ہو تو حرام ہے اور جائز کام کے لیے ہو تو حلال ہے۔ استعمال کا اچھا یا بُرا طریقہ استعمال کے حکم کو بدل دیتا ہے۔"

اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے راگوں، گانوں، سازوں اور موسیقی کو حرام اور نفس انسانی کے لیے مضر قرار دیا ہے۔ جیسا کہ شراب حرام ہے جس کے استعمال کا کوئی طریقہ کسی بھی مقصد اور نیّت کے تحت جائز اور مفید نہیں ہو سکتا۔ سود بھی حرام ہے۔ کیا اچھے کاموں کے سلسلے میں پیسہ پر سود لیا اور دیا جا سکتا ہے؟ ــــ یوں تو ہر جائز چیز کا بھی اچھا یا برا، جائز اور نا جائز استعمال ممکن ہے۔ لیکن شراب، جوا، سود اور موسیقی وغیرہ بجائے خود حرام اور مضر ہیں۔ جن کا کوئی جائز اور مفید استعمال ممکن نہیں ہو سکتا۔ جب موسیقی جیسی

حرام چیز کا جائز اور مفید استعمال بھی اور مفید ہو سکتا ہے تو پھر شراب کا بھی اچھا استعمال جائز ہونا چاہیے!۔ قائلین قوالی کا یہ استدلال تو بالکلیہ مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی جیسا ہے جو وہ شراب کے جواز میں پیش کر چکے ہیں کہ شراب بجائے خود حرام و مضر نہیں بلکہ اس کا برا استعمال حرام اور مضر صحت ہے۔ میں نفیس شراب حد اعتدال سے استعمال کر کے زیادہ کام کاج کر سکتا اور لکھ پڑھ سکتا ہوں۔ اس سے عبادت میں خشوع و خضوع و یکسوئی پیدا ہوتی ہے اور تھکن دور ہوتی ہے"۔ حالاں کہ جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہو اس کا استعمال کسی طرح جائز اور مفید نہیں ہو سکتا، خود رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ

"اللہ تعالیٰ نے کسی حرام شے میں صحت اور افادیت نہیں رکھی ہے"۔ (بخاری)

ہاں اگر آپ کے پاس ریڈیو، ٹیپ ریکارڈر یا ٹیلی ویژن سیٹ ہے تو آپ کو اختیار حاصل ہے کہ ان سے اچھے یا برے پروگرام سن سکیں۔ اگر آپ کے پاس ہتھیار ہے، چاہیں آپ ان کے ذریعہ اپنا حق حاصل کر سکتے ہیں یا کسی کا حق مار سکتے ہیں۔ لیکن شراب، سور کے گوشت، خون، مردار اور موسیقی کے ان برے اثرات کو جو انسانی خون، دل و دماغ اور سیرت و کردار پر لازمی طور پر مرتب ہوتے ہیں، محفوظ نہیں رہا جا سکتا۔!

فقہ حنفی کا مشہور مسئلہ ہے کہ اگر اذان گانے کے انداز میں دی جائے تو اس کا جواب نہ دیا جائے۔ عین الہدایہ میں ہے کہ راگ، گانے کے انداز کے ساتھ قرآن پڑھنا اور سننا معصیت ہے اور راگ سے اشعار پڑھنا و سننا حرام ہے۔ چنانچہ ان ہی فقہی احکام و مسائل کے پیش نظر مفتی عبدالحمید صاحب شیخ جامعہ نظامیہ اور سید نوری شاہ صاحب نے

رہنمائے دکن کے ایک شمارہ میں حضرت مولانا پالن حقانی صاحب یزید احترام کیا تھا کہ وہ گانے کے انداز میں قرآن پڑھتے ہیں۔۔۔ یہ اور بات ہے کہ انھیں قوالی کے گرطھ میں کبھی راگ، گانا اور قوالی کے خلاف آواز اٹھانے کی توفیق نہ ہوئی ہو۔۔۔ ظاہر ہے کہ تلاوت قرآن، اذاں اور ذکر مولود وغیرہ مشروع اور محمود امور ہی ہیں۔ جب ان جائز اور اچھی چیزوں کے ساتھ راگ، گانا اور موسیقی حرام ہے تو پھر ان کا جائز اور مفید استعمال کیا معنی رکھتا ہے۔؟

شراب کی حرمت کی ایک علت یہ بھی ہے کہ اس سے نشہ پیدا ہوتا ہے جو انسان کے لیے کئی لحاظ سے مضر ہے۔ احادیث میں ہے کہ غنا، راگ اور گانے سے دل میں نفاق پیدا ہوتا ہے۔ کیا نفاق کی بھی اچھی اور بری قسمیں ہوسکتی ہیں؟

غرض کہ راگ و موسیقی کا مفید اور جائز امور میں بھی استعمال حرام اور موجب نقصان ہی ہے۔!

ایک اور نرالی منطق:

بعض حضرات کی یہ نرالی منطق ہے کہ سماع عوام کے لیے حرام اور مضر ہے اور خواص یعنی درجہ اول کے ان مسلمانوں کے لیے جائز اور مفید ہے جو علم و تقویٰ کے ایک خاص مقام پر فائز ہو چکے ہوں"۔۔۔ حالاں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو چیز بھی حرام فرمائی ہے، وہ ہر حالت میں، ہر جگہ اور شخص کے لیے حرام ہی ہے۔ سب جانتے ہیں کہ شراب قطعی حرام ہے۔ لیکن ایسا مرض جو لاعلاج ہے اور صرف شراب ہی سے اس کا علاج ممکن ہو ایسی صورت میں بقدر ضرورت شراب کے استعمال کی رخصت دی گئی ہے اور مقام

عزیمت یہ ہے کہ خواہ دم نکل جائے لیکن شراب کا ایک قطرہ بھی منہ میں نہ ڈالا جائے۔ لیکن یہاں معاملہ ہی الٹا ہے۔ خواص اور صاحب عزیمت حضرات بجائے اس کے کہ ڈھول، طبلہ، گھنگرو اور ہارمونیم وغیرہ جیسے باجوں کا جو کے تصور ہی سے کانپ جاتے۔ ایسے پیسے اہتمام اور انہماک سے رات رات بھر سننا، دین کا اونچا اور معیاری مقام قرار دیا جا رہا ہے۔ حالاں کہ جو چیز شریعت میں حرام ہے وہ زیادہ متقی، صاحب عزیمت اور مقام احسان پر فائز حضرات کے لیے تو بدرجہ اولیٰ حرام ہونی چاہیے۔

اور پھر رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے زمانے میں صرف چھوٹی بچیاں ہی دف بجایا کرتی تھیں، جس کی یا تو مذمت اور مخالفت کی گئی یا ان کی کم سنی کے پیش نظر انھیں رخصت اور چھوٹ دے دی گئی۔ خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ اور اکابر صحابہ کا دف اور گانے بجانے سے کوئی تعلق نہ تھا۔ بلکہ بعض صحابہ تو اسلام لانے کے بعد شعر و سخن کو خیر باد کہہ چکے تھے کہ اللہ نے جب ہمیں قرآن عطا فرمایا ہے کہ تو ہماری شاعری اس کے مقابل میں کیا حیثیت رکھتی ہے۔؟ معیاری بزرگوں کی روش کو چھوڑ کر غیر معیاری اور چھوٹی بچیوں کی ناپسندیدہ اور گوارا کردہ عمل کو اختیار کرنا اور اس بچکانی فعل کو روحانیت اور اعلیٰ درجہ کی دین داری سمجھنا چہ معنی دارد؟

اسلام یا ہندو مت؟

کہا جاتا ہے کہ قوالی فلاں سلسلہ میں جائز ہے اور فلاں سلسلہ میں ناجائز ـــــ یہ بھی ایک عجیب بات ہے! حالاں کہ حرام و حلال کا تعلق کسی سلسلہ مسلک اور بزرگ سے وابستہ نہیں بلکہ اس کا تعلق قرآن و سنت سے ہے۔ جو چیز دلیل شرعی کی رو سے حرام ہے وہ مسلمانوں کے

کے تمام مسلکوں، سلسلوں، طریقوں، جماعتوں اور گروہوں میں حرام ہی ہونی چاہیے۔ یہ درست نہیں کہ ایک فرقہ میں ایک چیز جائز تو دوسرے فرقے میں وہی چیز حرام! گانے اور موسیقی کی حیثیت فقہ کے کوئی جزوی، فروعی اور اختلافی مسئلہ کی نہیں۔ ہم گزشتہ صفحات میں ثابت کر آئے ہیں کہ گانا، راگ اور موسیقی ایسی ہی حرام ہے جیسے کہ شراب، جوا اور زنا وغیرہ جس طرح شراب متفقہ طور پر تمام مسلکوں اور سلسلوں میں حرام ہے۔ اسی طرح راگ اور موسیقی بھی متفقہ طور پر حرام ہی ہونی چاہیے۔ کوئی فرد یا گروہ یا سلسلہ اسے محض اس لیے جائز نہیں قرار دے سکتا کہ فلاں سلسلہ کے بانی اور فلاں پیر و مرشد نے اسے رائج کیا تھا۔ واضح رہے کہ کسی بھی فقہی امام اور مسلک میں گانا و نغمہ اور موسیقی جائز نہیں۔ نہ صرف اس مسئلہ پر ائمہ فقہ میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا بلکہ قادری، چشتی، سہروردی، نقشبندی اور رفاعی وغیرہ تمام سلسلوں کے بانی اور اکابر موسیقی اور مروجہ قوالی کی حرمت و مضرت پر پوری طرح متحد و متفق ہیں۔ علمائے حق کے بیانات اور دیگر تصریحات سے جو گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہیں، واضح ہے کہ ان بزرگوں کی طرف سماع مع مزامیر کا انتساب ایک سفید جھوٹ اور ان پر ایک ناروا الزام ہے۔!

فصل (۱۴)

تزکیۂ نفس کے اسلامی طریقے

مشروع عبادتوں کی اہمیت :

قوالی کی حرمت اور مضرت ثابت کرنے کے بعد جسے حصول تقویٰ، اصلاح باطن اور رجوع الی اللہ کے لیے اختراع وایجاد کر لیا گیا ہے۔ یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ تزکیۂ نفس اور تعمیر سیرت کے اسلامی طریقوں کی بھی وضاحت کر دی جائے۔

حضرت مالک بن انس رضؓ کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے :

"اس کی اُمت کے آخری حصہ کو وہی چیز درست (ہدایت اور صراط مستقیم پر گامزن) کر سکتی ہے جس نے اس کے پہلے حصہ (یعنی صحابۂ کرام) کو درست کیا تھا۔" (بخاری)

اس حدیث کی روشنی میں تقویٰ اور تزکیہ کے شرعی اور اسلامی طریقے ماخذ دین و شریعت یعنی ـــــ قرآن و سنت سے

پوری صحت اور اعتماد کے متعین کیے جا سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے نفوس کا تزکیہ اور ان کی اصلاح و تربیت تصوّرِ شیخ، پاسِ انفاس، ضربی اذکار، چلّوں، مراقبوں، مشاہدوں، مروجہ فاتحہ، عرس اور قوالی وغیرہ کے حرام، غیر اسلامی اور مشرکانہ طریقوں سے نہیں بلکہ قرآن و سنّت، عقیدہ توحید، تصوّرِ آخرت، نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ، انفاق اور جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ کے ذریعہ فرمایا تھا۔ ان عبادتوں کے علاوہ صدقات و خیرات، توبہ و استغفار، خدمتِ دین و خدمتِ خلق۔ بزرگوں کی صحبت، زیارت قبور، مریضوں کی عیادت اور نماز جنازہ میں شرکت کو بھی، دنیا کی بے ثباتی، آخرت کی فکر و یاد دہانی اور رجوع الی اللہ کیلئے مفید اور موثر قرار دیا گیا۔ اسلام کا نظام عقائد و عبادات اسی لیے فرض کیا گیا ہے کہ اس سے تقویٰ اور تزکیۂ نفس کی نعمت حاصل ہوتی اور قلبی و اخلاقی امراض جیسے کفر و شرک، ریا و نفاق، حُبّ دنیا اور نفس پرستی دور ہوتی ہے۔ سب حضرات اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ قبل اسلام صحابہ کرام کی دینی و اخلاقی حالت کس طرح ابتر تھی اور ذکر و عبادت کے ان مذکورہ طریقوں کی بدولت کس طرح کا عظیم اور صالح انقلاب ان کی زندگیوں میں رونما ہوا۔ ان طریقوں کے علاوہ تقویٰ اور تزکیۂ نفس کے لیے چند مزید چیزوں کا اختراع و اضافہ کرنا گویا ذکر و عبادت کے مشروع و مسنون کثیر اور موثر طریقوں کو ناکافی غیر موثر غیر مفید اور غیر حکیمانہ قرار دینا اور خدا و رسول کے حق و منصب میں ایک کھلی مداخلت اور ایمان باللہ و ایمان بالرسالت میں کھوٹ اور خرابی کے مترادف بات ہے، اگر کسی مسلمان کو مشروع و مسنون عبادتوں سے ہدایت و اصلاح نہیں حاصل ہو رہی ہے تو ان عبادتوں کے علاوہ ذکر و

عبادت کے کسی من گھڑت طریقے سے ہدایت و اصلاح نصیب نہیں ہو سکتی۔ غیر اسلامی ریاضتوں، مجاہدوں اور مشرکانہ عبادتوں سے انسان آگ پر چل سکتا ہے، پانی پر بیٹھ سکتا ہے اور ہوا میں اڑ سکتا ہے۔ لیکن اسے وہ تقویٰ اور تزکیہ حاصل نہیں ہو سکتا جو اسلام کا مطلوب اور مقصود ہے۔!

یہ ایک اٹل اور ناقابل تردید حقیقت ہے کہ شرعی عبادتوں سے لازمی طور پر تقویٰ اور تزکیہ نفس حاصل ہوتا ہے۔ نہ خدا کا کلام غلط ہو سکتا ہے اور نہ خدا کے مقرر کردہ طریقے ناکافی اور غیر مفید ہو سکتے ہیں۔! خرابی اور کم زوری ان سے اکتساب فیض کرنے والوں میں ہے۔ ہدایت و اصلاح نفس اور ترقی درجات کے لیے حرام اور خود ساختہ طریقوں کو اختیار کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ منزل پر پہنچنے کے لیے ریل، موٹر، ہوائی جہاز وغیرہ کو چھوڑ کر لکڑی کے گھوڑے پر سوار ہو جانا۔ بلکہ اس سے بھی بدتر۔! اگر کوئی لکڑی کے گھوڑے پر سوار ہوگا تو صرف منزل مقصود تک نہ پہنچ سکے گا اور اسے اپنی غلطی کا فوری احساس ہو جائے گا۔ لیکن رجوع الی اللہ، ثواب اور درجات کی غرض سے قوالی کو اختیار کرنا نہ صرف کوئی افادیت نہیں رکھتا بلکہ اس سے رہا سہا ایمان اور قوت عمل بھی ضائع ہو جاتی ہے اور ترقی معکوس حاصل ہوتی ہے!

ایک قطعی حرام و صریح ناجائز ذریعہ سے حصول ہدایت اور ترقی درجات کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا! ـــــ شیطان اپنی اس کوشش میں ضرور کامیاب اور بامراد ہے کہ اس نے مسلمانوں کے ایک گروہ کے دل و دماغ میں یہ بات بٹھا دی کہ راگوں، گانوں، سازوں اور موسیقی وغیرہ کی شیطانی و طاغوتی آوازوں سے ہدایت، نصیحت حاصل ہو سکتی

ہے، جس کے نتیجہ کے طور پر آج درگاہوں، خانقاہوں، دوکانوں، مکانوں، میدانوں اور گلی کوچوں میں ہر طرف قوالی کا شور و غوغا اور ہنگامہ ہے۔ اور اس کی نسبت سے دیگر فتنوں اور گمراہیوں میں اضافہ ہوتا جارہا ہے ایک لحاظ سے "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"۔ کا رونا فضول ہی معلوم ہوتا ہے کہ مریضوں تک دوا پہنچ ہی کہاں رہی ہے۔ وہ تو دعا کو زہر اور زہر کو تریاق، دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست، رہبر کو رہزن اور رہزن کو رہبر، ولی کو شیطان اور شیطان کو ولی سمجھ رہے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں وہ ہدایت اور شفا حقیقی بزرگوں اور ان کی سچی اسلامی تعلیمات سے دور اور گمراہیوں اور بیماریوں سے قریب تر ہوتے جارہے ہیں۔!

اسلامی سماع:

نزول قرآن اور بعثت نبوی ؐ کے اہم ترین مقصد کی اللہ تعالیٰ یوں وضاحت فرماتا ہے:

"میں نے تمہارے درمیان خود تم میں سے ایک رسول بھیجا جو تمہیں میری آیات سناتا ہے۔ تمہاری زندگیوں کو سنوارتا ہے۔ تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔" (البقرہ - ۱۵۲)

اس آیت سے نہ صرف رسول اللہ کی بعثت کا مقصد انسانوں کی اصلاح اور ان کے قلوب کا تزکیہ متعین ہوتا ہے۔ بلکہ اس بات کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ حضور ؐ آیات الہٰی کے ذریعہ صحابہ کرام کو خدا، دین و آخرت کی طرف رجوع کرتے تھے۔ حصولِ ہدایت اور تزکیہ نفس کا موثر اور اہم ترین ذریعہ تلاوت قرآن ہے۔ تلاوت قرآن ہی سے جہل دور ہوتا علم و ہدایت اور معرفت الہٰی حاصل ہوتی ہے۔ قلوب کی سختی و سیاہی

دفع ہوتی اور اسی سے خوفِ خدا اور فکرِ آخرت پروان چڑھتی ہے۔ چناں چہ ارشادِ الٰہی ہے :

"مومنوں کی شان یہ ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور جب اس کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں۔" (انفعال)

اہلِ علم، اہلِ ایمان اور حقیقی مسلمانوں کی یہ تعریف اور صفت بیان کی گئی ہے کہ:

"جب انہیں یہ کلام سنایا جاتا ہے تو وہ بے اختیار سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ ان کی آنکھیں اشک بار ہو جاتی ہیں۔ کلامِ حق کی سماعت ان کی عاجزی اور زیادہ کر دیتی ہے۔" (سجدہ)

"قرآن وہ کتاب ہے) جس سے اُن لوگوں کے، جو کہ رب سے ڈرتے ہیں بدن کانپ اٹھتے ہیں۔ پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔" (زمر)

"دل کو اس طرح زنگ لگ جاتا ہے جس طرح لوہے کو زنگ لگتا ہے۔" —— عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! پھر دل کو کیسے صاف کیا جا سکتا ہے؟ —— آپ نے فرمایا: کثرت سے موت کو یاد کیا جائے اور قرآن کی تلاوت کی جائے۔" (مشکوٰۃ)

قرآن ہی درحقیقت اہلِ حق کا حقیقی سماع ہے جس کے فوائد مذکورہ ارشادات سے واضح ہیں۔ قرآن جیسی نعمت، نصیحت اور ہدایت کو نظر انداز کر کے رات رات بھر قوالی سننا کتنی بڑی جسارت، جہالت اور حماقت کی بات ہے۔ کیا قوالی سے یہ ہدایت اور نصیحت حاصل نہیں ہوتی کہ گھنٹوں بلکہ کئی کئی

راتوں قوالی میں مستغرق رہا جائے۔ یا قرآن خوانی سے کم اور قوالی سے زیادہ فائدے حاصل ہوتے ہیں؟ ـــــ قوالی سے یہ دل چسپی اور انہماک یقیناً ایمان بالقرآن کے منافی ہے ـــــ!

سماع قرآنی کے شوق میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جمع ہوتے تھے۔ مجلس میں سے ایک شخص کو قرآن پڑھنے کے لیے کہا جاتا۔ باقی سب حضرات سماعت فرماتے حضرت عمر بن خطاب رضؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضؓ سے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں پروردگار کو یاد دلاؤ۔ وہ تلاوت قرآن شروع کر دیتے اور تمام حاضرین خاموشی سے سنا کرتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام جب قرآن کی تلاوت کرتے یا دوسروں سے سنا کرتے تو آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے اور ہچکی بندھ جاتی ـــــ یہ تھا اہل حق اور ہدایت و انعام یافتہ بزرگوں کا سماع اور اس کے فوائد فضائل!

حضرت امام ابن تیمیہ رحؒ لکھتے ہیں:

"جس سماع کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے مشروع قرار دیا اور جس کے مفید ہونے پر صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور سلف صالحین اور علمائے امت کا اجماع ہے، اور جس سے قلب کی پاکیزگی اور نفس کی طہارت حاصل کی جاتی ہے وہ سماع خدا کی آیات یعنی قرآنِ حکیم کا سماع ہے۔ یہی سماع خدا کے نبیوں، مومن بندوں، علم والوں اور اہل معرفت کا سماع ہے۔"

(وجد و سماع)

لیکن آج قرآن کی جگہ قوالی اور مساجد کا حق درگاہوں نے حاصل کرلیا ہے اور عرسوں نے فریضہ حج کی عظمت اور تقدس پر کاری ضرب لگادی!

تلاوت و سماعت قرآن سے مراد، مروّجہ، رسمی اور بغیر سمجھے تلاوت نہیں بلکہ اس سے مراد قرآن کے معنی، مفہوم اور مدّعا سمجھنا۔ اس میں غور و تدبّر کرنا ہے تاکہ اس کے اثرات دل و دماغ اور اعضاء و جوارح پر وارد ہوں۔ علم و ہدایت اور نصیحت حاصل ہو اور جہالت و گمراہی دور ہو۔ ورنہ محض ثواب کے لیے ناظرہ اور بے روح تلاوت سے وہ فائدہ اور مقصد حاصل نہیں ہوسکتا جو کہ نزولِ قرآن اور تلاوت قرآن کا ہے۔ صرف قرآن کے انداز و اسلوب اور اس کی دل کش قراءت ہی میں لطف و چاشنی نہیں بلکہ عقائد و افکار، مضامین اور اس کی پیش کردہ تعلیمات اور نظریات ہی اصل چیز ہے۔ جب قرآن سے انسان کا حقیقی ربط و تعلق قائم ہوجاتا ہے اور اس سے علمی، فکری اور عملی غذا حاصل ہونے لگتی ہے جس کو وہ اخذ و قبول کرنے لگتا ہے تو ہدایت و نصیحت، تقویٰ و تزکیہ اور رجوع الی اللہ کے تمام باطل، خودساختہ اور من گھڑت طریقے اسے ہیچ، پوچ، مضحکہ خیز، لایعنی، غیر سنجیدہ اور بیہودہ محسوس ہونے لگتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ شیطان اور اس کی ذرّیت، گمراہ علما، صوفیا و مشائخ نے قوّالی کے ذریعہ مسلمانوں کو قرآن سے جدا کرکے اس کے اصلی اور حقیقی فیوض و برکات سے محروم کردیا ہے۔ قرآن کی رسّی، حق و باطل کی کسوٹی اور عروۃ الوثقیٰ کو چھوڑنے کے بعد مسلمانوں کی حالت اس کٹی پتنگ جیسی ہوگئی ہے جسے ہوا کا ہر جھونکا فضا میں بھٹکاتا رہتا ہے۔!

●●

ضمیمہ

وجد و حال:

وجد و حال کے بارے میں ایک من گھڑت حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو شعر پڑھے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وجد آگیا اور صحابہ بھی وجد کرنے لگے اور آپ کی چادر آپ کے مونڈھے سے گر گئی، جب لوگوں کو سکون حاصل ہوا تو اپنے اپنے مقام پر آکر بیٹھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وہ شریف نہیں جو سماع کے وقت کانپ نہ جائے ......"

یہ حدیث اور اس قسم کی ایک اور حدیث نقل کر کے مشہور ماہر فقہ حنفی حضرت علامہ ملا علی قاری رح لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اور اس مضمون میں جتنی روایات بیان کی جاتی ہیں سب بالاتفاق محدثین جھوٹی ہیں سیوطی رح، دیلمی رح اور ذہبی رح سبھوں کا یہی خیال کہ اس مضمون کی تمام روایات موضوع ہیں۔

(ملاحظہ ہو' موضوعات کبیر حرف اللام)

ایک نکتہ:

مشہور حنفی عالم حضرت ملا علی قاری رح لکھتے ہیں کہ "الغناء رقیۃ الزنا" یعنے گانا زنا کا منتر ہے" یہ حدیث نہیں بلکہ امام نووی رح شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ یہ مشہور مثالوں سے ہے اور امام غزالی رح نے اسے حضرت فضیل بن عیاض مالکی رح کا قول قرار دیا ہے۔" (موضوعات کبیر حدیث ۲۰۳)

حضرت ملا علی قاری رح کی اس تحقیق سے اس حقیقت کی وضاحت ہوتی ہے کہ حضرت فضیل بن عیاض، امام غزالی اور امام نووی جیسے اکابر اور علمائے سلف غنا یعنی گانے کو زنا کا منتر اور برائی کا ذریعہ و سبب قرار دیتے تھے۔

——— لیکن جب ایک نئے دین اور نئی شریعت پر ہی چلنا ٹھیرا تو بھلا کس کے کہنے سے کیا ہوتا ہے؟ حاملین قبوری شریعت بھلا اہل سنت وجماعت کے معروف و مستند علما و بزرگوں کی بات کیوں ماننے چلے؟

علامہ مدنی میاں کی تقاریر کا جائزہ

از محمد اشفاق حسین (زیر طبع)

اس کتاب میں شہزادہ غوث اعظم علامہ سید علاءُ مدنی الجیلانی اشرفی کی حیدر آباد کے مختلف مقامات پر کی گئی مشرکانہ تقریروں عقائد کی گمراھیوں، علمی فریب اور مغالطوں کا ____ اور قبوری و بریلوی مکتب فکر کے ایک اور مشہور مناظر و اہل قلم، علامہ ارشد القادری کی کتاب "شریعت" (جو حضرت مولانا محمد پالن حقانی صاحب کی مشہور کتاب "شریعت یا جہالت کے رد میں لکھی گئی ہے) کا جواب دیا گیا ہے اور بدعتی، غالی، قبوری اور بریلوی عقائد و تصورات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

اس کتاب میں رسول اللہؐ کے علم غیب کامل، بشریت، حیات خدائی صفات و اختیارات، سلام و قیام، سماع موتی، ندائے غیر اللہ غلوُ شرک، نبی الامیؐ، مشرکین کے معبودوں اور ان کے شرک و بت پرستی کی حقیقت اور دیگر بریلوی اور طاغوتی اوہام و خرافات کا کتاب اللہ سنتِ رسول اللہؐ اجماع صحابہ، ائمہؒ فقہ اور جلیل القدر علماء سلف کی روشنی میں جواب دیتے ہوئے سیر حاصل و فیصلہ کن بحث کی گئی ہے۔

اس کتاب کو انشاء اللہ دو حصوں میں شائع کیا جائے گا ____

پہلے حصہ میں صرف "مسئلہ علم غیب" اور دوسرے حصہ میں بقیہ عقائد و مسائل پر مفصل اور مدلل گفتگو کی گئی ہے۔ کتاب کے لئے انتظار اور دعا فرمائیے۔

کتاب

قوالی اور اسلام

ملنے کے پتے

مکتبہ نشاۃ ثانیہ معظم جاہی مارکٹ حیدرآباد ۱

ادارہ اہل سنت وجماعت، ۱۴-۱-۴۹۷
سیتارام پیٹھ روبرو گیان باغ۔ حیدرآباد۔

کوثر ایجنسی چھتہ بازار حیدرآباد ۲

مصنف کتاب "عرس کی حقیقت"
اور "قوالی اور اسلام"
محمد اشفاق حسین
سے خط وکتابت
کا
پتہ

17-5-386
Alawa BeeBee
Hyderabad
A.P.

۱۷-۵-۳۸۶
الاوہ بی بی حیدرآباد
اے۔پی